



درجہ اولیٰ کے قیادار

جس نے زمانہ پھرے اسی نے پھر چھاؤ

# دیوانِ جالی

مصنفہ

شمس العلماء خواجہ الطاف حسین جالی بانی پتی مہم

حسین قطعات۔ غزل کیا قصیدے مرثیے ترکیب بند

رباعیان۔ تاریخین۔ اور تفرق شعرا شامل ہیں

مسب فرمائش مولوی ظفر الملک علوی

باہتمام احقر العباد محمد حسن

انوار المظاہر لکھنؤ میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# حقیقت حال

الناظر بک انجینی کی طرف دو سال سے زائد عرصہ گزرا جب شفیق مولوی عبدالحق صاحب  
سکرٹری انجمن ترقی اُردو سے اجازت لیکر دیوان حالی کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا  
تھا۔ اس وقت عجلت کی وجہ سے جہاں کتابت و طباعت میں بعض نقص  
رہ گئے تھے وہیں کتاب بھی زیادہ تعداد میں نہیں چھپوائی جاسکی۔ خیال تھا کہ  
فوری ضرورت کے رفع ہو جائے کے بعد انجمن کی طرف سے بہتر سامان و انتظام  
کے ساتھ جو جدید ایڈیشن نکلے گا اُس سے قدر دان شائقین کی ترقی ہو جائے گی  
لیکن انجمن کے ایڈیشن کے لیے ابھی مزید انتظار کی حاجت ہو اور طبع ثانی کے  
نسخے قریب قریب ختم ہو چکے۔ اس لیے یہ تیسرا ایڈیشن جدید اجازت نامہ کی بنا پر  
شائع کیا جاتا ہو۔

اس ایڈیشن کی طباعت کا کام میری اسیری کے زمانہ میں ہوا۔ اس لیے  
افسوس ہو کہ کاغذ وغیرہ کا بہتر انتظام اب بھی نہ ہو سکا۔ البتہ کتابت کے وہ نقص  
حتی الامکان رفع کر دیے گئے جو سابقہ ایڈیشن میں محض طبع اول کے نسخہ کی  
مجبورانہ تقلید کے باعث رہ گئے تھے۔

اب کاغذ کا نرخ ارزان ہو رہا ہے اس لیے امید کی جاسکتی ہے کہ آئندہ ایڈیشن  
کے وقت انشاء اللہ بہتر سامان نظر آئے گا۔ و اتوفیقی الا بالہ۔

خاکسار  
ظفر الملک علوی

لکھنؤ - ۱۵ - اگست ۱۹۲۲ء

# گزارشِ اقصیٰ

CHECKED ۲۷۵۱۲

مولانا حالی مرحوم کو جدید دور شاعری میں جو منزلت حاصل ہو وہ محتاجِ بیان نہیں لیکن کس قدر افسوسناک اور قابلِ غیرت و ندامت یہ امر ہے کہ مولانا حالی کا دیوان جو سترہ سال پہلے تھا، اس کا دوسرا ایڈیشن آج تک ملک کے سامنے پیش نہیں کیا گیا، حالانکہ اُن کی زندگی ہی میں دیوان کے تقریباً سب نسخے فروخت ہو چکے تھے اور حُسنِ قبول کا سہرا اُن کے سر بندھ چکا تھا۔ حُسنِ قبول کا اندازہ کسی قدر اس در فیہ سے ہو سکتا ہے کہ علاوہ شمسِ حالی کے جو دیوان حالی کا کوئی جزو نہیں، مجموعہ نظمِ حالی، رباعیاتِ حالی، قطعاتِ حالی اور تفریقِ نظمیں علیحدہ علیحدہ شائع ہو کر فروخت ہو رہی ہیں اور اُن میں سے اکثر جتنے کئی کئی بار اور مختلف مطابع میں طبع ہوئے ہیں۔

ورنہ، حالی کو باوجودیکہ متعدد بار توجہ دلائی گئی لیکن افسوس ہے کہ اُنھوں نے قطعاً التفات نہ کی۔ غنیمت ہے کہ مولوی عبدالحی صاحب سکر پڑی انجمن ترقی اُردو کی تحریک پر بالآخر مولانا حالی کے خلف و جانشین خواجہ سجاد حسین صاحب نے انجمن ترقی اُردو کی طرف سے دیوانِ حالی کی اشاعت متکفل کر لی۔ اور انجمن کی طرف سے انشاء اللہ دیوانِ حالی خاص اہتمام کے ساتھ شائع کیا جائیگا۔



الناظر ایک انجینی کے پاس اطراف ملک سے صاحبانِ فوج کی فرمائشیں  
 دیوانِ حالی کے طلب میں آتی رہتی تھیں اور جب سے انجن ترقی اُردو نے  
 اپنے ارادہ کا اعلان کیا ہے سب صاحبوں کو متوقع کر دیا جاتا تھا کہ انجن کی طر  
 سے دیوانِ حالی شائع ہونے والا ہے۔ اُسی اثناء میں راستہ الحروف کو یہ اطلاع ملی کہ  
 دیوانِ حالی جامعہ عثمانیہ کے درجہ اہل اے کے نصاب میں داخل کر لیا گیا ہے  
 چونکہ انجن کی طرف سے دیوان کی اشاعت میں تعینات تھی اس وجہ سے  
 دیوانِ حالی کا یہ ایڈیشن شائع کیا جاتا ہے تاکہ طلباء جامعہ عثمانیہ کی ضرورت  
 رفع ہو جائے۔ مین مولوی عبدالحق صاحب آنریری سکریٹری انجن ترقی اُردو کا  
 شکریہ گزار ہوں کہ اُنھوں نے اس ضرورت پر نظر کر کے مجھے دیوانِ حالی کے  
 شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

خاکسار

ظفر الملک علوی

ایڈیٹر الناظر

ملک الناظر ایک انجینی لکھنؤ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



کچھ کذب و افتراء ہی کچھ کذب حق ناہی یہ ہر بضاعت اپنی اور یہ ہر دفتر اپنا  
ایک زمانہ تھا کہ شاعری اور عشق یا عشق کو لازم و ملزوم سمجھتے تھے۔ اور ایسا سمجھنا کچھ بوجھ  
نہ تھا اول تو خود شعر کا حدوث ہی دنیا میں اس جوش اور ولولہ سے ہوا ہے جو عشق اور محبت کی  
پرولت انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور شعر کی ذات میں جو ایک آتشگیر مادہ ہے وہ بھی اپنے  
مشتعل ہونے میں کسی آگ کی شہتہ لک کا علاج ہے۔ پھر قوم کا کلام بھی جہان تک بکھا گیا اسی خیال  
کی تائید کرتا تھا۔ با اینہمہ حادثہ سن یہ کہ اجازت دیتی تھی کہ شاہد رعنائے سخن کا نظارہ ایک  
بیرزاں کھدورت میں کیا جائے اور شراب از غوانی کی جگہ سر کر بے نمک ضیافت طبع کجائے غرض کہ  
ایسے مستانہ۔ یہ جان رہا کہ عاشقانہ شعر کے سوا کوئی کلام پسند نہ آتا تھا۔ بلکہ جس شعر میں یہ چاشنی  
نہ ہوتی تھی اس پر شعر کا اطلاق کرنے میں بھی مضائقہ ہوتا تھا۔ خود بھی جب کبھی یہ سودا اُٹھلا آنکھیں  
بند کیا۔ اور اسی شارح عام پر پڑیے چیرہ گیران کا تانا باندا ہوا تھا۔ قافیا کا ساتھ۔ راہ کی

لے قوم سے یہاں اسکے معارف معنی مراد نہیں ہیں۔ بلکہ یہاں قوم سے مراد شاہی ہے۔

ہمواری۔ اور رہنڈر کی فضا چھوڑ کر دوسرا رستا اختیار کر لیا کبھی خیال بھی نہ آیا۔ مگر جب آفتاب عمر  
نے پلٹا دکھایا اور دن ٹھہلنا شروع ہوا۔ وہ تمام سیمیاں جل رہی جو خواب غفلت میں حقائق سے زیادہ  
دلقریب نظر آتے تھے رفتہ رفتہ کافور ہونے لگے غزل و تشبیب کی امنگ انفعال کے ساتھ بد لگئی  
اور جس شاعری پر ناز تھا اس سے شرم آنے لگی۔ ہر چند سمجھایا گیا کہ غزل کہنے کے دن اب  
آئے ہیں۔ مگر یہی جواب دیا گیا کہ غزل کہنے کے دن اب گئے۔

یقیناً توں ہل قبل التلثین ملعب      فقلت وھل بعدا التلثین ملعب

جو لوگ عاشقانہ گوئی کے چٹارے سے واقف ہیں نہ جانتے ہیں کہ یہ خون جہان کو  
دنگا پھر ذرا شکل سے چھٹتا ہو۔ گزرا نہ کی ضرورت توں نے سبق پڑھایا کہ دلقریب مگر کئی باتوں پر فرین  
سننے سے دلشن گمراہ کی باتوں پر فرین سنتی بہتر ہو۔ اور حاکم وقت نے یہ حکم دیا کہ پردائے  
بیل کی قسمت کو تو بہت روچکے کبھی اپنے حال پر بھی دو آنسو بہانے ضرور ہیں۔

یکرہ بحال خویش ہم آخر توان گریست      تا چند بر فلان و بہر بہان گریستن

کچھ نظمیں قوم کی حالت پر لکھی گئیں بعضوں نے پسندیں اور بعضوں نے ناپسند۔ مگر جو سب کے  
دل پر لگی۔ کہانی بیزہ تھی مگر آپ بیتی۔ اور باتیں اوپری تھیں مگر پتے کی نظمین کسی قدر طولانی  
تھیں وہ تقریباً تمام چھپ چکی اور شائع ہو چکی ہیں۔ اب زیادہ تر کچھ بچے کچھ متفرق اور پراگندہ خیالات  
باتی ہیں جنہیں سے کسی قدر قطعہ در باعی کے لباس میں اور کچھ غزل کے روپ میں ظاہر کیے گئے  
ہیں۔ انکے سوا چند ترکیب بند۔ ایک آدھ مسمط۔ کچھ قصیدہ اور کچھ تاریکین ہیں جنہیں سے اکثر خاص  
طور پر وقتاً بعد وقت شائع ہو چکی ہیں لیکن مصنف کی طرف سے عام طور پر یکایک کی نذر نہیں ہوئیں  
پہلا کلام جو عالم اجل و نادانی یا خلاصہ زندگانی کی نشانی ہو وہ بھی کسی قدر تعلق ہو جائے بعد  
جب قدر بچا ہو اب تک محفوظ ہو۔ انسان کی طبیعت کا اقتضا ہو کہ جو کام اسکی تھوڑی بہت کوشش  
سے انجام پتا ہو عام اس سے کہ اچھا ہو یا برا اور پسند کے لائق ہو یا نہ ہو وہ اسکو بڑے فکر کے  
لے یعنی لوگ کہتے ہیں کیا ہو دلعبا زمانہ تیرے سے پہلے ہو سو میں نے اُن سے کہا کیا ہو دلعبا زمانہ تیرے سے بعد ہو

ساتھ سیلک میں پیش کرنے کی جرات کرتا ہو۔ اور خاص عام سے اپنی کوشش کی ادچاہتا ہو جس فخر کے ساتھ کہ وہ عوامی جس نے کبھی آب شیرین کا مزہ نہ چکھا تھا ایک کھاری پانی کے چشمہ سے مشک بھر کر بارون رشید کے دربار میں بطور سوغات لے گیا تھا۔ وہ اُس فخر سے کچھ کم نہ تھا جو کلیس امریکا دریافت کر کے اربلا کے دربار میں اپنے ساتھ لایا تھا۔ پس یہ تمام عجوبہ جہیں کچھ نئے اور کچھ پرانے خیالات شامل ہیں محض ایک اسید موبوم پر کہ دیکھے مردود ہو یا مقبول ملک کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہو۔ اور پہلے اس سے کہ کوئی ہم پر ہنسے ہم اپنی دعویٰ پر آپ ہنستے ہیں شاید ناظرین کو پچھلے زمانہ کے خیالات میں پہلے زمانہ کی نسبت حقائق و واقعات کا کچھ زیادہ جلوہ نظر آئے۔ اور جیسے تمہید کی جاتی ہو ان خیالات کو سچی شاعری کا ایک نژدہ تصور کیا جائے مگر یہ بات کہ جیسے یہ خیالات کا نون کو سچے معلوم ہوتے ہیں ایسے سچے دل سے بھی نکلتے ہیں یا نہیں خود ہجو کو بھی معلوم نہیں۔ تاہم دیگر ان چہ رسد جیسا کام محض سچے جوش اور ولولہ سے ہوتا ہے ویسا ہی ہجو بعض اوقات اس سے بہتر محض شہرت اور ناموری کی خواہش تحسین آفرین کے لالچ جلب منفعت کی توقع۔ یا کم سے کم اپنا دل خوش کرنے کے خیال سے بھی ہو سکتا ہو۔ اور خود کو بولے کو اپنے کام کا نشانہ معلوم نہیں ہوتا لیکن اگرچہ ہم اس وقت نہ ہونگے۔ مگر زمانہ سچ اور جھوٹ کو اور دودھ اور پانی کو الگ کیے بغیر نہ رہے گا۔ سچ بھولے گا اور پھلے گا۔ اور جھوٹ برسات کے سبزہ کی طرح جلد نیست نابود ہو جائے گا۔

۱۔ ایک مشہور حکایت کی طرف اشارہ ہو یعنی بارون رشید کے زمانہ میں ایک بیٹی جسے کبھی جلد کے شیریں پانی کا مزہ نہ چکھا تھا۔ اس کو صحرا میں ایک چشمہ ملا جس کا پانی اگرچہ جلد کے پانی سے کچھ نیک تر رکھتا تھا۔ لیکن جیسا شور پانی کہ وہ بددی ہمیشہ پیا کرتا تھا۔ اُس سے کسی قدر میٹھا تھا وہ خوشی خوشی اس کی ایک مشک بھر کر بغداد میں پہونچا اور خلیفہ کے دربار میں اس کو بطور ایک حلقہ نقد کے پیش کیا۔ خلیفہ نے اس کو چکھا تو بالکل کھاری پانی تھا۔ مگر اس کی ہنر نگاری بددی پر ظاہر نہیں ہونے دی۔ اور اس کو انعام دے کر رخصت کیا۔ اور حکم دیا کہ یہ شخص دجیاہ کا پانی نہ پینے پائے ورنہ اپنے دل میں شرمندہ ہوگا۔ ۱۲

و کہ قلم را بپایان فرست کنی  
 بقوت۔ اذا لم تحسن اصول  
 ناظرین کو معلوم ہو کہ جب کسی ملک یا قوم یا شخص کے خیالات بدلتے ہیں تو خیالات کے  
 ساتھ طرز بیان نہیں بدلتی۔ گاڑی کی رفتار میں فرق آجاتا ہو مگر ہتیا اور دھلیہ سستو باقی  
 رہتا ہو۔ اسلام نے جاہلیت کے خیالات بہت کچھ بدل دیے تھے۔ مگر اسلوب بیان میں مطلق  
 فرق نہیں آیا۔ جو تثنیہ میں اور استعائے پہلے مرح۔ ہجا غزل اور تثنیہ میں بیتے جاتے تھے  
 وہی اب توحید۔ مناجات۔ اخلاق اور عظمت میں استعمال ہونے لگے۔ خاص کر شعر میں اس  
 بات کی اور بھی زیادہ ضرورت ہوتی ہو۔ یہ ممکن ہو کہ متاخرین قدیم شعر کے بعض خیالات  
 کی پیروی سے دست بردار ہو جائیں مگر ان کے طریقہ بیان سے دست بردار نہیں ہو سکتے  
 جب طبع کسی غیر ملک میں نئے وارد ہونے والے سیاح کو اس بات کی ضرورت ہے  
 کہ ملک میں روشناس ہونے اور اہل ملک کے دلیں بکھرنے کے لیے اسی ملک کی  
 زبان میں گفتگو کرنی سکھے۔ اور اپنی وضع۔ صورت اور لباس کی اجنبیت کو زبان  
 کے اتحاد سے بالکل زائل کرے۔ اسی طرح نئے خیالات کے شاعر کو بھی سخت ضرورت  
 ہے کہ طرز بیان میں قدامت کی طرز بیان سے بہت دور نہ جائے۔ اور جہاں تک ممکن ہو  
 اپنے خیالات کو انھیں پیرویوں میں ادا کرے جن سے لوگوں کے کان مانوس ہوں۔ اور  
 قدامت کا دل سے شکر گزار ہو جو اسکے لیے ایسے منجھ ہوئے الفاظ و محاورات و تشبیہات  
 و استعارات وغیرہ کا ذخیرہ چھوڑ گئے۔

کچھ تعجب نہیں کہ اس مجموعہ کو اور نیز ان نظموں کو جو پہلے شائع ہو چکی ہیں دیکھ کر  
 ناظرین کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ان میں نئی بات کون سی ہو؟ نہ خیالات ہی ایسے اچھوٹے  
 ہیں جو کسی کے ذہن میں نہ گزرے ہوں۔ اور نہ طرز بیان ہی میں کوئی ایسی جدت ہو

جس کبھی کان کشا ہوتے ہوں اور یہ سمجھ کر بے اختیار بچارا ٹھٹھین کہ ہذا الذی رزقنا من قبل  
پس ان کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہو کہ بیشک طرز ادا میں جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا وہ بہت  
کم فرق پائین گے۔ مگر خیالات میں ذرا بھی غور فرمائیں گے تو ان کو ایک دوسرا عالم نظر آئے گا۔ وہ  
دیکھیں گے کہ گوچل نہیں بے مگر محل نشین بل گئے ہیں۔ گویا لے وہی ہیں مگر شراب اور ہو۔  
نئے خیالات سے ایسے خیالات ہرگز مراد نہیں ہیں جو کسی کے ذہن میں گذرے ہوں  
یا کسی کے ذہن کی ان تک ساسی ہو سکے۔ بلکہ ایسے خیالات مراد ہیں جو شاعر و شاعر کے  
دلیں ہمیشہ گذرتے ہیں اور ہر وقت ان کے پیش نظر ہیں۔ مگر اسوجہ سے کہ وہ ایسے پامال اور  
مبتذل ہیں ان کو حقیر سمجھ کر چھوڑ دیا گیا اور ان کی طرف بہت کم التفات کیا گیا۔ اور پائے شاعر  
کو ان سے ورا، الورا سمجھا گیا ہو لیکن فی حقیقت شاعری کا بھیدا انھیں مبتذل خیالات میں چھپا  
ہوا تھا جو بسبب غایت ظہور کے لوگوں کی نظر سے مخفی تھا۔

دیکھ لے لیل ذرا گلبن کو آنکھیں کھول کر بھول میں گر آن ہو کاٹے میں بھی اک شان ہو  
انسان میں جیسا کہ ظاہر ہو ہرگز یہ طاقت نہیں ہو کہ وہ کسی چیز کو عدم میں سے جو زمین  
لا سکے۔ اسکی بڑی دودھ ہی ہو کہ وہ موجودات میں سے چند چیزوں کو ترکیبے یکساں میں ایک  
نئی صورت پیدا کر دے۔ پس جس طرح معمار عمارت تیار کرنے میں اینٹ مٹی اور چونہ کا۔ یا پڑھنی ایک  
تخت کے بنانے میں لکڑی اور لوہے کا محتاج ہو۔ اسی طرح ضرور ہو کہ شاعر بھی کسی شعر کے  
ترتیب دینے میں کسی ایسے مصالح کا محتاج ہو جو اینٹ اور مٹی یا لکڑی اور لوہے کی طرح نفس الامر  
میں موجود ہو۔ وہ مصالح کیا ہو یہی دنیا کے حالات جو روزمرہ ہماری آنکھوں کے سامنے گذرتے ہیں  
خواہ وہ انسان سے علاقہ رکھتے ہوں۔ یا زمین۔ آسمان۔ چاند۔ سورج۔ پہاڑ اور دریا جیسی شاندار

۱۔ قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جہاں جنت کو کوئی جنت کا پھل کھا نہ کیوڑ دیا جائیگا تو وہ کہیں گے ہذا الذی  
من رزقنا من قبل (یعنی یہ تو وہی ہو جو ہم کو پہلے دیا گیا تھا، کیونکہ جنت کے میوے صورت میں یکساں معلوم  
ہونگے مگر ہر ایک کا مزہ اور لذت جدا ہوگی۔ ۱۲

چیزوں سے۔ یا پتھر کڑی اور ٹہنگے جیسی بے حقیقت چیزوں سے۔ پس شاعر نے ان حالات کو معمولی باتیں سمجھ کر چھوڑ دیا اور شعر کی بنیاد محض فرضی اور ناممکن باتوں پر رکھنی چاہی۔ اُسکی مثال اُس معمار کی سی ہوگی جو عمارت بنانے کے لیے ایسٹ اور مٹی کی کچھ ضرورت نہیں سمجھتا بلکہ ایسے مصالح کی ضرورت سمجھتا ہو جس سے عمارت تیار نہیں ہو سکتی۔

ترسم نہ رسی بہ کعبہ اے عسکری کاین رہ کہ تو میروی بہ ترکشان است

الغرض جبے شاعری کی لئے کھلی معمولی شکار چھوڑ کر غنقا کی گھات میں بیٹھنا اور زمین پر ساگ پات کے ہوتے آسمان سے نزول ماندہ کا انتظار کرنا چھوڑ دیا۔ زبانہ کے حالات دکھ کر کیفیتیں نفس پر طاری ہوتی رہیں اور جن واقعات کے سننے سے لڑچوٹ لگتی رہی ان کو وقتاً فوقتاً اپنے سلیقہ کے موافق شعر کا لباس پہنا کر رہے بعض خیالات بحسب ضرورت قوتِ اقبال سلف یا حکایات سلف سے اخذ کیے گئے کہ کہیں ان کو اپنے حال پر پہننے دیا اور کہیں اپنی کچھ اضافہ کر کے اسکو ایک نئی صورت میں جلوہ گر کیا گیا۔ بعض قطعات دربا عیادت میں اخلاقی مضامین کنایہ میں ادا کیے گئے جو شاید کہیں کہیں مطائبہ کی حد کو پہنچ گئے ہوں اگر کوئی وسعدی و شفا ئی کے مطائبات کے آگے یقیناً بے تک معلوم ہونگے۔ ریاد و کرد و سالوس و عجب و خود پسندی اور اسی قسم کے اخلاق و اخط و زائد و صوفی و شیخ و ملا بر دھالے گئے۔ اس لیے کہ لغو و بالہ اس فرقہ علیہ کی مذمت مقصود تھی۔ بلکہ اس لیے کہ ان اخلاق کے بیان کرنا اس سے واضح تر کوئی عنوان نہ تھا۔ سیاہی کا دھبہ جیسا اُجلے کپڑے پر صا ت نایاب ہوتا ہے ایسا نیلے کپڑے پر نہیں ہوتا۔ ظلم اور بے انصافی کے ترکیب اپنی اپنی طاقت کے موافق فقیر اور بادشاہ دونوں ہوتے ہیں مگر جب ظلم کو زیادہ ہولناک صورت میں دکھانا منظور ہوتا ہو تو وہ ہمیشہ سلطنت کے لباس میں ظاہر کیا جاتا ہو۔ اسی طرح ریاد و عجب و خود پسندی اگرچہ ہر فرقہ میں کم و بیش پائی جاتی ہے۔ مگر جب اُس کو علم و زہد و شجاعت کی طرف منسوب کیا جاتا ہو تو وہ زیادہ تعجب انگیز اور ڈراؤنی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے اور یہی شاعری کی علت غائی ہے۔

شاعر جب اخلاقی مضامین بیان کرتا ہو تو اس کو ضرورت اکثر نصیحت و پند کا پیرایہ اختیار کرنا پڑتا ہو۔ اس لیے ہم کو بھی کہیں کہیں ناصح بننا پڑا ہو۔ مگر اصلی ناصح کی نصیحت اور شاعر کے ناصحانہ بیان میں بہت بڑا فرق ہو۔ اصلی ناصح خود بڑا بون سے پاک ہو کر اور دن کو ان سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہو۔ مگر شاعر چونکہ بڑا بون کی ہو ہو تصویر کھینچ کر دکھاتا ہو اور گھر کے جمید کی طرح چھپے رستم کے پتر سے کھولتا ہو۔ اس لیے سمجھنا چاہیے کہ وہ زیادہ تر اپنے ہی عیب اور دن پر دہر کر ظاہر کرتا ہو ہریدی اور گناہ کا نمونہ کم یا زیادہ۔ پوشیدہ یا علانیہ انسان کے نفس میں موجود ہو۔ پس اگر ہدی یا گناہ کے متعلق کوئی شے کی بات شاعر کی قلم سے مترشح ہو تو جاننا چاہیے کہ وہ اپنے ہی نفس کی چوریان ظاہر کر رہا ہو۔

ہن عاشقی کی گھاتین معلوم ہو گوسای حالی سے بدگمانی بیجا نہیں ہادی  
شاید اس موقع پر شاعر کی طرف سے یہ عذر ہو سکے کہ اس میں فطرت انسانی کے دقائق و خواص سمجھنے کا ایک خداداد ملکہ ہوتا ہو جس کی مدد سے بعض اوقات ایک رند مشرب اور خراباتی شاعر جس پر پرہیز گاری کی کبھی چھینٹ نہ پڑی ہو وہ پرہیز گاروں کی سوسائٹی کا ایسا صحیح نقشہ کھینچ دیتا ہو کہ خود اس سوسائٹی کے ممبر بھی اپنی سوسائٹی کا ویسا نقشہ نہیں کھینچ سکتے اسی طرح ایک دوسرا شاعر جس نے پرہیز گاروں اور پارساؤں کے حلقہ سے کبھی قدم باہر نہیں رکھا وہ رنود و واباش کی صحبتوں کا ایسا چربا اُٹا دیتا ہو کہ گویا انھیں میں سے ایک نے اپنی حالت کی تصویر کھینچی ہو۔ ابونواس نے بارہا خلیفہ سے ایک مصرع سن کر جبین بات سے کہ تخلیہ اور عیش و عشرت کی صحبت کی طرف ایسا جالی اشارہ ہوتا تھا۔ اس مصرع کی تفسیر میں ایسے واقعات بیان کر دیے ہیں کہ خلیفہ متعجب ہو کر بے ساختہ یہ کہ اٹھا تھا مات تلتک اللہ کانک کنت تالشنا شکس جسکے ہمراہی ہرن کا شکار کھیلنے والے اور شاہانہ لڑے تھے اور جس نے کبھی آنکھ کھول کر عالی خاندان اور شریف و پاکیزہ عورتوں کی سوسائٹی نہ دیکھی تھی

لے ترجمہ خدا کا جو شے کرے گا کہ تیرا ہم میں تو تھا یعنی تو نے ایسے صحیح و متعین بیان کیے ہیں کہ گویا تو بھی تیری صحبت میں شریک تھا



اُس نے سبکیت، جولیت، کیتھرین، ڈرچونار اور بعض اعلیٰ طبقوں کے ایسے اصلی کیرٹر دکھائے ہیں جن کا اس سوسائٹی پر حسین اسکی عمر گزری تھی کبھی پرچھاوان تاکہ بڑھاپا ایران میں فردوسی اور ہندوستان میں انیس۔ رزم کے بیان میں صد ہا تین ایسی ٹھکانیکی نکھ جاتے ہیں جن سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ واقعات گویا خود ان پر گزرے تھے۔

اس عذر سے اگرچہ کسی قدر شاعر کی برادرتی ہو سکتی ہے مگر پھر بھی اسکو واعظ و ناصح کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ ناصح کی غرض براہ راست ارشاد و ہدایت ہوتی ہے بخلات شاعر کے کہ اس کا اصلی مقصد فطرت انسانی کی کریمہ اور واقعات صحر سے متاثر ہو کر دلکی بھڑاس نکالنی ہو اور بس۔ وہ کسی کے سمجھانے کے لیے نہیں چلاتا بلکہ خود کچھ سمجھ کر چیخ اٹھتا ہے۔

ناصر مشفق ہیں یاروں کے نصیحت اور شیر دردمندوں کے نہ ان کے دُکے دران ہیں ہم چھوٹ پڑتے ہیں تماشا اس حمیر کا دیکھ کر نالہ رہے اختیار کبسل تالان ہیں ہم پس اگر شاعر کا کوئی قول اس کے فعل کے برخلاف پایا جائے تو اس کو واعظ یا ناصح قرار دیکر الزام دینا نہیں چاہیے کہ ”اَنَا مُرْدُنِ النَّاسِ بِالْكَرِّ وَتَسْتَوْنَ الْفَسْكَمُ“ بلکہ اسکی طرف سے یہ عذر کرنا چاہیے کہ ”لَقَدْ تَقَوُّوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ“

انسان کے کلام میں کمین کمین اختلاف یا تناقض پایا جانا ایک ضروری بات ہے بلکہ اس کے کلام کی پہچان ہی یہ بتائی گئی ہے کما قال اللہ تعالیٰ ”وَلَوْ كُنَّ عَيْنًا رَّاهَةً لَرِجَدُ وَفِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا“ مگر ضبط ایک فلسفی یا مورخ کی تصنیف میں اختلاف پایا جانا اس تصنیف کو عیب لگانا ہو اسطرح شاعر کے کلام کو عیب نہیں لگانا بلکہ اس کا بیباک نظر ظاہر کرتا ہے جسکو شاعری کا زیور سمجھنا چاہیے۔ فلسفی یا مورخ ہر ایک چیز پر اس کے سامنے ہیلو دیکھ کر ایک مستقل رائے قائم کرتا ہے۔ اور اس لیے ضرور ہے کہ اسکا بیان جامع و مانع ہو۔ لیکن شاعر کا یہ کام نہیں ہے بلکہ اُس کا کام یہ ہے کہ ہر ایک شے کا جو پہلو اُس کے سامنے آئے اور اُس سے کوئی خاص کیفیت پیدا ہو کر اس کے دل کو جبین کر دے اسکو اسی طرح بیان کے پھر

پھر جب دوسرا پہلو دیکھ کر دوسری کیفیت پیدا ہو جو پہلی کیفیت کے خلاف ہو اسکو اُس دوسری  
 کیفیت کے موافق بیان کرے۔ وہ کوئی فلسفہ یا تاریخ کی کتاب نہیں لکھتا تاکہ اسکو حقائق  
 و واقعات کے ہر ایک پہلو نظر رکھنی پڑے۔ بلکہ جس طرح ایک فوٹو گراف ایک ہی عمارت  
 کی کبھی رد کار کا کبھی چھپت کا کبھی اس صانع کا اور کبھی اُس صانع کا جدا جدا نقشہ اُتارتا ہے  
 اسی طرح شاعر حقائق و واقعات کے ہر ایک پہلو کو جدا جدا رنگ میں بیان کرتا ہو پس ممکن ہو کہ  
 شاعر ایک ہی چیز کی کبھی تعریف کرے اور کبھی مذمت اور ممکن ہو کہ وہ ایک ہی چیز کی مذمت  
 کرے اور بُری چیز کی تعریف کیونکہ خیر محض کے سوا ہر چیز میں شر کا پہلو اور شر محض کے سوا ہر  
 شرمین خیر کا پہلو موجود ہو عقل۔ علم۔ زہد۔ دولت۔ عزت اور آب و عموماً ممدوح و مقبول بھی جاتی  
 ہیں مگر شعرا نے ان کی جا بجا مذمت کی ہو۔ اسی طرح دیوانگی۔ نادانی۔ رندی۔ فقر۔ ذلت اور  
 رسوائی عموماً مذموم و مردود گنی جاتی ہیں۔ لیکن شعرا ان کے اکثر مدح رہے ہیں۔

شاعر ایک ہی چیز کی کبھی ایک حیثیت سے ترغیب دیتا ہو اور کبھی دوسری حیثیت سے  
 اُس سے نفرت دلاتا ہو۔ وہ کبھی قدامت کے مقابلہ میں اس لیے کہ وہ اُستاد اور موجد نہ تھے اپنے  
 تئیں ناچیز و بے حقیقت بتاتا ہو۔ اور کبھی اس لیے کہ اُس نے انکی دولت میں کسی قدانی کی  
 بھی مثال کی ہو جو اُنکے پاس تھی اپنے تئیں اُن پر ترجیح دیتا ہو۔ وہ کبھی دنیا کی اس لیے تحقیر کرتا ہو  
 کہ وہ دار الغرور و دار الحزن ہو۔ اور کبھی اُسکی بڑائی و عظمت کی بیان کرتا ہو کہ وہ مزرعہ آخرت ہے  
 وہ ایک ہی گورنمنٹ کی کبھی اُسکی خوبیوں کے سبب ستائش کرتا ہو اور کبھی اس کی ناگوار  
 کارروائیوں کے سبب شکایت۔ مگر وہ کبھی ان حیثیتوں کی تصریح نہیں کرتا جن پر اُس کے  
 مختلف بیانات مبنی ہوتے ہیں۔ جب ایک پہلو کو بیان کرتا ہو تو گویا دوسرے پہلو کو بالکل چھوٹ  
 جاتا ہو۔ وہ ایک نامدان بچہ کی طرح کبھی بے اختیار رو پڑتا ہو اور کبھی ہنسنے لگتا ہو۔ مگر نہ اس کے  
 رونے کا نہ شامعلوم ہوتا ہو نہ ہنسنے کا پس ممکن ہو کہ شاعر کے کلام میں ایسی بے جوڑ باتیں دیکھ کر  
 لوگ تعجب ہوں۔ مگر جب تک شاعر کا سادہ اُن کے پہلو میں اور دیکھا ہی نہ جائے ان کے دلغ

مین ہوان کا تعجب رفع ہونا مشکل ہو۔

بہریر شلخ گل افی گزیدہ لبسل را      نواگران خورہ گزند را چہ خبر

یہ چند اصول جو او پر بیان کیے گئے اُن سے یہ سمجھنا چاہیے کہ نکتہ چینون کی زبان بند کرنی مقصود ہو کہ چونکہ جسطرح فوارہ روکنے سے زیادہ زور کے ساتھ اُچھلتا ہے اسی طرح نکتہ چینون کی زبان بند کرنے سے اور زیادہ کھلتی ہو۔ دوسرے نکتہ چینون سے کان اس قدر ماتوس ہو گئے ہیں کہ جسطرح توپ خانہ کا گھوڑا توپ کی آواز سے کبھی کان نہیں ماتا اسی طرح مصنف نکتہ چینون کے شور و غل کی کچھ برداشت نہیں کرتے پس اُنکی زبان بند کرنا کی نہ طاقت ہو نہ ضرورت۔ البتہ ضرورت وقت اس امر کی مقتضی تھی کہ دیباچہ مین یہ چند باتیں بتادی جائیں۔ ظاہر ہو کہ سولیزیشن جسکو شعر و شاعری کا قاتل کہا جاتا ہو اس کا پرچھاوان اس ملک پر بھی پڑنے لگا ہے شعر جسکو مدرسہ مین لیجانے کی اجازت نہ تھی اس کو زبردست زیادہ تر مدرسہ کے ساتھ پالا پڑتا جاتا ہو تعلیم ایسے عقل و دانش کے پتلے جوق جوق اور فوج فوج پیدا کر رہی ہے جو شعرا کے نزدیک ذوق معنی سے ایسے ہی بے بہرہ ہیں جیسے شعرا کے نزدیک عقل و دانائی سے۔ اُن پر شعرا بھی اثر نہیں کرتا جتنا کہ عرب کے ادب پر حدی خوان کی آواز اثر کرتی ہو۔ غرض کہ شاعرانہ مذاق یو بافیو مالک سے مفقود ہوتا جاتا ہو۔ اور ایسی علامتیں موجود ہیں جن سے پایا جاتا ہو کہ ہماری شاعری کا چراغ بہت جلد ہمیشہ کے لیے گل ہو گیا ہو۔ پرانی شاعری باقی رہتی نظر آتی ہو اور نہ نئی شاعری آگے چلتے معلوم ہوتی ہو۔ ایسی حالت مین دیوان شایع کرنا اور شاعری کے متعلق کچھ اصول بیان نہ کرنے ایسی بات تھی جیسے چین مین عبرانی بائبل شایع کرنی۔ اسی لیے مقدمہ مین مطلق شاعری پر کسی قدر تفصیلی بحث پہلے ہو چکی ہو اور چند باتیں جو خاص اس مجموعہ سے علاقہ رکھتی تھیں وہ اب دیباچہ مین بیان کی گئیں لیکن اگر غور کیجیے تو ان میں سے کوئی چیز بھی غمروزی نہ تھی۔ مقدمہ اور دیباچہ لکھنا تو درکنار سرے سے

۱۰ یہ اشارہ ہے اس مشہور مقولہ کی طرف کہ شعر مراد مدرسہ بہتر ۱۲

شعر کہنے ہی کی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

”آئینہ مادر کارداریم اکثری در کار نیست“

مگر بدبر السموات والارض نے اس خرابہ آباد ناگی رونق اور بہار ہماری اسی غفلت و نادانی پر موقوف رکھی ہو کہ دن رات یہاں کے گورکھ دھندوں میں اٹکے رہیں دھوکے کو حقیقت اور خواب کو بیداری سمجھیں اور جس کو شمش و جانفشانی کے ساتھ کہ مگر اسی سر پر اپنے بودے اور کمر درجائے کے پورے میں سرگرم رہتی ہو اسی کو شمش و جانفشانی کے ساتھ ہم بھی اپنی بے بنیاد اور پادرمیاء عمارتیں چنتے رہیں یہاں تک کہ فنا ہو جائیں۔

در کار خانہ کہ بنائیش غفلت است	ہشیا ز رستین بقانون حکمت است
تدریج و تفتہ فی الحجاۃ کما	و حاحۃ من عاشر لا تقضے
و یسلب الموت اتقوا	و یمنع الموت ما یشتے
تמות مع الموم حاحاۃ	و یبقی لہ حاحۃ ما یبقے

۱۔ ترجمہ ہم اپنے کاموں میں صبح و شام سرگرم ہیں، اور جو شخص زندہ ہو اس کا کام ختم نہیں ہو سکتا، موت ہی اس کے کپڑے اتروائے گی اور موت ہی اس کی خواہشوں کا خاتمہ کرے گی، انسان کی خواہشیں اس کے ساتھ ہی رہیں گی جب تک اس کا زندہ ہو کوئی نہ کوئی خواہش اس کے ساتھ لگی ہوئی ہو۔ ۱۲

# قطعات

## چھوٹوں کا بڑا بن جانا

چند خطوط اک دانا نے  
 دیکھ لو ان میں جتنے ہیں خط  
 ہے کوئی جو بے ہاتھ لگائے  
 ایک نے جتنے خط تھے بڑے  
 جب نہ رہا وہاں پیش نظر  
 دیکھا اکٹھا کر آنکھ جدمر  
 کل کی ہو باروبات کہ تھی  
 قوم میں جیسا حال ہے اب  
 تھے موجود ادیبوں میں  
 منشیوں میں ایسے تھے بہت  
 شعر میں تھے استاد اکثر

کھینچ کے یاروں سے یہ کہا  
 کوئی ہے چھوٹا کوئی بڑا  
 دے یونہی چھوٹے خط کو بڑھا  
 اٹھ کے دیا ایک اک کو سٹا  
 خط کوئی چھوٹے خط کے سوا  
 ہٹا دہی چھوٹا وہ ہی بڑا  
 قوم میں باقی جان ذرا  
 آدمیوں کا کال نہ بھٹا  
 اخل و عشی کے ہمتا  
 جن پہ کہ نازان تھی نشا  
 سحر بیان اور نکتہ سرا

لے گئی ان کو آخر کار  
اہل ہنس کا نام و نشان  
حالی و زید و عمر بنے  
اب چاہو استاد گنو  
ہم ہین وہی ناچیں مگر  
کئی نام کوٹ الگ الگ

### شعر کی طرف خطاب

اے شعر و لہریں نہ تو تو غنیمتین  
صنعت پہ ہو فریفتہ عالم اگر نام  
جو ہر ہے راستی کا اگر تری نشین  
حسن اپنا گرد لکھا نہیں سکتا جان  
تو نے کیا ہے بحر حقیقت کو موج خیز  
دہ دن گئے کہ جھوٹ تھا ایمان شاعری  
اہل نظر کی آنکھ میں رہنا ہو گر عزیز  
ناک لہری دو اسے تری گر چھائی ہو  
چپ چاپ اپنے سج سے کیو جا دلون ہین مگر  
جو نامہ ہین اُن کو بتا دینکے راہ  
عزت کا بھید ملک کی خدمت میں نہ چھپا  
اے شعر راہ راست پہ توجہ کہ پڑ لیا  
کرنی ہو فتح گر نئی دنیا تو نے نکل  
ہوتی ہو سچ کی قدر پہ ہر قید ریون کہ بعد

پر تجھ پہیت ہو جو نہ دل گداز تو  
ہاں سادگی سے آئیو اپنی نہ باز تو  
تسین دوز گار سے ہے بے نیاز تو  
آپے کو دیکھ اور کر اپنے پہ ناز تو  
دھوکے کا غرق کر کے رہیگا بہار تو  
قبلہ ہو اب اُدھر تو نہ کجوشاز تو  
جو بے بصر ہین اُن سے نہ رکھ ساز تو  
معذ ورجان اُن کو جو ہر چارہ ساز تو  
اوجھپا ابھی نہ کر علم اتسبیاز تو  
گر چاہتا ہو خضر کی سرور راز تو  
محمود جان آپ کو کہ ہے ایماں تو  
اب راہ کے نہ دیکھ نشیب فراز تو  
بیرون کا ساتھ چھوڑ کے اپنا بہار تو  
اسکے خلافت ہو تو سمجھا سکو شاذ تو

جوت لودان ہوا اپنا اُسے مغنتم سمجھ  
حالی کو تجھ پہ ناز ہو کر اُسچ ناز تو

## مشاعرہ کی طرح پر غزل نہ لکھنے کا عذر

ہوئی ریمان جوانی کی بہار آخر حیف  
اپنی روداد تھی جو عشق کا کرتے تھے بیان  
اب کہ الفت ہو نہ چاہت نہ جوانی نہ اُمنگ  
گر غزل لکھیے تو کیا۔ لکھیے غزل میں آخر  
آپ بیتی نہ ہو جو۔ ہے وہ کہانی بے لطف  
ہاں گر کیجیے کچھ عشق کا غیروں کے بیان  
کھینچے وصل صنم کی کبھی نہ رضی تصویر  
تاکہ بھڑکائے جوانوں کے دل آتش کی طرح  
پر یہ ڈر ہو کہ میں اپنی بھی وہی ہوں نہ مثل

طبع رنگین تھی سے عشق کی جب متوالی  
جو غزل لکھتے تھے۔ ہوتی تھی سراسر حالی  
سر ہو سودا سے تھی عشق سے دل ہو خالی  
نہ رہی چیز وہ مضمون سو جھانے والی  
گرچہ ہوں لفظ صبح اور زبان ٹکسالی  
لائیے باغ سے اور دن کے لگا کر ڈالی  
کیجیے درد جدائی کی کبھی نفستالی  
وہ ہو جس سے وماغ اپنا ہوا ہو خالی  
غیر چون پیر شود پیشہ کند دلالی

## نکتہ چینی

باسنے بیٹے کو سمجھا یا کہ علم و فضل میں  
کیجیے تصنیف اور تالیف میں سعی و بلوغ  
دیکھئے معنی کے نظم و نثر میں دریا ہوا  
اور نہ ہو اگر شعرا کی لیاقت آپین

جسطح بن آئے بیٹا نام پیدا کیجیے  
اس میں ایک اپنا پسینا اور لو کر دیجیے  
اور سخن کی داد ہر پیر و جوان سے لیجیے  
شاعروں اور نثیریوں پر نکتہ چینی کیجیے

## بے تمیزی ابنائے زمان

از رہِ فخر آگینہ سے پہیرے نے کہا  
ہر وجود اسے بتدل تیرا برابر اور عدم

تیرے پائے کی خوشی کچھ اور نہ کم ہونیکا غم  
استحان کے وقت کھلیتا ہوسب تیرا بھرم  
گو کہ ہے تیرا مجھ سے بڑا بڑا غم  
ہیں بتھرا لیے اس بازار ناپرساں میں کم  
تجھ سے اے الماس لیکن اچھے پڑھتے ہیں ہم

جنس تیری کس پیرس اور قدر قیمت کی ہی ہج  
دے کے دھوکا تو اگر الماس بجالے تو کیا  
سکر اگر آگینہ نے یہ میرے سے کہا  
مجھ میں اور تجھ میں مگر کر سکتے ہیں جو امتیاز  
تیرے جو ہر گونہ میں موجود اپنی ذات میں

## ایک خود پسند امیر زادہ کی تضحیک

تھا خدنگ انگنی کا شوق کمین  
لازمی ہیں۔ وہ اسپین بھی رہتین  
اس پھتا خود پسند اور خودین  
علم تیرا مکان میں اپنے تین  
ہو گیا تھا ہنر کا اپنے یقین  
جب کہ تھے ساتھ سب جلسین قرین  
کر رہے تھے خوشامدی تحسین  
جبہ تحسین ہوئی نہ ذہن نشین  
پائے سب بے اصول بے آئین  
تیرا آماجگہ کے کوئی مسترین  
ایک جاتا تھا چھٹ سوے میں  
رکھ کے بالاسے طاق سب تمکین  
لوگ کرتے رہے چنان و جنین  
کوئی تج کو جنون ہے اے مسکین

کہتے ہیں اک امیر زادہ کو  
خصلتیں جو امیر زادوں میں  
گو کہ رکھتا نہ تھا ہنر کوئی  
کچھ نہ تھا پر سمجھتا تھا سب کچھ  
واہ واسنتے سنتے یاروں کی  
انگریز ایک دزدان میں  
مشق تیرا انگنی میں تھا بصورت  
آکے دیکھا جو اک ظریف نے حال  
تیرے جتنے کمان سے چھوٹے  
جا کے بھولے سے بھی نہ پڑتا تھا  
ایک جاتا تھا چھٹ سوے شمال  
کچھ جو شوخی ظریف کو سوچھی  
خاک تو دے پہ جا کے ہو بیٹھا  
ناوک انداز بولا حبتلا کر



یا خفا ہو کے گھر سے آیا ہے  
عرض کی چارہ کیا ہو اسکے سوا  
زرد سے ان بے پناہ تیرون کی  
مجھ کو ہر پھر کے شش جہت میں حضور

یا کہ دد بھر ہے تجھ کو جان حزین  
جبکہ جاے گریز ہو نہ کسین  
کسین جان دار کو امان نہیں  
امن کی اک جگہ ملی ہے ہمیں

## پولٹیکل اسپین

لے بزم سفیرانِ دُول کے سخن آرا  
یہ سچ ہو کہ جادو ہر بیان میں کر لیکن  
ظاہر ہو نہ غصہ میں بیان سوزی بخش  
ہے دلمین نہان ایک شکایات کا طوا

ہر خور و دکلان تیری فصاحت پہ فدا  
کچھ سحر بیانی کا تری ڈھنگ نیا ہے  
لطف میں کچھ طر بیان اس سو جد ہا  
اور لب پہ جو دیکھو تو نہ شکوہ نہ گلا ہو

جو صلح کی باتیں ہیں ہین ہندو شیرین  
گر سوچے تو سیکر دین پہلو ہین مفر کے  
دل کی تری ہوتی نہیں معلوم کوئی بات  
کھلتا نہیں کچھ اسکے سوا تیری بیان سے

اور سینے تو نہ خیر دن سے ہر قول بندھا  
گو نکا نہیں گویا نہیں کیا جانیے کیا ہو  
اک منہ ہو خوش لہجہ کہ کچھ بول رہا ہو  
انسان کو اخفا کے لیے لطف ملا ہو

تھے لب پہ اظہار پہ آب آکے کھلائے

## بدی کر کے نیک نامی کی توقع کھنی

نامتصف بے رحم تھا اک ضلع کا حاکم  
جب دورہ کو اٹھتا تھا تو دیہات میں جا کر  
ہین پر گنہ کے لوگ سمجھتے ہمیں کیسا  
کھنی اس کی مثال ایسی کہ اک شخص ہر آواز

بڑا دسے نالان کھنی بہت جیسے رعیت  
تھا پوچھتا ایک ایک سے ازراہ شرارت  
کر لے ہین ہماری وہ ستائش کہ مذمت  
جبکہ خود آواز سے کھنی اپنی کراہت

گاتا تھا کھڑا ہو کے اور آواز کے پیچھے ہر بار لپکتا تھا بعد تیزی و سرعت  
ہو رہا تھا کہ یہ معلوم کہ ہے دور سے میری آواز خوش آئند دیا قابل نفرت

## تفاخر سے نفرت کرنے پر تفاخر

زاہد نے کہا "زینت و اسباب پہ چولوگ اتراتے ہیں۔ اک آنکھ مجھے وہ نہیں بھاتے  
حالی نے کہا جن کو ہوا ترلے سے نفرت اتر کے وہ اس طرح نہیں ناک چڑھاتے

## سید احمد خان کی تکفیر

مختلف اقوال ہیں اسلام کی تعریف میں بعض کے نزدیک تو حیدر اسکی حد تمام ہے  
ہے مگر محمدؐ کے نزدیک مرد و قول جو میں قائل اس کے اُن پر کفر کا الزام ہے  
کیونکہ اسے ماننا پڑتا ہے اُس رحمت کو عام جس سے غیر اہل قبلہ جو یہ وہ کام ہے  
بعض کہتے ہیں کہ شر سے تیرے سب سے پہلے بس مسلمان و دین اری اسکی نام ہے  
پر یہ حد بھی جامع و مانع نہیں انھوں کہتے ہیں اسلام جو سمجھ اُسے وہ خام ہے  
ایمنی کا مستحق ہے خاکسراپنا گروہ اور سب کا لفظ یا راغیا سب کو عام ہے  
بعض کہتے ہیں شعار اسلام یہ ہے کہ لباس جو لباس میں تلے ہیں کچھ اور بعض فرماتے ہیں کچھ  
بعض تلے ہیں کچھ اور بعض فرماتے ہیں کچھ نہیں بلکہ منصوص ہو لیکن بیان کرنا ضرور  
اہل حل و عقد میں ایفق اس اور پر سید احمد خان کو کافر جاننا اسلام

## قرض لیکر حج کو جا شکی ضرورت

قریب موسم حج۔ قرض لے کے اک دیندار چلا بہ نیت حج۔ مگر سے سے نیت اللہ

سے  
اقوال  
عقلمند  
سے  
راہ  
اسکون  
نقص  
۱۲

کہا یہ اس سے اک آزاد نے کہ اے حضرت  
کہ قرض لیکے چلے ہیں بھڑوسے مجاز  
ندان و نفقہ، فرزندوں سے حنا طرح  
سنا یہ۔ اور بہت ترشش ہو کے مندرایا  
وہ بادشاہ کہ جو دشمنوں کو دیتا ہے  
خبر نہ لے گا وہ کیا اپنے مہمانوں کی  
جنھیں فراغت تنگی میں ہو اُسی سے مہد  
وہ سن کے بولا کہ ناخواندہ مہمانوں کو  
ذلیل ہوتے ہیں جو بن بلائے جاتے ہیں  
پس کے شیخ نے دیکھا ادھر ادھر کہ کہیں  
بلا کے پاس پھر آہستہ اُس سے مندرایا  
قدم پونچھے جہاں تک ہیں بچتہ کاروں کے  
نہا کے حکم ہیں مہنی مستام حکمت پر  
نماز و روزہ ہو۔ یا ہر طواف و سرفروغ  
پرستی سوج ہو وسیلے معاش کے ہیں تلام  
مگر سلیقہ و تدبیر شرط ہے۔ ورنہ  
یہ کہنے سننے کی باتیں نہیں ہیں برخوردار

کیا ہے آپ کو شاعر نے جبریا اکراہ  
وطن میں چھوڑ کے اطفال کو بجالا تباہ  
نہ زاد و راحلہ کا ساندہ برگ خاطر خواہ  
کہ روکتا ہے مسلمان کو جس سے لے گراہ  
نگین و خاتم طیل و نشان تخت کلاہ  
پہنچتے جو کہ ہیں طے کر کے تہ کو سر کی راہ  
جنھیں سلامت آفت میں ہو اُسی کی پناہ  
امید لطف کی رکھنی ہے میربان سے گناہ  
طفیلیوں کی نہیں دعوتوں میں عزت و جاہ  
ہو مدعی نہ جس میں بیان کوئی اہم کرد  
ابھی زمانہ کی جالوں سے تو نہیں آگاہ  
جو ان خام کی دانک انہیں پہنچتی نگاہ  
فتوح جنہیں ہو دنیا و دین کی خاطر خواہ  
حصول جیسے کہ ہوتا ہے ان سے قریب الہ  
نہ جنہیں چاہیے محنت نہ کیشش جا نگاہ  
ہزاروں پھرتے ہیں حجاج سادہ کوچ تباہ  
وگر نہ علم معیشت وسیع ہے و اللہ

## آزادی کی تدبیر

قدردان اُن سے بہت بھگوان آزادی کے ہم  
قدر آزادی کی جتنی ہو اتنی ہے کم

ایک ہندی نے کہا۔ حامل ہو آزادی جنھیں  
ہم کہ غیروں کے سدا محکوم رہتے آئے ہیں

میں کو ہے زیادہ مست دردینا رو درم  
دیگا قیدی سے زیادہ کون آزادی پیم  
ہے سقر موری کے گھڑے کے لیے بلغ ارم

عافیت کی قدر ہوتی ہے مصیبت میں ہوا  
تعرف الاشیاء بالاضداد ہے قول حکیم  
سن کے اک آزاد نے یہ لات چکے سرگما

## انگلستان کی آزادی اور ہندوستان کی غلامی

یاں غلام اگر کرامت ہو یا انگلستان کی  
اور کٹکر پاؤں سو ایک اک کے طیری گر پٹی  
کم نہیں کچھ قلب باہیت میں ہندستان بھی  
وہ رہے ہو کر غلام۔ اسکی ہوا جنکو لگی

کتے ہیں آزاد ہو جاتا ہو جب لیتا ہوا  
اسکی سرحد میں غلام نے جو ہیں کھا قدم  
قلب باہیت میں انگلستان ہے گر کیما  
آن کر آزاد یاں آنزاورہ کتا نہیں

## سید احمد خان کی مخالفت کی وجہ

کس لیے سید سے صاف امی حضرت اللہ نہیں  
ثابت اسلام اسکا نزدیک کر گیا نہیں  
اور سلوک اسلام سے خود آپ کا اچھا نہیں  
اور الودیت سے بھی دل جمع حضرت کا نہیں  
پھر سید پر تبر آپ کو زیبا نہیں  
بات یہ ہو سن اوصاحب تم سے کچھ پردہ نہیں  
بلکہ ساری کوفت ہو اسکی کہ میں دیکھا نہیں

سید احمد خان کے اک شکر سیر پوچھا کہ آپ  
کافر و ملحد ہمیشہ اسکو بھیراتے ہیں آپ  
آپ بھی (نام خدا) میں تارک صوم و صلوۃ  
و دینوت پر تھے ہیں ہم نے ایراد آپ کے  
چشم بدور آپ کا بھی جب کہ ہو مشرب و سخیج  
سن کے فرمایا اگر ہو پوچھتے انصاف سے  
بچ کچھ اس کا نہیں عجب کہ وہ ایسا ہو کیون

سلہ یعنی جسطح موری کے کپڑے کو موری میں آباد ہوا اور وہاں سے کہیں جاتا تو نہیں پاتا ہوا موری میں  
جو تو میں ہمیشہ محکوم رہتی چلی آتی ہیں وہ غلامی ہی میں خوش رہتے ہیں۔

## خط اہل اللہ

کل خانقاہ میں تھی حالت عیلائی  
 جو تھا سو شہم پر غم اپنا تھا یا پر یا  
 دنیا سے اٹھ گئے سب تھے مریدِ حق  
 یہ کہ کے شیخ کا دل میساختہ بھرا یا  
 ہمنے کہا مریدی باقی رہی نہ میری  
 یہ کہ کے ہم بھی روئے اور اسکو بھی نہ لایا

## نو کروں پر سخت گیری کر نیک انجام

ایک آقا تھا ہمیشہ نو کروں پر سخت گیر  
 در گذر تھی اور نہ ساتھ انکے رعایت تھی کہیں  
 بے سزا کوئی خطا ہوتی نہ تھی انکی معاف  
 کام سے مہلت کبھی ملتی نہ تھی ان کے تین  
 حسن خدمت پر اصدانہ یا صلہ تو درکنار  
 ذکر کیا نکلے جو پھوٹے منہ سے اس کے آفرین  
 پاتے تھے آقا کو وہ ہوتے تھے جب اس کو دچا  
 نکلے پھوٹے منہ چڑھا۔ مانتھے یہ اہلِ سرو چین  
 تھی نہ جز خواہ نو کر کے لیے کوئی فوج  
 آکے ہو جانے تھے خائن کہ ہوتے تھے دین  
 رہتا تھا اکا ک شہ لڑنا نہ نو کر کے پاس  
 فرض حسین نو کر اور آقا کے ہوتے تھے تعین  
 اگر رعایت کا کبھی ہوتا تھا کوئی خواستگار  
 زہر کے پیتا تھا گھونٹ آخر بجائے نگہین  
 حکم ہوتا تھا شہ لڑنا نہ دکھلا دھمیں  
 تاکہ یہ درخواست۔ دیکھیں حاجی ہو یا نہیں  
 وہ ان سواستخراہ کے۔ تھا جبکا آقا زمرہ دار  
 تھیں گرین جینی وہ ساری نو کر کے دیکھتین  
 دیکھ کر کاغذ کو ہو جاتے تھے نو کر لاجواب  
 ان سواستخراہ کے۔ تھا جبکا آقا زمرہ دار  
 ایک دن آقا تھا اک منہ زور گھوٹے پر سوار  
 وقت قابو سے باہر ہو کے بھبا گارا ہوار  
 کی بہت کوشش چھوٹی پاؤں سے لیکن کاب  
 تھا مگر سائیس ایسا سنگدل اور بیونا  
 اور اگر اسوار صدر زمین سے بالائے زمین  
 کی نظر سائیس کی جانب کہ ہوا اگر زمین  
 دیکھتا تھا اور ٹس سو مس نہوتا تھا زمین

دور ہی سے تھا اُسے کا خذ و کھا کر کھد  
دیکھ لو سرکار اس میں بشرط یہ کھی نہیں

## نیشن کی تعریف

یہ ہے مانی ہوئی جمہور کی راہ  
کہ نیشن وہ جماعت ہے کم از کم  
مگر وسعت سے بعضوں نے دی ہو  
وہ نیشن کہتے ہیں اُس بھڑک کو بھی  
زبان اس کی نہ ہو مفہوم اُس کو  
جو واحد لا شریک اس کا خدا ہو  
اسی پر ہے جہان کا اتفاق اب  
زبان جسکی ہو ایک اور نسل و مذہب  
نہیں جو اُسے میں اپنی مذہب  
کہ جسمیں وحدت میں مفقود ہوں سب  
ہوں آدم تک جدا سب کے جدا اب  
تو لا کھوں اُس کے ہوں معبود اور

## صفائی نہ رکھنے کا عذر

راہ سے گزرا کہیں سیلا کچھلا اک غلام  
عرض کی ایک اک وہاں جو جن کا ملک غیر  
جو ہیں آزاد ادب صفائی کا نہیں رکھتے خیال  
کیونکہ جسم آدمی میں شپیں اہل معرفت  
اُس کے میلے پن پر لوگوں نے ملاست اسکو کی  
اختیار اسکی صفائی کا نہیں رکھتے رہی  
عذر میلے پن کا شاید وہ بھی رکھتے ہوں یہی  
کوئی چیز اس کی نہیں رہے انت گور کی

## دلی کی شاعری کا منزل

اک دوست نے حالی کے کہا از رو نصائح  
چند اہل زبان جنکو کہ دعویٰ تھا سخن کا  
شاعر کو یہ لازم ہے کہ ہر اہل زبان سے  
معلوم ہے۔ حالی کا جو ہے مولد و منشا  
کہرتے ہیں ہند اہل زبان اس کے سخن کو  
بوسے کے نہیں جانتے تم شعر کے فن کو  
ہو چھوڑ نہ گئی غیر زبان اُس کے نہیں کو  
اُردو سے پہلا واسطہ حضرت کے وطن کو

اُردو کے دھنی وہ ہیں جو دتی کو اینٹوں سے  
 بیل ہی کو معلوم ہیں انداز چمن کے  
 حالی کی زبان گزیش نہ سر لین ہو  
 ہر چند کہ صنعت کے بنائے کوئی نافر  
 مانا کہ ہے بیاختہ بن اُسکے بیان میں  
 یہ دو سنے حالی کے سنی جب کہ تعلق  
 کچھ شعر تھے یاد اُن کے پڑھے اور یہ پوچھا  
 سچ یہ ہے کہ جب شعر ہوں سرکار کے ایسے  
 حالی کو تو بدنام کیا اُس کے وطن نے

پنجاب کو مس اس سے نہ پورب دکن کو  
 کیا عالم گلشن کی خستہ زار و زغن کو  
 خالص نہ تو کیجیے کیا لے کے لبن کو  
 پہونچے گا نہ وہ نافہ آہوئے حستن کو  
 کیا پھونکیے اس ساختہ بیاختہ پن کو  
 حق کہنے سے وہ رکھ نہ سکا باز دہن کو  
 کیوں صاحبِ عزت اسی اُردو سے ہر فن کو  
 کیوں آپ لگے ماننے حالی کے سخن کو  
 پر آپ نے بدنام کیا اپنے وطن کو

### بیٹیوں کی نسبت

جاہلیت کے زمانہ میں یہ بھی رسمِ عرب  
 گدل باپ سے گئے سے لیکر ان کی  
 رسم اب بھی ہی دنیا میں ہو جا رہی لیکن  
 لوگ بیٹی کے لیے ڈھونڈتے ہیں جب پیوند  
 ایسے گھر یا ہے بیٹی کو جو ہو آسودہ  
 جانے پہچانے ہوں سرھانہ کے سا گردن  
 ایک ہی شہر میں ہوں دونوں گھرانے آباد  
 جتنے جی مرگئی بس ان کی طرت سے گویا  
 چھان بین اسکی تو کرتے ہیں کہ گھر کیسا ہو  
 ہر مزاجی ہو۔ جہالت ہو۔ کہ ہو بد چلنی

کہ کسی گھر میں اگر بیتی تھی پیدا دختر  
 گاڑ دیتا تھا زمین میں کہ میں زندہ جا کر  
 جو کا نہ ہے میں سے کے نہیں کچھ انکو خیر  
 سب سے اول انھیں ہوتا ہے یہ منظور نظر  
 اور مرد و مہر سے جو ذات میں ہوا تفضل تر  
 اُن کے معلوم ہوں عادات و خصائل کس  
 دونوں۔ نزدیک قرابت میں ہوں باہر گر  
 جاسکے پر دیس میں بیٹی کو دیا یاہ اگر  
 پر نہیں دیکھتا یہ کوئی کہ کیسا ہو پر  
 کچھ بُرائی نہیں۔ ڈھونڈتا ہو داماد اگر

وہ ہی ناشدنی دیرت ہو جس کے کارن  
جاہلیت میں تو بھٹی اک یہی آفت کہ وہاں  
ساتھ بیٹی کے گراب پدر و ما در بھی  
اپنا اور بیٹیوں کا جبکہ نہ سوچیں انجام  
بکریاں بھیڑیوں سے پاتی ہیں پیوند اکثر  
گاڑو سجاتی تھی بس خاک میں تنہا دفن  
زندہ در گورسدا رہتے ہیں اور خستہ جگر  
جاہلیت سے کہیں ہو وہ زمانہ بدتر

### سید احمد خان کی تصانیف کی تردید

اک مولوی کہ تنگ بہت تھا معاش سے  
وہ شہر شہر نوکری کی ٹوہ میں پھیرا  
اخبار بھی نکال کے بخت آزمائی کی  
روزمی کی خاطر اس نے کچے سیکڑوں جتن  
راہ طلب میں جب ہوئی سرشتگی بہت  
جھک کر کہا یہ کان میں اُسکے کہ آجکل  
جا۔ اور لفظ لفظ کو اس کے چھپے ٹکر  
پھر دیکھنا کہ اس وچپ و گرد و پیش سے  
دنیا طلب کو چاہیے ایک مندریب ہو

برسون رہا تلاش میں وجہ معاش کی  
لیکن نہ اُس کے ہاتھ کہیں نہ کری لگی  
تدبیر یہ بھی اس کی نہ تقدیر سے چلی  
پرو کی کہیں نصیب سے اس کے نہ یاد رہی  
اک خضر بے بخشہ نے کی آ کے رہبری  
سنتا ہوں چھپ ہی ہو تصانیف احمدی  
تردیدا سکی چھاپ سے جو ہو مری بھلی  
لگتی ہو کیسی آ کے زور و سیم کی جھڑی  
دنیا پر جب تلک کہ مسلط ہے ابھی

### یقین

آتی نہیں ہے شرم تھے اسے خدا پرست  
جی میں ترے ہزاروں گذرتے ہیں سو سے  
تھے سے ہزار تر تہ بہتر ہے بت پرست  
وہ بانگتاہون سے مرادین ہے عمر بھر

دل میں کہیں نشان نہیں تیرے یقین کا  
ہوتی نہیں قبول تیری ایک اگر دعا  
جسکا یقین ہے تیرے یقین سے کہیں ہوا  
گو حاجت اس کی اُن سے ہوئی ہو نہ ہو



آتا نہیں یقین میں اس کے کبھی قصور  
امید اسکی روزِ فردن ہے اور التجا  
تو بندہ غرض ہے۔ وہ راضی رضا پہنچو  
وہ ہے کہ یہ ہے بندگی و اسے بندہ خدا

## استفادہ

لیجئے بھیک دو درگزر گریہ گد اگری کا یہ  
جس سے ملے جہان ملے جوئے اور جہے  
ہے یہی اصل انساب۔ ہو چو سب مستفید  
زک ملے یا سزا ملے۔ درش ادب ملے

لایق آدمی دوست اور دشمن دونوں سے  
فائدہ اٹھا سکتے ہیں

قول ایک حکیم کا ہے کہ "گر غور کیجئے  
اول تو سوچتا ہی نہیں عیب دست کو  
پیر ایک بار دشمن اگر دیکھ جائے عیب  
دشمن سے بڑھ کے کوئی نہیں آدمی دوست  
اور دوست سے زیادہ نہیں کوئی پرگال  
گو قول ہے متین پہ جو تھی سخن کی تہ  
دشمن کے جو کہ طعن سے ہوتے ہیں مستفید  
اور جو کہ دوست سے نہیں سن سکتے اپنے عیب  
جن کو خدا نے جوہر قابل دیا ہے یا ن

ہے حق میں سب کے دوست کے دشمن یہ مفید تر  
اور سوچتا ہے تو نہیں لاتا زبان پر  
سو سو طرح سے وہ اُسے کرتا ہے جلوہ گر  
منظور اپنے حال کی صلاح ہو اگر  
رکھتا ہے جو کہ دوست کے عیب اُس سے مستتر  
افسوس ہے حکیم کی پہنچی نہ و انظر  
عیب انکے دوست کیوں نہ جتا بیگے بے خطر  
وہ دشمنوں کے طعن سے کیا ہونگے بہرہ ور  
موقوف عبرت انکے نہ دشمن نہ دوست پر

## سغن بازی

ہے مرد سغن ساز بھی دنیا میں عجب پسند  
موجود سغنگو ہوں جہان ان میں طیب آپ  
پاؤ گے کسی فن میں کہیں بند نہ اُس کو  
اور جاتے ہیں بن آپ طیبوں میں سغنگو  
دونوں میں سے کوئی نہ تو آپ ہیں سبگو  
پر پہنچ ہیں جس وقت کہ موجود ہوں دو تو

## عقل اور نفس کی گفتگو

نفس کو عقل نے چاہا کہ اسے خواہد زون  
کہا اسے نفس نہیں تجھ میں آل ماندنی  
ہے غنیمت تجھے وہ رات کی دم بھر کی خوشی  
سودے کچھ تجھے رغبت نہ دیان سے پرہیز  
نہیں غفلت میں تجھے دین نہ دنیا کی خبر  
نہ جوانی میں تجھے صبر نہ پیری میں شکیب  
کہیں جائے نہ بھٹک منزل مقصود سے تو  
ہاتھ دھو لذت ثانی سے۔ نہیں گر منظور  
نفس نے عقل سے کی عرض کہ اے خضر طریق  
پر نہیں حکم ترا کوئی۔ عمل کے متاثر  
نقد کو چھوڑنا اور پسیدہ کی رکھنی امید  
ہے یہ ایک نیک مری لذت ثانی وہ بلا  
ایک باب بھوکے سے کہتا ہو کہ اے قاطع عام  
کہو کہ امید پہ اک ماندہ نعمت کی

اپنے دعووں پہ بیان کر کے دلیل مہربان  
درد میں تیرے۔ اسی واسطے سبے دربان  
جس کا آئینہ نظر تیرا صبح زیاں  
تیرے نزدیک ہو درد اور دوا سب کیساں  
یہ بھی ہے نیند کوئی نہ موت کا ہو چہرہ گمان  
کبھی ہوتا نہیں کم تیری خودی کا طوفان  
دیکھ جاتا ہو کہ ہوا اور شگے جانا ہے کمان  
عیش باقی و حیات ابدی سے حیران  
و غلط پتیرے ہو دنیا کہ خدا کیجے جان  
گو کہ حکمت سے بھرا تیرا سر ہے بیان  
کوئی تسلیم کرے گانا سے جسے نادان  
سو حیاتیں ابدی تیری ہیں جہر قربان  
ایک مہولے کرتا ہو پس از سال روان  
سال بھر صبر کرے گسنگی میں انسان

عقل نے سُن کے کہا خون ہر جھکے انفس  
حزیرہ تیرا جھکے دیکھے نہو نچائے کہاں  
حق کے پیرایہ میں ہوتا نہیں باطل سرسبز  
کیجئے لاکھ بیان اس پر ذلیل و برہان  
جان بلب بھوک سے ہو گرسنہ بالفرض اگر  
زہر دانستہ کرے نوش نہیں یہ امکان  
نہ کہیں بھوک میں کھا بیٹھو یہ لقمہ افتد  
اسکے کھا نہیں نہیں جان کی خیر ادا دان

## عادت کا غلبہ عقل پر

دیکھ عادت کا تسلط میں نے عادت سے کہا  
گھیر لی عقل صواب اندیش کی سب نے جلائے  
ہنسکے عادت نے کہا کیا عقل ہر جھکے الگ  
میں ہی بنجاتی ہوں دان فتنہ رفتہ عقل دلائے

## شعر کو سلطنت میں دخل دینا

سنتے ہیں یہ اک مُدبر کی ہے رائے  
”چاہیے گریون علم زبان  
شاعر و دن کو سلطنت کا کچھ رکن  
جنہاں ہر کسی سب کا نہیں ہیں عیان“  
راے صاحب ہو بظاہر اور مشین  
گو کیا اس کا نہیں کچھ امتحان  
شعر و انشا کو تو ہو شاید فروغ  
ہو بہت کم برخلاف اسکے گمان  
سلطنت کا پر خدا حافظ ہو جب  
شاعر و دن کے ہمدستان  
اور جودہ شاعر ہیں ہندوستان کے  
ایک پر انہیں سے چل سکتا نہیں  
ایک جب چلنے نہ دیگا ایک کی  
دوسرے کا جادوے حسن بیان  
پھر ترقی شعر و انشا کی کہاں

لوگ کسی کی خوبیاں سُن کر اتنے خوش نہیں ہوتے جتنے کہ اسکے عیب مُنکر

اپنے عیبوں کے ہیں ہم جتنے کہ ممنون حالی  
اس قدر خوبیوں کے اپنے نہیں شکر گزار

گو کہ کرتے ہیں تاسف کا بظاہر ظہار  
گر نصیبوں سے وہ افواہ غلط پالے قرار  
خوش تو پڑتی ہو بنیاتی انھیں صورتِ ناچار  
کہ لال اپنا چھپا سکتے نہیں وہ زہنِ سار  
فرض میں اپنے ہر سامان بہت کچھ تیار

لوگ جب عیب ہمارا کوئی سن پاتے ہیں  
پرخوشی کا ہر یہ عالم کہ ہورنج ان کو کمال  
اوپر جو ہو گوشِ زد ان کے کوئی خوبی اپنی  
دل میں ہوتا ہو مگر غم کا یہ عالم اُنکے  
عمرِ الحمد کہ مخلوق کے خوش کرنے کا

### شایستہ لوگوں کا برتاؤ سائل کے ساتھ

انگریز کے سوانہ کسی سے بھٹا مانگتا  
پوچھا کسی نے اُس سے کہ اسکا سبب کیا  
چھٹ جاتے تاکہ مجھ سے یہ پرکا سوال کا  
آتا تھا مانگنے میں بہت بھیک کے مزا  
منت سے عجز سے کبھی ملتا نہیں طحا  
گر چند روز اور رہا ان سے سابقہ  
کی آفرین اور اس سخنِ طلب نے بون کہا  
حق میں ترے مفید ہیں یہ اُن سے بھی سوا  
اہل وطن پہ اُن کی مگر جان ہے صدا  
دل بھائیوں پہ بھی نہیں ان کا پسچتا  
جتنے کہ یہ عزیز عزیز دن سے ہیں خفا  
شایستگی کا زہر ہے جب سے انھیں جڑ چھا

عادت تھی اک فقیر کی کرتا تھا جب سوال  
مدت تک اسکی جب یہی دیکھی گئی روش  
بولاکہ عادت اس لیے کی ہے یہ اختیار  
پہلے جو بھاگواؤں سے ملتی تھی روز بھیک  
پر جب سے ہو سوال کا اُس قوم پر مدار  
امید ہے کہ مانگنے کی چھوٹ جائے گت  
آیا جواب سن کے یہ اُس کا بہت پسند  
نیٹو ہیں جو کہ ملک میں تعلیم یافتہ  
انگریز اگرچہ ہند یوں کے حق میں ہیں بغیل  
پر جو کہ دیسیوں میں ہیں تعلیم یافتہ  
انگریز اتنے اجنبیوں سے نہیں نفور  
اہل غرض پہ کاٹنے کو دروڑتے ہیں یہ

اسراف

ایک مشرف نے یہ ممکن کہا  
کب تک اے نادان یہ خیال موز

تو جو یوں رکھتا ہے دولت جوڑو  
ہے سدا دنیا ہی میں رہنا مگر  
تینکے عسک نے کہا اسادہ لوح  
زر لٹا نا رائیگان اور اس قدر  
کچ ہی گویا نصیب دشمنان  
آپ کا دنیا سے ہے عزم سفر

## پاس نیکنامی

اے نیکنام شکر کر الدیر کا ادا  
جس نے بنایا نیک بھوک کے نیک نام  
ہوتا اگر نہ پاس تجھے نام نیک کا  
پھر دیکھتے کہ کرتا ہو تو کیسے نیک کام  
حاشا کہ بھوک خوب خدا کا ہوا سدا  
جتنا کہ خوف طبع و تشنہ خاص و عام

## عزور نیکنامی

گئی ہے حد سے گذر شیخ کی نکوئی  
گمان بد کبھی اس کی طرف نہیں جاتا  
جوئے عیب قسم سے بیان کر کوئی  
خود اسکو عیب کا اپنے یقین نہیں کرتا

## کالے اور گورے کی صحت کا مدیکل آسان

دو ملازم۔ ایک کالا اور گورا دوسرا  
تھے سول سرجن کی کوٹھی کی طرف دونوں دان  
راہ میں دونوں کے باہر ہو گئی کچھ مشت  
صد ہو چکا جس سے تلی کو بہت سکین کی  
ٹھوک کر کالے کو گورے نے تو اپنی راہ لی  
آخر ش کوٹھی پہ پڑ پڑ گیا کے دونوں پیش پس  
ڈاکٹر لے آئے، دونوں کی سنی جب سرگزشت  
دوسرا سپید۔ مگر پہلا سوار راہ ہوا  
کیونکہ بیماری کی رخصت کے لئے دونوں خجاستگا  
کو کھین کالے کی اک مٹکا دیا گورے نے ما  
آکے ٹھوڑے سے لیا سائیس اسکو اتار  
جوڑ کے صدر سے غش کا کو آ یا چند بار  
صدرب اپنے پاؤں اور مضرب ڈلی میں سوار  
تہ کو جا پہنچا سخن کی سن کے قصدا یکبار

دی سند گوری کو لکھ۔ تھی حسین تصدیقِ حق  
یعنے اک کالا جس گوئے کے گئے سے مرے  
اور کہا کالے سے "تکول نہیں سکتی سند  
ایک کالا پٹ کے جو گورے سے فوراً مر جائے

اور یہ لکھا تھا کہ سائل ہو بہت زار و نیاز  
کر نہیں سکتا حکومت ہند پر وہ زمیندار  
کیونکہ تم معلوم ہوتے ہو لفظ ہر جا زار  
آئے بابا اسکی پیاری کا کیونکر اعتساب

## خود ستائی

ایدل بشردہ کون ہی جو خود ستا نہیں  
جو زور خرد سے مغراہین راہ لوح  
جو ان سے تیز ہوش ہیں سو سطحِ سنہ  
کتاب ہے ایک کیسی حاققت ہوئی ہو آج  
کتاب ہے دوسرا کہ گیا ہو کے منفضل  
پردہ میں زیر کی کے چھپاتا ہو غل یہ  
کچھ اس لیے کہ ہم بھی انھیں جتن ہوتا  
کچھ اس لیے کہ اپنا ہوا اضمات آٹھ کا  
کتاب ہے ایک سا لاکھ نہ مانے بڑا کوئی  
کتاب ہے ایک گرو خوشا کا اور ہی  
دھوکا ہزار کا جس کے چھپاتا ہو حقیقت  
چپا پٹن رہا ہو کوئی اپنی خوبیاں  
کتاب ہے اس پر کوئی کہ حسین ظن ہو  
قانع ہو وہ انھیں پہ ہو دوستِ حقیقیان  
کتاب ہو زید و عمرو و عطاء و سادہ لوح

نیر خود ستا یوں کے ہیں عنوان جدا جدا  
کرتے ہیں خوبیاں وہ بیان اپنی بر ملا  
پردوں میں کھنڈتے ہیں اسی مضمون کو اور  
کبیل تھا ایک گھر میں سو سائل کو پیرا  
سائل کی ڈب میں بیٹو دیا مال جب تھا  
اور بیع کے ہو قوت جتا تا ہو وہ تھا  
اتن دن کی اپنے بہت کر تے ہیں ثنا  
سے ہیں اپنی قوم کی تنقیص جا بجا  
ہے عیب بیان کوئی کا ہم میں بہت بڑا  
پر جاتے آدمی کو ہیں کہہ کہہ کے ہم بُرا  
اور منہ سے وہ کہہ کے دکھاتا ہو وہ صفا  
یعنے کہ یہ بیان ہو سب راست اور بجا  
اک خاکسار کو جو دیا تم نے یون پڑھا  
اور چاہتا ہے یہ کہ ہو تعریف کچھ سوا  
کتاب ہو سب کو نیک وہ اچھا ہو یا بُرا

کستا ہو عمر و زید بھی کتنا ہو عینِ  
یہ اُس کا اور وہ اس کا بیان کر کے کوئی ب  
غیبت - امید ہو کہ نہ توئی جہانِ ہن  
حالی جو نہ ہو کھول ہے ہن جہانِ ک  
یعنی کہ لا کھڑ نہیں کوئی چھپاؤ عیب  
القصہ جسکو دیکھئے جاہل ہو یا حکیم  
بد ہو کہ نیک اسکی زبانِ سخن نہیں بجا  
ہر اک ہو اپنی اپنی بڑائی نہ سمجھتا  
ہوتا اگر یہ خاک کا پتلا نہ خود ستا  
شاید کہ اُس سے آپ کا ہو گایہ دعا  
اپنی نظر سے رہ نہیں سکتا کبھی چھپا  
آزار میں خودی کے ہو بچارہ مبتلا

### حلمہ نفس

ہم سمجھتے تھے کہ نفسِ مومن ہمارے بس میں ہو  
پر جو دیکھا غور سے وہ بھبکیاں تھیں نفس کی  
جب کیا علم دیے عجب تل نے تھمیا ڈال  
گر کبھی حلمہ پا اسکے غالب آجاتے تھے ہم  
جن کو نادانی سے حلمہ اُسکے ٹھہرتے تھے ہم  
زور بازو پر ہمیشہ جس کے اتراتے تھے ہم

### جس قوم میں افلاس ہو اُس میں نخل اتنا بد نما نہیں جتنا اسراف

حالی نے کہا چھنے کہ ہر اسکا سبب کیا  
لیکن بخلات آپکے سبب کھلے مخمور  
اسرافِ مومن ہو - پر بخل سے کتر  
حالی نے کہا ان کے نہ پوچھو سبب اسکا  
کرتے تھے بخیلون کو ملامت سلفِ ہوت  
وہ جانتے تھے قوم ہو جس وقت تو نگر  
اور اب کہ نہ دولتِ ثبات ہو اقبال  
ترغیبِ نجات کی ہو اس قوم کو ایسی  
جب کرتے ہو تم کرتے ہو مسرت کی بدست  
جب کرتے تھے کرتے تھے بخیلون کو ملامت  
ہو جس کے کہ انسان کو باطنِ صلوات  
یارِ دل کے لیے ہو یہ بیان موجبِ نیت  
جب قوم میں افراطِ سوتلی دولتِ ثروت  
پھر اس میں نہیں بخل سے بدتر کوئی  
گھر گھر ہو چھپا یا ہوا افلاس و فلاکت  
پرداز کی ہو چوڑی ٹون کو جیسے ہدایت

## روسائے عہد کی فیاضی

کی رئیس شہر کی تعریف یاروں نے بہت  
 بولے آج اُس کا نہیں جہان بازی میں نظیر  
 ضلع کے حکام کا ادنیٰ اشارہ چاہیے  
 یادگار ہیں جتنی ہیں اعیان دولت کی بنیں  
 پالکی یا دلیٹ ہی جو سواری اُس کے پاس  
 کیا کلک کر کیا کشر کیا سپاہی کیا سُن  
 جب یہ دیکھا مج کا دست نہیں ہوتا نام  
 عیب بھی اُس کا کوئی آخر کرو یا در بیان

برسبیل تذکرہ یا ہم جو ذکر اس کا چلا  
 عالمان شہر مدعو اُس کے رہتے ہیں سدا  
 پھر کوئی دیکھے سخاوت اُس کی اور بذرا عطا  
 انہیں ضرور اُس کی رسم ہو سب کے چند و سر سوا  
 اہلکاروں کے لیے ہر وقت بے چون و چرا  
 اُس کی بہت ہے سب طرح بے روبرو ریا  
 جو ذکر ہا تھا اُن سے حالی نے بھدشت کیا  
 سنتے سنتے خوبیاں ہی اپنا ستلاسنے لگا

## ایمان کی تعریف

فقیر نے ایمان کی جو کی تعریف  
 کہا "فقیر ہستہ را باللسان ہر ضرور  
 تو دی چراغ سے اُس کو آگ و تابحال  
 ایمان ہو آتش تصدیق و روغن اعلیٰ  
 نہیں ضرور فنیہ کا جبین استعمال  
 کہا کس نے کہ نکلا ہو اندرون اک تیل

## برکت ہفاق

کہہ رہا تھا یہ اک آزاد کہ ہو جبین ملاپ  
 دولت و بخت ہو ہر حال میں اُن کے ہمراہ

لے لیے کرو سیرِ کل جو بغیر جی کے بھی جل سکتا سر گویا عیب کے نزدیک اقربا بالار ان ایمان کی

تعریف میں داخل نہیں ہو ۱۱



نہ اٹھیں حاجت اخوان نہ تلاش انصار  
 پر نہیں رابطہ جس قوم میں اور بہتی  
 نہ ملاؤ ان کے لیے قلعہ نہ خندق نہ فیصل  
 ایک ملانے سنا جب یہ سخن سنبرایا  
 اتفاق اور فراق اصل میں کچھ چیز نہیں  
 وان نہ ملت کی ضرورت ہو نہ کچھ پھوٹ کا ڈر  
 کہا آراؤں تم سے ہے کہ وہ دے ساتھ اگر  
 پریشانی خوب ہو اللہ کی عادت معلوم  
 نہ اٹھیں خوت برباد شیش نہ بیم بدخواہ  
 اسکی دنیا سے یہ سمجھو کہ گئی عزت و جاہ  
 نہ مفید ان کے لیے فوج نہ لشکر نہ سپاہ  
 تکیہ اور اس قدر اسباب پہ کرنا ہو گناہ  
 دست قدرت کے سب ہاتھ مفید اور سیاہ  
 ہر گئی فضل کی مولا کے جدھر ایک نگاہ  
 کر دین مسراد پر آگندہ جماعت کو تباہ  
 اسکو جب دیکھا ہو دیکھا ہو جھٹون کے ہمراہ

### بعد صوری مانع قرب معنوی نہیں ہو

حالی نے جو رہنے کے لیے شہر میں اک گھر  
 جب اہل محلہ سے چلا ہوئے وہ رخصت  
 ہمسایہ و احباب نکلے کرنے سب افسوس  
 ملی کہ جو بے عقل ہر دم دیتی ہے گھر پر  
 حالی نے کہا "اُس پر خیر اور دنا اور  
 اُس مہر و وفا کے نہیں ملی یہ بڑی چھینٹ  
 ہم غش میں مکیڑن پہ وہ عاشق ہجر کان کی  
 گھر دلیں ہو یا ر دن کا تو پھر گھر ہے برابر  
 جا اپنے محلہ سے کہیں دور رہنا یا  
 دل درد جدائی سے عزیز دن کا بھر آیا  
 اک دوست شکایت سے سخن لب پہ یہ لایا  
 اتنی بھی محبت تھیں گھر سے نہیں آیا  
 ملی نے مرا پھل کا دنا کے نہیں پایا  
 کتنے ہے جس کا کہ سبق ہو پڑھایا  
 گھر بھول گئے ہم تو نہیں تکر بھلایا  
 مشرق میں بسایا ہو کہ مغرب میں بسایا

### ناصح مخلص اور اہل غرض میں تمیز

منصوبہ نے یہ جعفر صادق سے عرض کی  
 "محتاج ہے ہمیشہ سے ناصح کا ہر بشر"

کرتے رہیں گرا آپ کرم مجھ پہ گاہ گاہ  
فرمایا ہوتے ہیں تری صحبت میں چشہ شریک  
ہوتا رہوں گا بند سے حضرت کی بہرہ ور  
لائیں گے وہ نہ صرف نصیحت زبان پر  
صحبت میں بیٹھنے سے کریں گے تری خدمت

## خادم آقا کی خدمت میں کیوں گستاخ ہو جاتے ہیں

کہتے ہیں خادم ماموں کے بہت گستاخ تھے  
کوئی آقا جبکہ خوش اخلاق ہوتا ہو بہت  
ایک خادم کی گستاخی پہ ماموں نے کہا  
پیش خدمت اسکے بد اخلاق ہوتے ہیں سدا  
ہو دلیل اسکی کہ ہر خود خلق آست کا بڑا  
اُس نے گویا ڈھک دیا رکنِ کینِ اخلاق کا  
پہ جو سچ پوچھو تو ہونا خادموں کا شوخ چشم  
کھودیا ہیبت کو اپنی جس نے اور کین کو

## خوشامد کرنے کی ضرورت

متوکل کا تیسرے چڑیا پر  
ابن حمدون ندیم تھا حاضر  
ہو گیا اتفاق سے جو خطا  
کی خلیفہ کی طرح اور یہ کہ  
خون بہا ناہنیں وہ رکھتے روا  
قونے دی قصداً اسکی جان بچا  
کہ خوشامد سے یوں اُسے تھپکا  
ہو کے اپنی خطا سے کھیا نا  
تیر کا اپنے امتحان کرتا  
دل تو ہوتا خلیفہ کا ٹھنڈا  
رعیت پر نا اہل کو مسلما کرنا  
ہارون نے کہا مصر کا ہاتھ جلا کے  
ابن حمدون کی جان گوجانی

وہ خطہ ملعون تھا یہی جسکی دولت  
میں بھی اُسے اُسے باغی طاغی کے علی الرغم  
کہتے ہیں خصیب ایک غلام جشی تھا  
کی سلطنت مصر کی باگ اُسکے حوالے  
باڑی گئی بڑیک برس نیل کی دین  
فرمایا کہ روئی کی جگہ بوتے اگر اون  
ہارون نہ سمجھا کہ ودیعت ہو خدا کی  
فرعون کی مانند اگر وہ بھی سمجھتا  
جو کھول میں نہ یوں ڈالتا مخلوق کو اپنی

تھا دلیں خدا کی کا خیال اسکے سیا  
اک بندہ ہیتد رکو بخشون گا خدا  
جسپر نہ پڑا تھا خرد و ہوش کا سیا  
نا اہل کے پنجہ میں اہلی کو پھنسا  
یہ حادثہ آس کو کسانوں نے سنایا  
ہوتا نہ یہ نقصان کہ جو تم نے اٹھایا  
محکوم ہے جو میری رعایا ویرایا  
اپنے کو خدا جس نے ہر عالم کو بنایا  
اک سفدہ ناکس کی بنا اس کو رعایا

## رشک

ظاہر مردوں کی طبیعت میں نہیں رشک  
ایک شہزادی کہ اکلوتی تھی جو ان باپ کی  
سلطنت میں اسکی تھا مردوں کو کل اختیار  
مرد ہی تھے اسکے محرم مرد ہی اسکے مشیر  
تخلیہ میں ایک دن جب چند حاضر تھے ندیم  
مرد ہونے کے سبب تم سے نہیں انوس میں  
بات کی حسن بیان سے اُس نے دھی رحیل  
ورنہ یوں کہتی کہ ہر عورت کی سیرت مجھے

ہے طبیعت میں وہ جتنا عورتوں کی جاگزیں  
تحت شاہی پر ہوئی بعد از پدرست نشین  
عورتیں صلا دخیل اسکی حکومت میں تھیں  
تھا نہ عورت کا پتا دربار میں اسکے کہیں  
ہنسکے فرمایا کہ اسے دولت کے ارکان کہیں  
بلکہ ہر انس اسلئے تم سے کہ تم عورت نہیں  
تاکہ کوئی سوا ظن اسپر نہ کرے ٹھیکہ کہیں  
اس لیے نفرت کہ ہر مرد کی صورت دلشین

## قانون

کہتے ہیں ہر فرد انسان پر ہر فرض  
ماہینا قانون کا بعد از خدا

پر جو سچ پوچھو نہیں قانون میں  
جان کچھ کمری کے جالے سر سوا  
اُس میں پھنس جلتے ہیں جو کمزور ہیں  
اور ہلاکتیں نہیں کچھ دست در پا  
پراسے دیتے ہیں توڑاک آن میں  
جو سکت رکھتے ہیں آنھوں میں نہرا  
حق میں کمزوروں کے ہر قانون نہ  
اور نظریں زور مندوں کی ہے لا

## شادی قبل از وقت بلوغ

جب تک نہ شاہزادہ اٹھارہ سال کا ہو  
تخت پر رہے اُسکو ممنوع ہے بھڑاتا  
مستانوں ہے بنایا یہ اُن مقنون نے  
عالم میں آجکل جو مانے ہوئے ہیں دانا  
لیکن کریں نہ اسکی قبل از بلوغ شادی  
کہتے ہیں وہ عیث ہرستانوں یہ بنانا  
نزدیک اُن کے گویا برغم عقل و دانش  
ہے گنگد م سے آسان میٹم کو بس ہیں لاٹا

## حرص

اٹھارے و عظیمین ہر تکیہ کلام و عظم  
قد رقیل ہر سبال منبالی نیا  
گویا کہ حرص اسکی اس سے بھی نہیں ہے  
ہے جقدر فراہم پاس اسکی مال نیا

## امرا اور عسلا

جاتے ہیں اگر پاس امیرن کے خرمند  
وہ جانتے ہیں جو کہ ہے جانے کی ضرورت  
پیر اپنی ضرورت سے خبردار نہیں ہیں  
مٹے عقلا سے نہیں جو محتاج ثروت  
بیمار کے محتاج ہیں جتنے کہ اطبا  
بیمار کو کچھ اس سے صوا ان کی ہو حاجت

## عصمت بی بی از پے چادری

اے بیواؤ نہتے ہو کیا منہوں تم  
تم زد سے نفس کی جو بھی تپانگے ہوئے  
اخلاق میں کچھ اُن کے اگر آگیا بگاڑ  
ہو جب تک کہ کپڑے ہوئے غلّی کی آڑ  
اسباب جو کہ جمع ہیں کیم گرد و پیش  
گر تم کو نصیب تو دنیا کو دوا جاڑ

## سیچ کہاں ہے

دیکھتے ہوں تھین گر جھوٹ کے انبار لگے  
سیچ کو تحریروں میں پاؤ گے نہ تقریر و نین  
دیکھ لو جا کے خزانوں میں کتنی قانون کے  
سیچ کہیں ہو تو وہ سینوں میں ہو انسانوں کے

## اپنا الزام دوسروں پر تھوپنا

اٹھٹ کار گیر سے جب کئی بگڑ جاتا ہو کام  
افسروں کا بھی یہی شیوہ ہو وقت باز پرس  
اپنے اذکاروں کو وہ الزام دیتا ہو سدا  
اپنے اتھوڑوں کے سر متے ہیں تھوپ اپنی خطا

## خوشامد کے معنی

خوشامد کرتے ہیں آ کے جو لوگ  
خوشامد پر نہ اُن کی بھولنا تم  
بھاری ہر دم اسے ادا بناتے است  
وہ گویا تم کو کہتے ہیں ملاست  
کہ جہنم ہیال نکین خصلتیں نیک  
نہیں انہیں سے تم میں ایک خصلت

## تدبیر قیام سلطنت

تدبیر یہ کہتی تھی کہ جو ملک ہو مفتوح  
وہ ان پائوں جانے کے لیے تفرقہ ڈالو

اور عقل خلات اُسکے عقلی مشورہ دیتی  
پر راسے نے فرمایا کہ جو کہتی ہو تدبیر  
یہ حیرت سبک بھول کے منہ سے نہ نکالو  
ماؤ اُسے اور عقل کا کہنا بھی نہ ٹالو  
جو بات سبک ہو اُسے منہ سے نہ نکالو

## مرد اور عورت کی حکومت کا فرق

پوچھا کسی دانا سے سبب کیا ہے کہ اکثر  
لیکن بخلان اُسکے ہو عورت کا جہان راج  
مردوں کی حکومت میں ہر ملکوں کی بُری گت  
و ان ملک ہر سرسبز اور آباد رعیت  
قبضہ میں ہو ان عورتوں کے دولت مکت  
سمجھو کہ ہر اس ملک میں مردوں کی حکومت  
اور سر پر ہے عورت کے جہان افسر شاہی

## مغرور کی پہچان

غور زید کی کرتا ہو گشکایت عمرو  
جنھوں نے آپ کو سب سے سمجھ لیا ہو بڑا  
تو سمجھو کرتا ہے اپنے غرور کا ظہار  
بڑائی دیکھ نہیں سکتے غیر کی زہار

## کام اچھا کرنا چاہیے نہ جلد

کام اچھا کوئی بن آیا اگر انسان سے  
کب کیا کیونکر کیا یہ پوچھتا کوئی نہیں  
اُس نے کی تاثیر اس نے جستہ اچھا کیا  
بلکہ ہیں یہ بگت جو کچھ کیا کیسا کب

## گدا کے مہم

اک یرمہن مورتی کے سامنے با صنیاع  
آن نکلا بانو اک مانگتا کھاتا ادھر  
مانگتا تھا ہاتھ پھیلائے دعا بیٹھا کہیں  
دیکھ عویت برہمن کی گیا بس حسم دہین

تاکا کہ پوجے کچھ نہ کچھ یاروں کو ہر شکر گین  
 بانو ابولا کہ ہے تو بھی عجب کوتاہ بین  
 ناحق اتنی التجائیں اُس کے آگے تو نہیں  
 سے نہ سے وہ اس کے مطلب نہیں پتہ  
 اٹھ پھیلانے ہیں لیکن پاؤں پھیلانے نہیں

جی نہیں آیا چھڑ کر تیل برہمن کو کرے  
مورتی کے سامنے جب کر چکا وہ التجا  
مورتی کچھ تھکو دے گی اور نہ نیکستی ہر وہ  
ہنسکے برہمنے کہا ہے انگنابندہ کا کام  
ہم نہیں دیتے دھسائی تم جیسے دھنڈوں کی طرح

بے اعتدالی

ذرا دھوا اپنے سونکان دھو کے  
 جا دھو ڈبل گئے ہو ہے یہیں ادھر کے  
 تو چیخ اُٹھے دودن میں مہلے گھر کے  
 کہ اُٹھ جائیں اُٹھی سب کیسا ایک کے  
 تو فرصت ملے شاید اب تکو مر کے  
 کہ بس مٹھن گئے غم جنگ تتر کے  
 تو پھر گھاٹ کے آپ ہیں اور نہ گھر کے  
 کہ چھوڑیں گے اب آپ دُروغ کو بھر کے  
 رہیں پاؤں کے ہوش حسین نہ سر کے  
 غرض یہ کہ سر کا زمین پیٹ پیہر کے

تم اسے خود پرستو طبیعت کے بندہ  
 نہیں کام کا مست کو انا زادہ ہرگز  
 ہو گائے بجانے پہ آئی طبیعت  
 جو مجھ سے میں ٹھوہ تو اٹھو نہ جب تک  
 اگر تیل پڑے چوسو اور کھجور  
 پڑا مرغ بازی کا لپکا تو جانو  
 اپنے اٹھا جھوٹ عشق جوانی کا سر پہ  
 جو ہے تم کو کھانے کا جس کا تو سمجھو  
 جو پینے پہ آؤ تو پی حساب اتنی  
 جو کھانا تو بچہ جو بیٹا تو آت گت

طیب اپنے بیماروں کے مرنے پر غمگین کیوں نہیں ہوتے

کہ ایک جڑ کی ہین سب ہستیاں سے روکھا  
تو اور بھی اُسے دیتا ہے انفعلی فتنار  
جو صل بے کوئی اُن کے علاج میں بیمار

بشر کے لیے ہے ہوتا ہر بشر کو مثال  
یہ صدمہ اگر غلطی سے کسی کی پڑتا ہے  
یہی سبب ہے کہ ہوتے تھیں طیب و نلو

بیٹے کے لئے  
 اچھے اور کامیاب  
 تعلیم کے لئے  
 بہترین اور سب سے  
 سستا اور سب سے  
 آسان طریقہ  
 علم حاصل کرنا  
 نہیں ہے۔  
 ۱۸

وہ جانتے ہیں کہ تھپ جائے گی خطا ہم پر  
کیا لال کا اپنے گراس جگہ ظہار

## اپنی ایک خوبی کو بار بار ظاہر کرنا

گو آدمی کا حافظہ کیسا ہی ہرقوی  
اہوتا ہو اُس سے کارنایان کوئی اگر  
یہ تو وہ بھولتا نہیں ہرگز کہ چاہیے  
پرا تفاق سے نہیں رہتا یہ سکویا  
بھولے نہ اپنی یاد پہ انسان کو چاہیے  
آخر بیک خاصہ ہے سہوا اور خطا  
پر بھول چوک ہو بشریت کا نقصا  
کرتا ہو بار بار بیان اسکو بر ملا  
ہر بار اپنی صحت کا پیرا یہ ایک جدا  
یادوں سے میں بیان بھی کر چکا ہوں کیا  
آخر بیک خاصہ ہے سہوا اور خطا

## فضول خرچی کا انجام

سرسے پہ راہ کے بیٹھا تھا اگے اور ظریف  
ہر اک سے ایک دم مانگتا تھا بے کم و بیش  
فضول خرچ تھا بستی میں ایک دولت  
ہوا جو ایک دن اس راہ سے گذر اٹھا  
کہا فقیر نے گو اپنی یہ نہیں عادت  
پہ لون گا آپ سے میں پانچ کم سے کم دنیا  
یہی اللہ تلے رہے تو آپ کو بھی  
سو وقت ہی رہی لینے کا خود بدولت سے  
جہان سے ہو کے گذرنے تھے سب صغیر و کبیر  
سختی ہو اس میں کہ محسوس غریب ہو کہ امیر  
کہ جسکا تھا کوئی اسرار میں نہ شبہ و نظیر  
درم اک اُس نے بھی چاہا کہ کیجے نذر فقیر  
کہ لین درم سے زیادہ کسی سے ایک شعیب  
کہ دولت آپ کی پانا ہوں میں سوال ہدیہ  
ہماری طرح سے ہونا ہو ایک سو در فقیر  
دکھائے دیکھے پھر اسکے بعد کیا تفتیر

## اختلاف مذاہب رفع نہیں ہو سکتا

غیر ممکن ہے کہ اٹھ جائے دلیل و بحث سے  
جو چلا آتا ہے باہم اہل مذہب میں خلافت



ہو نہیں سکتا مطابق جبکہ دگر طریق کا وقت رفع ہو سکتے ہیں بھ کیونکر نہ ہر اردن اختلاط

## انسان جو اشرف المخلوقات ہے سب سے زیادہ موافقات ہے

دل پر جو کیفیتیں ہیں ناگوار	دوہین انہیں سے نہایت جانگزا
ایک فکر اُس نے والے وقت کی	شک نہیں ہو جیسے آنے میں ذرا
دوسرے جو میں زبانِ حلق کی	زحسم جن کا زحسم ہو تلوار کا
اور بھی حیوانِ ناطق کے لیے	ہیں بہت سی زحمتیں انکے سوا
پر گدھے اور اور حیوانات سب	رہتے ہیں دور ان گزندوں سے سدا
کیسا ان آلام سے رہتا نچت	اشرف المخلوق اگر ہو تا گدھا

## چنڈ و بازی کا انجام

ایک متولے سے چنڈ کے وہ تھا بھینچ	پوچھا ناصح نے کہ اس کام کا آخر انجام
بولوا انجام دہی جو کہ ہے سب کو معلوم	زندگانی کو وداع اور جوانی کو سلام
آنکھ میں اپنے پرالے کی ٹھہرنا بیفید	شہر کے کوچہ و بازار میں رہنا بدنام
جس سے عجبی ہو درست ایسا نہ ہونا کوئی نتیجہ	جس سے دنیا میں ہونا ایسا نہ کرنا کوئی کام
ہم پہ آئینہ ہے جو حال ہے ہونا اپنا	نفس سرکش کے مگر تھمیں ہے اپنی نام
کہا ناصح نے کہ انجام ہو معلوم اگر	لے نہ اس نہ ہر لائل کا گہنی بھول کے نام
یہ تو کہتے ہو کہ انجام ہوا ہو لیکن	یہ بتاؤ کہ بڑا ہوتا ہے کیسا انجام
بڑی انجام کی شب ہوگی حقیقت روشن	بڑے انجام سے جب آکے پڑے گا خود کام
مرنے والے ہی کو ہر موت کی لذت معلوم	گو کہ رکھتے ہیں یقین موت کا سب نچوڑ خام

## قوم کی پاسداری

اک سلمان خاص انگریزوں پٹھانوں بکتہ چین  
چاہتے ہیں نفع پہر پہنچے اپنے اہل ملک کو  
کارخانہ کا یہ راجس کے کبھی چاکو نہ لین  
خوردنی چیزیں جو ان سویلینی پڑنی ہوں بھین  
الغرض اہل وطن کی پاسداری کو یہ لوگ  
سن کے حالی نے کہا ہے ہر خطر گریزوں کیا  
ہیں محبت میں سب اندھے اپنی اپنی قوم کے  
کھیان جتنی نکلتا ہے میں پاسداری قوم میں  
ان بڑی اس عیسے کے دیکھے اس دنیا میں ہر  
اور قوموں سے انھیں لوگوں کو ہر یہ امتیاز  
ہو گا خوف ایسا نہ دشمن کو کسی دشمن کو یاں

پاس ان لوگوں کو اپنی قوم کا ہے کس قدر  
گو کہ ان کے نفع میں ہو ایک عالم کا ضرر  
اسکا ہو چہ پارہ ہندی شیخنے والا اگر  
ان کو لندن سے منگائیں میں چلے ان کا اگر  
جانتے ہیں دین و ایمان اپنا قبضہ مختصر  
ایک سے ہو ایک قوم اس عیب میں آلودہ تر  
یہ وہ خصلت ہو کہ بھول اس پہ ہے طبع بشر  
اچھے اچھے راستہ باز اور حق پسند اور داناگر  
چشم بدور امت مرحوم اسے جان پور  
حملہ جب کرتے ہیں یہ کہتے ہیں اپنی فوج پر  
جس قدر ہو ان سے انہوں اور یگانوں کو خطر

# غزلیات قدیم و جدید

چونکہ بہت سی روایتیں قدیم غزلیات میں اور بہت سی جدید غزلیات میں نہیں تھیں۔ اس لیے ہر ایک روایت میں دونوں قسم کی غزلیں ملا کر لکھی گئی ہیں۔ اور قریب کے لیے ہر قدیم غزل کے شروع میں عاشق پر حیرت ق لکھ دیا گیا ہے تاکہ ناظرین اندازہ کر سکیں کہ قدیم و جدید غزل میں کیا فرق ہے۔

قبضہ ہو دلون پر کیا اور اس سے سوا تیرا  
اک بندہ نافرمان ہے حمد سوا تیرا  
گوب سے مقدم ہو حق تیرا ادا کرنا  
بندے سے مگر ہو گاتق کیونکہ ادا تیرا  
عزم بھی ہوا ایسا ہی جیسا کہ ہے نامحرم  
کچھ کہہ نہ سکا جب پران بھید کھلا تیرا  
جتنا نہیں نظر دن میں یاں خلعتِ سلطانی  
کلی میں گن اپنی رہتا ہے گدا تیرا  
نظمت تری ملنے بن کچھ بن نہیں آتی بان  
تو ہی نظر آتا ہے ہر شے پہ محیط اُن کو  
نہیں وہ حسان کے سرشار ہیں ادب و نحو  
جو شیخ و مصیبت میں کہتے ہیں گلا تیرا  
سمجھا ہے پرے تجھ کو اور اک کی سرحد سے  
جو شکرت نہیں کرتے نعمت پا داتیرا  
طاقت میں ادب تیرا عصیان ہی ہو گویا  
جس قوم نے رکھا ہے انکار و ایترا  
آفاق میں پھیلے گی کینکٹ ہماک تیری  
عصیان میں سچ طاعت سے اقرار سوا تیرا  
گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا  
ہر نوبل تزلزل سے مگر اے گذرتا ہو  
کچھ رنگ بیان حالی ہو سب بھدا تیرا

۱۔ یہ اشارہ ہوا اس حدیث کی طرف کہ ان لله لغفاح فی الدھر لا تفرح العا یعنی خدا کی خوشنویں

کرانہ میں پھیلی ہوئی ہیں حوان کا آکا اور ان کو اوپر نہ جانے ۱۲

کابل ہے جواز ل سے وہ ہو کمال تیرا  
ہے عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ  
کاوش میں ہے آگے دگدگ امین ہر طبعی  
چھوٹے ہوئے ہیں گوجی بزل بندھو ہر بین  
گو حکم تیرے لاکھوں پان ٹاٹے رہے ہیں  
بچند کر سے تیرے کیونکر جابے جنس کہ کوئی  
اُن کی نظر میں شوکت چھتی نہیں کسی کی  
دل ہو کہ جان۔ پتھر سے کیونکر غریز رکھئے  
ہر پور زال سے دل اُس کا قوی دیاؤ  
ہے پاس دوستوں کے تیری ہی نشانی

بیگانگی میں حالی یہ رنگ آشنائی  
سُن سُن کے سر مھنین کے قال اہل حال تیرا

زہر میں دشت جنوں کی تیرے غیب مزا خوشگوار دکھا  
نہ اس سفر میں تکان دیکھی نہ کس نشے میں خار دکھا  
نہ جی رکھائی سے تیری چھوٹے نہ بے نیازی سے اس ٹوٹے

رہے سدا نامراد جو یاں اُٹھیں بھی اسب وار دکھا  
لُغ جہان سوز تیرا دکھا نظارہ انس و ز جس چمن میں

نہ بلبل و گل میں وان تعلق نہ سر و قمری میں پیار دکھا  
سوارِ محل کی جستجو میں ہزاروں دشت طلب میں دوڑے

نہ محل آیا نظر نہ ناتم فقط کچھ اُٹھتا غبار دکھا  
جو لاکھ میں ایک پر کہیں کچھ کھلا بھی قسمت سے بھید تیرا

بلا نہ کھو ج اس کا پھر کسی کو ہزار ڈھونڈا ہزار دیکھا  
لگن میں تیری نکل گئے جو نہ جھکے دریائے پُر خطر سے  
گئے وہ کوہ آنکھ بند کر کے نہ وار دیکھا نہ پار دیکھا

بچے ہوئے کا ہشون سے یان کی وہی ہن جو تیری ہوئے ہن  
دگر نہ زخون سے حادثوں کے ہر ایک سینہ فگار دیکھا  
چمن میں جھولے سے جا بھی نکلے اگر کھلی داغدار تیرے  
گل ان کی نظروں میں چھپتے دیکھا کھٹکتے آنکھوں میں غار دیکھا

خبر نہیں بہ کر کیا ہے کیسا ہو۔ کون ہو۔ اور تو کہاں ہے  
پہ اپنے میں اور تجھ میں ہم نے علامت اک استوار دیکھا  
سلوک ہن تیرے سب کے یگانہ وہ گہر تر سا ہون یا سلمان  
نہ ان سے کچھ تیرا میرا یا نہ ان سے کچھ تیرا پیار دیکھا  
سہر بھی دی تو نے تیج بھی دی گردیے ہاتھ باندھ سب کے  
جنھیں تھا یان اختیار سب کچھ انھیں بھی بے اختیار دیکھا

بغیر سے کچھ ہو سکے نہ حالی تو ایسے چھنے سے فائدہ کیا  
ہمیشہ بیچارہ تجھ کو پایا کبھی نہ سرگرم کار دیکھا

پروہ ہو لاکھ کیلئے مشہور دیکھا	چھپتا نہیں جلال تھا سہ شہید کا
مضمون ہو نقش دل میں لدر نیا مزید کا	کوئین سے بھر گیا نہ دامن امید کا
قتل درم را دب اکبار کھل گئے	چھوڑا جب آرزو نے بھروسہ کلید کا
دیکھا ہوتے عالم رحمت کو غور سے	ہوشش جہت میں قحط دل نا امید کا
شرم کرم کی ہن بھی گر پردہ دار یا	انجام ایک ہو گا شفی و سید کا
یہ نروان جذبہ تو میں در میان	یان اختیار کیا ہو قریب و بعید کا

نہ ان سے کچھ تیرا میرا یا نہ ان سے کچھ تیرا پیار دیکھا

ہو آسمان پتیرے جگر خوار کا داغ  
خون جگر میں نشہ ہو جام بنید کا  
تسکین نہیں مشاہدہ گاہ گاہ سے  
یارب یہ روزہ دار ہو مشتاق عید کا  
دورخ ہے گر وسیع نور حمت وسیع تر  
لا تقطعوا جواب ہر سؤل من مزید کا

حالی کی ہیں اگر یہی شیوا بیانیان

ایگانہ کوئی نام ظہیر و شہید کا

نعت

باللہ الصغیر یا بشیر التوب  
فیک دلیل علی انک خیر الودع  
خلاق خصب الزمان بیک میا الودع  
صدورت و سیرت تری صدق پتیرے گوا  
اور رضا تیرا خدا اور بچھونا خدا  
دشت میں بھٹکا ہوا قافلہ بے رہنما  
جیسے کہ ہنگام قحط قبلہ سے لٹکے گھٹا  
گود سے دایہ الہی کر نہ چکی تھی جڈا  
گلہ آدم تجھے سوئپ چکی تھی قصا  
ایون کے جب پری کان میں تیری صدا  
دیکھ کے تیرا مستم ہم قدم انبیا  
تو نے اسی کو دیا ارض مقدس بنا  
جب ہوئی مغلوب قوم تو نے رحم کیا  
تو نے کیا دام دام قرض سب ان کا ادا  
ایک کو سمجھا دیا ایک کو دکھلا دیا  
ایک کے چرکا لگا ایک کو گھائل کیا

باللہ الصغیر یا بشیر التوب  
تجھ سے نہ ہوئی روزہ خلق جیسے کہ ہوا  
دعوت سے روشن ترا شریف بے بیستہ  
قال ترا اور حال بشہ وحدت میں چور  
غیب سے بھیجا تجھے رہا پتا پھر تاجاب  
اٹھا ہدایت کو تو عین ضرورت کے وقت  
شان رسالت کی تھی تیری جبین دیا ان  
گلہ نبی سعد کا جب کہ چرانا کھاتا تو  
دو لہڑے سوئے حق کاٹ کے سب پڑا  
راہب قسین و جہرہ گئے دل تھام کر  
خاک تھی جس تک کی مزروع شر و فساد  
تو نے نکل کیا قوم کا غلبہ تھا جب  
چھوڑ گئے تھے سلامت کام اور بے بہت  
تو نے کیا سحر حق عارف عامی فاش  
چوٹ سے حق کی راہ دل نہ اچھتا کوئی

حجت حق کر چکا دین ترا جب تمام  
دیر ہوے بے چراغ اور صلوات یهود  
بچھ گئے آشک کے بیٹھ گئے بتکد سے  
اٹھے بہت مدعی جیسے کہ ماون میں گھانسیں  
غیرت حق نے مگر جلد لیا انتقام  
رہ گیا نام سجاد کذب میں ضرب المثل  
سلسلہ انبیاء حتم نہ ہوتا۔ اگر  
آتے ہی چشمہ دیا تو نے کوئیں سو کمال  
بس نہ رہا اشتباہ اب حق و باطل میں کچھ

پھر نہ کسی دین کا رنگ جہان میں جا  
شکر ہوا تمسحل اور کہانت ہیما  
ہو گئی تثلیث مات اور ثنویت فنا  
مزلہ پر چند روز پاتی ہے نشو و نما  
مل گئے اٹھ اٹھ کے سب خاک میں اہل ہوا  
اسود و ابن کثیر غوار ہوے بر ملا  
حق کی حقیقت سے تو پردہ نہ دینا اٹھا  
جسکو چلے آتے تھے کھودتے عبا بنیا  
بھیج چکا تیرے ہاتھ ملت بیضا خدا

تجھ پہ صلوٰۃ و سلام رب سموات سے

روز و شب و صبح و شام قد بال حبیب

اے عشق تو نے اکثر قوموں کو کھاکے چھوڑا  
ابراہیم تھے نرسان احرار تجھ سے لرزان  
رایوں کے راج چھینے شاہوں کے تاج چھینے  
کیا معنوں کی دولت کیا زاہدوں کا نقوے  
جس رہگذر میں بیٹھا تو غول راہ بن کر  
فراہ کو کہن کی لی تو نے جان شیریں

جس گھر سے سرٹھایا اسکو بٹھا کے چھوڑا  
جو زہد پتیری آیا اسکو گر اس کے چھوڑا  
گردن کشوں کو اکثر نیچا دکھائے چھوڑا  
جو گنج تو نے تاکا اسکو لٹا کے چھوڑا  
صنعاں سے راستہ رد کو رسبے بٹھا کے چھوڑا  
اور قیس عامری کو مجنون بنا کے چھوڑا

۱۔ دیر راہوں کا کلیسا، صلوات، یہودیوں کا کلیسا، سہارا، باراجیر ۱۲۔ عیسیٰ جو خدا کا خالق خیر اور  
ایک خالق شر یعنی بزدان اور اہرمن کو مانتے ہیں اس عقیدہ کو ثنویت کہتے ہیں ۱۲۔ سجاد ایک عرب  
مدعی نبوت کا نام ہے جس کا کذب عرب میں ضرب المثل ہے چنانچہ کہتے ہیں صفا کذب من سجاد اور اسود عیسیٰ  
اور سیل جسکی کنیت ابن کثیر ہے یہ دونوں مدعی نبوت تھے جو آخر کا قتل کیے گئے ۱۳۔

یعقوب سے بشر کو دی تونے نا صبور ی  
لاگ اور لگاؤ دونوں دنگد از تیرے  
عقل و خرد نے تجھے کچھ چلپش جان کی  
علم و ادب رہے ہیں تیرے ترے ہمیشہ  
افسانہ تیرا نگین رو داد تیری دلکش  
یوسف سے پارسا پر بہتان لگا کے چھوڑا  
پتھر کے دل تھے جن کے انکور لاکے چھوڑا  
عقل و خرد کا تو نے خاک اٹھ کر لگا کے چھوڑا  
ہر سر کر مین تو نے اُن کو دلا کے چھوڑا  
شردخن کا تو نے جادو بنا کے چھوڑا

اگر ستر سے تیری حالی بچا ہوا تھا  
اُسکے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کے چھوڑا

دیکھ اے امید کجو ہم سے نہ تو کنارا  
یوں بے سبب نہ پھرتا نہیں کسی سے  
میں نے کی حسرتی جی دیکھ کجو آ  
اک شخص کو توقع بخشش کی بے عمل ہو  
دنیا کے خرخشتوں سے چیخ اٹھے تھے ہم اول  
توفیق نے ہمیشہ لی منت پر خبریان  
انصاف سے جو دیکھا نکالے وہ عجیب ہے  
افسوس اہل دین بھی مانند اہل دنیا  
است کو چھانٹ ڈالا کافر بنا بنا کر  
کیا پوچھتے ہو کیونکر سبکتہ جین ہوئے چپ

حالی سے کام ہر انفلوئنس کے کیا

اچھا ہر بار پھر پھر رہا ہے ہمارا

رونا نہ ہو گا حالی شاید یہ کم تھا را  
جب دیکھو آنسوؤں سے دامن ہر دم تھا را

۱۔ دلاتا۔ کشتی دلاتا۔ یعنی بچھاؤنا۔ اکثر کشتی کا لفظ خذ کر کے مرث دلاتا لیتے ہیں ۱۲



گفت میں دم بدم کچھ لذت ہوڑھتی جاتی  
عاقل ہیں شہرین کم نادان بہت ہیں اعظ  
دلجو نہیں کوئی، یاں حیف نامی صنم پرستو  
گاہک کی قدر سے کچھ قیمت نہ پاؤ گے تم  
دشتِ طلب کے رستو سے ہو گے کس طرح تم  
دوہینو اون کو بھی کچھ جسم کے جانشینو  
روسی ہوں یا تیری سکومتائیں گے کیا  
کھولی ہیں تم نے آنکھیں اور حادثہ ہمارے  
ہوتے ہی تم نوپیدل کچھ رو دیے سو اردو  
رستے میں اگر نہ ٹھہرے تو تم بھو جا ملو گے  
پھر نے ادھر ادھر ہوئیں کی تلاش میں تم

جادو تم تو مائیں ہم دل سے تم کو حالی  
کچھ کر کے بھی دکھائے زور قلب تھارا

وہ دل ہے شگفتہ نہ وہ بازو ہیں توانا  
خود ہر وطن سے ہو دواع اب کے سفر میں  
دلی سے نکلتے ہی ہوا جینے سے دل سیر  
یارب طلب وصل ہو یا ہو طرب وصل  
دنیا کی حقیقت نہیں خبر حسرت و حرمان  
افسوس کہ غفلت میں کتنا عسجد جواتی  
یاروں کو چین دیکھ کے عبرت نہیں جاتی  
دنیا میں اگر ہے بھی فراغت کا کوئی دن

چھوڑے گا دکھائے شاید عاشق کو غم تھارا  
بے مصلحت کر اکثر بھرتے ہیں دم تھارا  
دلکش بہت تھا اور نہ بہت اضمحلت تھارا  
اپنی نظر میں ہو گا گردن کم تھارا  
آنا نہیں سمجھ میں کچھ سوچ و حس تھارا  
بس جامِ جم ہمارا اور لگا کسب تھارا  
دیکھا ہے ہم نے یوسون لطف نے کم تھارا  
احسان یہ نہ ہرگز بھولیں گے ہم تھارا  
سے لاکھ لاکھ من کا ایک اکب قدم تھارا  
گزارا بھی ہے یاں سے خیل و چشم تھارا  
گم ہے تھیں تین یاں رو باغ ارم تھارا

ہو نچا ہیں بس اب کوچ کا تم بھو دانا  
جانا ہو دانا پھر کے جہان سے نہیں آنا  
گویا نہ رہا اب کمین و نیل میں ٹھکانا  
جس دن کہ یہ دو لونہوں وہ دن دکھانا  
چھل بل میں تم اس زالی فسونگر کی آنا  
تھا آبِ بہت گھر میں مگر ہم نے نہ بیانا  
اب واقعہ سب پنا پڑا ہر سہم کو سنانا  
وہ دن ہے کہ نہ رہا تھیں تین یاں کہ جانا

لی ہوش میں آنے کی جو ساقی سو اجازت  
 سر پایا خبردار کہ نازک ہے زمانا  
 ڈھارس سی کچھ اے ہفتہ ہونے سے بندھی ہو  
 حالی کو کہیں ادا میں تم چھوڑ نہ جانا  
 جہان میں حالی کسی پہ اپنے سوا بھروسہ نہ کیجیے گا  
 یہ بھید ہے اپنی زندگی کا بس اس کا چرچا نہ کیجیے گا  
 ہولا لکھ غیر دن کا غیر کوئی نہ جاننا اُس کو غیب نہ گزرتا  
 جو اپنا سایہ بھی ہو تو اُس کو تصور اپنا نہ کیجیے گا  
 سنا ہے صوفی کا قول ہو یہ کہ ہے طریقت میں کفر دعویٰ  
 یہ کہ دور دعویٰ بہت بڑا ہے پھر ایسا دعویٰ نہ کیجیے گا  
 اسی میں ہے خیر حضرت دل کہ یار بھولا ہوا ہے ہمسکو  
 کرے وہ یاد اُس کی بھول کر بھی کبھی تمنا نہ کیجیے گا  
 کہے اگر کوئی تکو و اعظا کہ کہتے کچھ اور کرتے ہو کچھ  
 زمانہ کی خوشے نکتہ چینی کچھ اس کی پر دانا نہ کیجیے گا  
 کمال ہے ضد بے کمالی نہین ملاپ ان میں حرمت گیرا  
 جو ہم پہ کچھ چٹ کیجیے گا تو آپ بیجا نہ کیجیے گا  
 لگاؤ تم میں نہ لاگ زاہر نہ دردِ اُلفت کی آگ زاہر  
 پھر اور کیا کیجیے گا آخر ترک دنیا نہ کیجیے گا  
 تمہارا تھا دوست دار حالی اور اپنے بیگانہ کا رضا جو  
 سلوک اُس سے کہے یہ تم نے تو ہم سے کیا کیا نہ کیجیے گا  
 ہو غم دیر شاید کہہ سے پھر کر اپنا  
 فیہ خروین ہے آتے نہین نظر ہم  
 آتا ہو دور ہی سے ہکو نظر گھر اپنا  
 وحشت رنگی دل کی کھلا جو ہر اپنا

پیرِ مغان سے ہو کر تب سرخرو لینگے  
فصل و بہار کا ہو گا جب چاکِ خضر سپنا  
ہنگامہ ویش ہر گز وہ تو ہر ہوائے ٹھہکا  
ایسوں ہی سو بٹھا ہو یا را نہ اکثر سپنا  
عصمت اپنی تھی خود فطرت گواہ اپنی  
کر بیٹھے اپنے ہاتھوں ہم چاکِ خضر سپنا  
کچھ کذبِ انتر ہے کچھ کذبِ حق نام ہے  
یہ ہے بضاعتِ اپنی اور یہ ہر ذر سپنا

غیر دن کو لینگے آخر اپنا بنا لے کیا ہم  
ایسوں ہی سے ہو حالی کچھ دل لکھنا

میں نے کام نے حالی دریا اگر بہایا  
یہ توبتِ امین حضرت کچھ کر کے بھی دکھایا  
اے ہانگِ طبل شاہی دن ہو گیا جب آخر  
خوابِ گران سے تو نے ناحق ہین جگایا  
تھا ہوشِ یاد گل کا دو خزان میں کس کو  
اے عندلیبِ نالان یہ تو نے گل کھلایا  
ویران ہے باغِ تسپر بھولی نہیں ساقی  
مژدہ صبا نے یاربِ بلبل کو کیا ستایا  
اے عشقِ دل کو رکھا دنیا کا اور نہ دین کا  
گھر ہی بگاڑ ڈالا تو نے بنا بستایا  
ڈرتے زمین گے اب ہم ہجر بھی سہرا سے  
واعظ کی جھوٹن سے قائل کو ہو گئے ہسم  
آیا نہ بھٹا کبھی یان گویا قدیم خزان کا  
تقلیدِ قوم ہی پر گر ہے مدارِ محسین

دیکھا تو کچھ نظیرِ حالی جپا نہ اپنی

جو جو گمان تھے ہو گئے نشان نہ پایا

نفسِ دعویٰ بیگناہی کا سد اکرتا رہا  
گرچہ اُترے جی سے دل اکثر اکرتا رہا  
حق نے احسان میں نہ کی اورینِ کفران میں کی  
وہ عطا کرتا رہا اور میں خطا کرتا رہا  
چر یوں سے دیدہ و دل کی نہ مشابہت  
چکے چکے نفسِ خائن کا کسا کرتا رہا  
طاہنون کی ندم سے بیخِ بچ کر چلا رہا خطا  
داراؤن کا اس لیے اکثر خطا کرتا رہا

نفس میں جو ناروا خواہش ہوئی پید اُکھی  
 اُس کو جیلہ دل سے گھڑ گھڑ کر رد اکر تار ہا  
 سُٹھ نہ دکھیں نہ بست پھر میرا اگر جانیں کہ میں  
 اُن سے کیا کہتا رہا اور آپ کیا کرتا رہا  
 کھانا استحقاقِ حسین پرستیِ حسین سدا  
 حق ہے جو دون مہمتی کا وہ اد اکر تار ہا  
 شہرت اپنی جس قدر بڑھتی گئی آفاق میں  
 کبر نفس اتنا ہی بان نشو و نس اکر تار ہا

ایک عالم سے وفا کی قہقہے نے حالی گر

نفس پر اپنے سدا ظالم جفا کرتا رہا

کہیں الہام منوانا پڑے گا ۱ کہیں کشف اپنا جتلانا پڑے گا  
 نہو صوفی صفا گو تجھ میں لیکن ۲ کرشمہ کوئی دکھلانا پڑے گا  
 نصیحت ہے اثر ہے گر نہو رد ۱ یہ گزناصح کو بستلانا پڑے گا  
 جھین ہو جھوٹ کو سچ کر دکھانا ۲ اُنھیں بچون کو جھبٹلانا پڑے گا  
 عوام الناس کا ہوگا جھین سُٹھ ۱ اُنھیں خا صون پر مُٹھ انا پڑے گا  
 رہے وصفِ جنان کی مشق و عظ ۲ تھیں بچون کو پھسلانا پڑے گا  
 سخن میں پیروی کی گرسلف کی ۱ اُنھیں باتون کو دھرا نا پڑے گا  
 تعلق کا ہے پھندا بچ در پیچ ۲ یہ عتدہ ہم کو بُلھانا پڑے گا  
 بہت یاں ٹھوکرین کھائی ہیں تھے ۱ بس اب نیا کو ٹھکرا نا پڑے گا  
 نہیں بوانس کی اس غمکے میں ۲ کہیں دل جابکے بہلانا پڑے گا  
 دل اب صحبت سے کوسون بھاگتا ہو ۳ جین یارون سے شانا پڑے گا  
 زمانہ کر رہا ہے قطبِ پیوند ۴ وفا سے ہم کو چپٹا نا پڑے گا  
 بو منسوبے میں یہ حالی تو شاید ۵ ارادہ فسخ نہ کرانا پڑے گا

بشر پہلو میں دل رکھتا ہے جب تک

اُسے دنیا کا غم کھانا پڑے گا

سجن پر مہین اپنے رونا پڑے گا یہ دستہ کسی دن ڈبونا پڑے گا  
 عزیز و کمان تک یہ آتش مزاجی تھین جلد خاک ہونا پڑے گا  
 رہا دوستی پر نہ تکیہ کسی کی بس ابل سے شکون کو دھونا پڑے گا  
 بن آئے گی ہرگز نہ یان کچھ کیے بن جو کچھ کاٹنا ہے تو بونا پڑے گا  
 ہوئے تم نہ سیدھے جوانی میں خالی

مگر اب مری حسان ہونا پڑے گا

کب تک لے ابر کرم تر سائے گا بیچہ بھی رحمت کا کبھی بر سائے گا  
 پھل کچھ لے نخل دغا تجھ میں تین جو لکائے گا تجھے پھپھتائے گا  
 دوست کا آیا ہے سمجھو اب پیام آج اگر آیا نہیں کل آئے گا  
 ذوق سب جاتے رہے جز ذوق درد اک یہ لپکا دیکھئے کب جائے گا  
 واعظ آتا ہے تو آنے دو اسے ۱ پر مزا آنے کا یان کیا پائے گا  
 آئے گا اور ہم کو شرائے گا مٹت ۲ اور خود شر مندہ ہو کر بیائے گا  
 عیب سے خالی نہ واعظ ہے نہ ہم ۳ ہم یہ منہ آئے گا منہ کی کھائے گا  
 دل کے نور ہی کے دیتے تھے صفا رنگ یہ دیوانہ اک دن لائے گا  
 باغ و صحرا میں رہے جو تنگ دل جی نفس میں اُس کا کیا بھڑائے گا  
 رنگ گردون کا ہے کچھ بدلا ہوا ۱ قطعہ شعبہ تازہ کوئی دکھلائے گا  
 ابرو برق آئے ہیں مومنوں ساتھ ساتھ ۲ دیکھئے برسے گا یا برسائے گا

مشکون کی جسکو ہے حالی خیر

مشکلین آسان وہی فرمائے گا

وان اگر جائیں تو لیکر جائیں کیا منہ آئے ہم جا کے یہ دکھلائیں کیا

دل میں باقی ہو وہی جس گناہ  
آؤ اُس کو لین ہمیں جا کر مٹا  
دل کو مسجد سے نہ منہ سہیڑا  
جاننا دنیا کو ہے اک کھیل تو  
عمر کی منزل تو جون نون کٹ گئی  
دل کو سب باتوں کی ہر ناصخ خبر  
مان تیجے شیخ جو دعویٰ کرے  
پھر کیے سے اپنے ہم پچتا لین کیا  
اُسکی بے پروائیوں پر جائیں کیا  
ایسے وحشی کو کمین بہلائیں کیا  
کھیل قدرت کے تجھے دکھلائیں کیا  
مرحلے اب دیکھئے پیش آئیں کیا  
تجھے سمجھائے کو بس سمجھائیں کیا  
اک بزرگ مین کو ہم جھٹلائیں کیا

ہر چکے حالی غزل خوانی کے دن  
راگنی بے وقت کی اب گائیں کیا

کاش اک جام بھی سالک کو پلایا جاتا  
کر دیا نہیں نے تو ابید سے خافل ناصح  
چپ چپائے اُسے دے کئے دل اک بات پہم  
شب کو زاہر سے نہ رٹ بھیڑ ہوئی خوب ہوا  
دل کو یہ تو نے دکھایا ہو کہ دکھ جاتا ہو  
نامہ براج بھی خط لیکے نہ آیا یا رو  
عشق اُس وقت سے سر پہ ترمیٹا مٹاتا تھا  
لوگ کیوں شیخ کو کہتے ہیں کہ عیار بہرہ  
بارہ دیکھ چکے ہیرے فریب اے دنیا  
کرتے کیا پیتے اگرے نہ عشا سے تا صبح  
دل نہ طاعت میں لگا جب تو لگایا غم عشق  
اُس نے اچھا ہی کیا حال نہ پوچھا دل کا  
اک چراغ اور سہراہ حب لایا جاتا  
اِس کو کیوں بھڑکتے گراں کو بھلایا جاتا  
مال منگنا نظر آتا تو چکایا جاتا  
نشہ زور وں پہ تھا شائستہ چھپایا جاتا  
چیونٹی کا بھی اگر دل ہو دکھایا جاتا  
تم تو کہتے ہو کہ وہ ہے ابھی آیا جاتا  
گود یون میں تجھے تھا جب کہ کھلایا جاتا  
اُس کی صورت سے تو ایسا نہیں پایا جاتا  
تم سے اب جان کے دھوکا نہیں کھایا جاتا  
وقت فرصت کا یہ کس طرح نواہیا جاتا  
کسی دھندے میں تو آخر یہ لگایا جاتا  
بھڑک اٹھتا تو یہ شعلہ نہ لایا جاتا

عشق سنتے تھے جسے ہم وہ یہی ہے شاید خود بخود دل میں ہو کہ شہنشاہ سہا یا جانا

اب تو تکفیر سے واعظ نہیں بٹتا حالی  
کہتے پہلے سے تو دے لیکے ہٹایا جاتا

راحت کا جہان میں نہیں لک نام ہو گویا راحت کی تلاش اک طمع خام ہے گویا  
کچھ کرنے ہیں جو بیان وہی انگشت ناہین بدنام ہی دنیا میں نکو نام ہے گویا  
نا جتیر ہیں وہ کام نہیں جہنہ کچھ الزام جو کام ہیں ان کا یہی اندام ہے گویا  
ہے وقت رحیل اور وہی عشرت کے ہیں بیان آخر ہوئی رات اور ابھی یان شام ہے گویا  
اٹھا تھا کچھ اول ہی سے یہ درد بڑی طرح آغاز ہی الفت کا بس انجام ہے گویا  
اوبار بھی دیکھو گے جہان پاؤ گے اسلام اسلام کا اوبار بھی اک نام ہے گویا

جب دیکھے حالی کو پڑا پائے بیکار  
کرنا اُسے باقی یہی اک کام ہو گویا

ق

غلامت میں تری صوفی گزور صفا ہوتا تو سب میں ملتا رہتا اور سب سے جدا ہوتا  
تھا آفت جان اسکا انداز کما ندری ہم بچکے کسان جاتے گرتی سر خطا ہوتا  
کچھ اپنی حقیقت کی گرتب کو خبر ہوتی میری ہی طرح تو بھی غیر دن سے خفا ہوتا  
یہ لعل بناوٹ میں دیکھا نہ سنا قاصد ان پڑھ تو ہے تو یہ کچھ پڑھتا تو بلا ہوتا  
باتوں میں شکایت کی بو آتی ہو الفت کی گردل میں جگہ ہوتی لب پر بھی گلا ہوتا  
ہم روزِ دُعا اُس سے ہنس ہنس کے ہوئے نصرت رونا تھا بہت ہم کو روئے بھی تو کیا ہوتا  
گر صابن بول تھے سن کر مری بیتابی تم کو بھی مستحق ہوتا اور مجھ سے سوا ہوتا  
جو دل پہ نہ لگتی ہو کیا تنکو خبر نامحج کچھ ہم سے سنا ہوتا پھر تو نے کہا ہوتا  
جو جہان سے درگزر ہے وہ چاہے سو کر گزرتے گرج نہ تم آتے کیا جانے کیا ہوتا  
سہا یا جی دیوانہ کہتا تھا کچھ نہ سنا سننے ہی کے قابل تھا تم نے بھی سنا ہوتا

پیش از ظهور عشق کسی کا نشان نہ تھا  
ہم کو ہمارے میں بھی سرگلستان نہ تھا  
مٹتے ہی اُن کے بھول گئیں کلفتیں تمام  
کیا جانتے تھے جائیگا جی اک نگاہ میں  
سچ ہو کہ پاس خاطر نازک عذاب ہے  
کچھ میری بخودی سے تھا رازیاں نہیں  
رات اُن کو بات بات پہ سوئیے جواب  
رونا ہر یہ کہ آپ بھی ہستے تھے در بیان  
تھا کچھ نہ کچھ کہ چھانس سی اک دلیں چھپ گئی

بزم سخن میں جی نہ لگا اپنا زینار  
شب انجمن میں حالی جلا دو بیان تھا

بچ اور رنج بھی تنہائی کا  
عمر شاید نہ کرے توجہ و مست  
تم نے کیوں وصل میں پہلو بدلا  
ایک دن راہ پہ جا پہنچے ہم  
اُس سے نادان ہی بن کر بیٹھے  
سات ہر دون میں تین ٹھہرتی آنکھ  
در بیان پاسے نظر ہے جب تک  
کچھ تو ہے مست و مستاشائی کی  
انکو چھوڑا تو ہے لیکن لمبے دل  
بزم دشمن میں بھی سے انرا

وقت پہونچا مری رسوائی کا  
کاٹنا ہے شب تنہائی کا  
کس کو دعویٰ ہے شکلیا بی کا  
شوق بھتا باد پیپائی کا  
کچھ اجارہ نہیں دانا بی کا  
حوصلہ کیا ہے تماشائی کا  
ہم کو دعویٰ نہیں ہینائی کا  
ہے جو یہ شوق خود آرائی کا  
عجب کو ڈر ہے تری خود رانی کا  
پوچھنا کیا تری زیبائی کا



یہی انجام تھا افسوس خزانہ  
گل و بیل کی شناسائی کا  
مدد اے جذبہ توفیق کہ بیان  
ہو چکا کام تو انائی کا  
مختب عذر بہت ہیں لیکن  
اذن ہم کو نہیں گویائی کا  
ہوں گے جالی سے بہت آوارہ

گھرا بھی دور ہے رسوائی کا

ق انما حق چلتے وقت مروت سے دور تھا  
روز و کے ہم کو اور رونا ضرور تھا  
کتنی ہر نظر نہ محرم دیدار ورنہ بیان  
ہر خار نخل امین دہر سنگ طور تھا  
درد اکہ لب پہ راز دل آبا نہ تھا ہنوز  
چہر چاہا اے عشق کا نزدیک دور تھا  
جانی نہ قدر رحمت حق پارسا نے کچھ  
ظہر تصور وار اگر بے قصور تھا  
وردی کشان بزم مغان کا نہ پوچھ حال  
ایک ایک رہنشاہ وحدت میں چور تھا  
اب باریاب انجمن عام بھی نہیں  
وہ دل کہ خاص محرم بزم حضور تھا  
روز و دواع بھی شب بجران سے کم نہ تھا  
کچھ صبح ہی سے شام بلا کا ظہور تھا  
بیار کی نوا اپنے نہ لی تم نے کچھ خبر  
بہر ناز نقش پہ آنا ضرور تھا

حالی کو ہجر میں بھی جو دیکھا تو شادان

تھا حوصلہ اسی کا کہ اتنا صبور تھا

ق دل سے خیال دوست بھلا یا نہ جائیگا  
سیئہ میں داغ ہے کہ مٹا یا نہ جائے گا  
تم کو ہزار شرم سہی مجھ کو لا کھ ضبط  
الفت وہ راز ہے کہ چھپا یا نہ جائے گا  
اے دل رضاے غیر ہو شرط رضا و دوست  
زہنا ربا ر عشق اٹھا یا نہ جائے گا  
دیکھی ہیں ایسی اُن کی بہت مہربانیاں  
اب ہم سے تمہیں ہوس کے جایا نہ جائے گا  
مے شند و ظفر حوصلہ اہل بزم تنگ  
ساتی سے جام بھر کے پلا یا نہ جائے گا  
راضی ہیں ہم کہ دوست ہو دشمنی رگر  
دشمن کو ہے دوست بنا یا نہ جائے گا

کیون چھڑتے ہو ذکر نہ ملنے کا رات کے  
 بکریں نہ بات بات پہ کیوں جانتے ہیں وہ  
 ہم وہ نہیں کہ ہم کو سنا یا نہ جائے گا  
 کس کس سے اختلاط بڑھا یا نہ جائے گا  
 یعنی وہ ڈھونڈتے ہیں جو یا نہ جائے گا  
 مقصود اپنا کچھ نہ کھلا لیکن اس قدر

جھگڑاؤں میں اہل نین کشحالی طرین ہیں آپ

قصہ حضور سے بہ چکا یا نہ جائے گا

ق

تلق اور دل میں سوا ہو گیا  
 دکھانا پڑے گا منہ زخم دل  
 سبب ہو نہ لب پہ آنا ضرور  
 وہ امید کیا جسکی ہوا نہ تھا  
 ہزار گئے رکتے دم آخر فنا  
 نہیں بھولنا اسکی زخم کا وقت  
 سان کل نکارہ رہ کے آتا ہر یاد  
 بچھتے تھے جس ششم کو ہم جاگزا  
 نہ نہ میری امید ٹھکرا ہوا سب

دلا سا تھا را بلا ہو گیا  
 اگر تیرا س کا خلا ہو گیا  
 مرا شکر اس کا گلہ ہو گیا  
 وہ وعدہ نہیں جو فنا ہو گیا  
 مرض بڑھتے بڑھتے مورا ہو گیا  
 وہ رو رو کے ملنا بلا ہو گیا  
 ابھی کیا تھا اور کیا سو کیا ہو گیا  
 وہ غم رفتہ رفتہ غذا ہو گیا  
 رہے وہ خفا گر خفا ہو گیا

ٹپکتا ہوا شعرا حالی سے حال

کامین سادہ دل مبتلا ہو گیا

ق

سنگ گراں ہو پورا میں نگین یار کا  
 اک ٹھوس ہو گئی پتھر کی پرتہ اب  
 وہ جو عملہ رام نہیں صبر و شہد کا  
 کیا اعتبار زندگی ستار کا  
 ہم خوش کہتی تھے ہوں آغوش ناگاہی  
 لیتا نہیں محسوس گلہ روزگار کا

بجھو مجھے اگر تھیں ہر آدمی کی قدر  
میرا اک التفات نہ مرنہ ہزار کا  
گر صبح تک وفانہ ہوا وعدہ وصال  
سن لین گے وہ مال شب انتظار کا  
اب نہ بولے گل پہ ہوا کب لہرین  
ہم کو چین سے یاد ہو جائے ہزار کا  
ہرمت گردن آتہ لیسے بلند ہے  
پونچے جو حوصلہ ہو کسی شہسار کا  
غربت کے مشغول نے وطن کو بھلا دیا  
خانہ خراب غبارِ الفت شعار کا

حالی بس با یقین ہر کدلی کے ہوتے  
ہے ذرہ ذرہ مہر نسا اس دیار کا

پ

دردِ دل کو دواسے کیا مطلب  
کہیا کو طلا سے کیا مطلب  
چشمہ زندگی ہے۔ ذکرِ جیل  
خضر و آب بہت سے کیا مطلب  
بادشاہی ہونفس کی تخیل  
ظنِ بال ہمارے کیا مطلب  
جو کر نیلے بھرن گے خود۔ واعظ  
تم کو میری غلامی سے کیا مطلب  
جنگِ معبود حور و غلام ہین  
اُن کو زہدِ خدا سے کیا مطلب  
کام ہے مردی سے انسان کی  
نہ دیا اگست سے کیا مطلب  
ہے اگر زند دامن آلودہ  
ہم کو چون چہرے کیا مطلب  
صوفی شہرِ با صفا ہے اگر  
ہو۔ ہماری بلا سے کیا مطلب

نکستے پر عیش ہین جو حالی

اُن کو درد و صفا سے کیا مطلب

مجھ میں وہ تابِ ضبطِ شکایت کہاں ہو اب  
چھوڑو تم کہ میرے بھی تھیں زبانِ ہر اب  
وہ دن گئے کہ حوصلہ مضبوط راز تھا  
چہرے سے اپنے شورشِ پیمانِ جان ہو اب  
جس دل کو قیدِ مستی دنیا سے تنگ تھا  
وہ دل اسے یہ حلقہ زلفِ جان ہو اب

آنے لگا جب اسکی تمنائیں کچھ مزا  
لغزش نہو بلا ہے حیفون کا القات  
اک جرعه شراب نے سب کچھ بھلا دیا  
ہے وقت نزع اور وہ آیا نہیں ہنوز  
ہے دل غم جان سے سبکدوش اندون  
حالی تم اور ملا آست پیر سے فروش  
وہ علم و دین کہ ہر ہر وہ تقویٰ کمان ہر آب

پ

یہ ہیں اعظا سب غم آتے ہیں آپ  
بس بہ طعن و ملامت کر چکے  
ہے صراحی میں ہی لذت کہ جو  
واعظو ہے ان کو شرمنا گناہ  
کرتے ہیں اک اک کی تکثیر آپ کیون  
کرتے ہیں آباد و زخ کو حصور  
چھپر کر واعظ کو حالی مخلص سے  
بستر کیوں اپنا بچا لے ہیں آپ

ست

گو جوانی میں تھی کجسرا لی بہت  
نہر بہر تیرے کیا دکھلا دیا  
بہت پہ انکی اور پس جاتے ہیں ل  
سر و اقل آنکھ میں نیچے نہیں  
پر جوانی ہم کو یاد آئی بہت  
جمع ہیں ہر سوتا شامی بہت  
راس ہو کچھ اس کو جوانی بہت  
دل پہ ہر نقش اسکی غنائی بہت

چو رہتا زخون میں اور کتنا تھا آخر  
آرہی ہے چاہ یہ مسئلہ سے صدا  
وصل کے ہو ہو کے سامان گئے  
جان نثاری پر وہ بول اٹھو مری  
ہم نے ہر ادسے کو اعلیٰ کر دیا  
کر دیا چنے افعات دہرنے  
گھر گئیں خود تلخیاں آیام کی؟  
ہم نہ کہتے تھے کہ حالی بے پروا  
راست گوئی میں ہر رسوائی بہت

اُسکے جاتے ہی یہ کیا ہو گئی گھر کی صورت  
کس سے بیان دفا باندھ رہی چر بلبل  
ہے غم زدہ زبڈائی نہ نشا طغی وصل  
اپنی جیبوں سے رہیں سلے نازی ہشیار  
دیکھئے شیخ مہر سے کچھ یا نہ سٹھ  
واعظو آتش دوزخ سے جہان کو تنے  
کیا خبر زار قانع کو کہ کیا خبر ہر حرص  
میں بجا تیر حواش سے نشا نہ سنکر  
شرف میں اُسکے مزار دین اُسکے قدرت  
حواش اپنے پہ بھی اک بعد ہر میت ہو ضرور  
رہتاؤں کے پورے جاتے ہیں اوسان خطا  
اُن کی کیا ہے تباہی میں یہ بیہ اسوا

نہ وہ دیوار کی صورت ہو نہ در کی صورت  
کل نہ ہواں نہ گئی کل نہ کی صورت  
ہو گئی اور ہی کچھ شام و سحر کی صورت  
اک بزرگ آئے ہیں مسجدِ خضر کی صورت  
صورت دلوں کے بے عیب بشر کی صورت  
یہ ڈرایا ہو کہ خود بین گئے ڈر کی صورت  
اُس نے دیکھی ہی نہیں کیسے نہر کی صورت  
آٹے آئی مرے نسیم سپر کی صورت  
ناصو اس سے نہیں کوئی مفر کی صورت  
رہ گئی ہو ہی اک تسخِ ظفر کی صورت  
راہ میں کچھ نظر آتی ہو خطہ سر کی صورت  
پر ڈرائی ہو بہت آج کھنور کی صورت

اُنکو حالی بھی پلاتے ہیں گھر اپنے مہمان  
دیکھنا آپ کی اور آپ کے گھر کی صورت

بتاتے ہیں وہ مہربانی کی صورت  
جسے دیکھ کر دل ہو عاشق کا بیکل  
شب و عہدہ ہو بارِ عام انکے در پر  
غمِ دل نے رسوا کیا ہم کو آخسر  
بنائی بہت شادمانی کی صورت  
فراد کھنا شیخِ فنا کی صورت  
یقین ہے کہ ہم جبکو سمجھے ہیں مرنا  
یہی ہو تو ہو زندگانی کی صورت

سمجھ کر قتلِ حالی کو دیکھو

مٹاؤ نہ عشقِ جوانی کی صورت

ط

تو نہیں ہوتا تو رہتا ہے اچاٹ  
نہج رہی ہے کان میں اپنا کوئی  
ناؤ ہے بوسیدہ اور موحین ہیں سخت  
اک کسانِ سپہِ زن کی رہ گئی  
دیر سے مسجد میں ہم آئے تو ہیں  
جو کہے تجھ کو بنا دین لے امیر  
ملتیں رستوں کے ہیں سب ہیر پھیر  
برقِ منڈلاتی ہو اب کس چسپو  
تغ میں ترش پیاسےِ حالیِ مہین  
چٹکیان سی ٹلین پلٹا ہو کون

دل کو یہ کیسی لگا دی تو نے چاٹ  
اور مٹتی لے کئی بے ہیں ٹھاٹ  
اور دریا کا بہت چکلا ہے پاٹ  
راج کسرے کا رہا باقی نہ پاٹ  
ہے گریبانِ جی کھلے زاہدِ پاٹ  
ہیں بہت سرکار کی مٹل میں بھاٹ  
سب جہازوں کا ہے ننگ ایک گھاٹ  
ٹڈیان کب کی گئیں کھنٹی کو چاٹ  
جقد رتیری زبان کرتی ہو کاٹ  
شعر تو ظاہر میں ہیں تیرے پاٹ

ش

باب کا ہر جہی سپردارث  
گھر ہنرور کا ناخلف نے لیا  
فاتح ہو کمان سے میت کی  
ہوں اگر ذوق کب سے آگاہ  
خاک کرمان گور و خوش متبار  
واعظو دین کا حذر احافظ  
قوم بے پر ہے دین یکیں ہے  
ہم چہ بیٹھے ہین ہاتھ دھوئے حرلیت

ہو ہنر کا بھی اُسکے گردارث  
تیرا ہے کون اسے ہنر وارث  
لے گئے ڈھوکے سچم ندوارث  
کرین میراث سے حذر وارث  
ایک سیت اور اسفند وارث  
انبیاء کے ہو تم اگر وارث  
گئے اسلام کے کوھر وارث  
جیسے مردہ کے مال پر وارث

ترک چھوڑا ہے کچھ اگر حالی  
کیون ہین سیت پہ نوہر وارث

بھید واعظ اپنا کھلوا یا عبث  
جلوہ صوفی نے نہ دکھلایا کوئی  
شیخ رندون میں بھی کچھ پاکبار  
کوئی سچھی آ کے اب پختا نہیں  
آ نکلتے تھے کبھی مسجد میں ہم  
کھیتیاں جگر ہوئیں بارونگی خاک  
قوم کا حالی پہنپا ہے حال

دل جلون کو تو نے گریا یا عبث  
رات بھر بارون کی پھوٹا یا عبث  
سب کو لہزم تو نے شہر یا عبث  
آپ نے جال اپنا پھیلا یا عبث  
تو نے زاہر ہم کو شہر یا عبث  
اب رہے گھر کر اوصاف یا عبث  
تم نے رور و سب کو رور یا عبث

ج

بات کچھ ہم سے بن نہ آئی آج  
چپ رہی ہر دم تھے کیا کیا کچھ

بول کر ہم نے ٹھہ کی کھائی آج  
بات بگڑی بنی بسنا آج

شکوہ کرنے کی خو نہ تھی اپنی      پر طبیعت ہی کچھ بھسرا کی آج  
بزم ساقی نے دی الٹ ساری      خوب بھر بھر کے خم لٹھکھا لی آج  
سعیست پورست دیر سے یارب      ۱ قطعہ نفس اور شمع بین لڑائی آج  
غالب آگاہ نفس و نیا شمع      ۲ دیکھنی ہے تری حسدائی آج  
چور ہے دل میں کچھ نہ کچھ یارو      نیند پھر رات بھسرنے آئی آج  
گل بیان کار و بار میں سب بند      کر لو کرنی ہے جو کسا لی آج  
زرد سے الفت کی بیج کے چلنا تھا

مفت حالی نے چوٹ کھائی آج

تلخی و دران کہین سب شکوہ رخ      یہ بھی تیار و کوئی رنجون میں رہا  
بیخ و شادی باج کہین سب کثبات      اور اگر سوچو تو شادی ہے بیخ  
توافقا عت میں نہان کج فراغ      پر ہمیں بیوقت ہاتھ آیا یہ بیخ  
فکر وین بڑھتے تھے شاید ساتھ رہا      ہن وہ اب پنجاہ جو پہلے تھے بیخ  
ہم کو بھی آتا تھا ہنسنا بولنا      جب کبھی جھپٹتے تھے ہم اے بدلیغ  
آگ کی مرگ طبعی ہمس کو یاد      شاخ سے دیکھا جو خود گزرتا بیخ  
راہ اب پیدھی ہو حالی جو کوید      ہو چکے طے سب جسم و بیخ و شکنج

بیج

بزم اچھی ہے۔ گو دنیا ہے اسے میخ و بیج

یان سمجھ لیتے تو ہیں دنیا کو دم بھریا بیج  
نفس سے برہوئی دانش نہ صبر و عقل ہوش  
ایک دشمن بر سر کین ہو تو ہیں سب یار بیج  
استیخاج و خلص ہیں وہ رکھتے نہیں ہکا امتاز



ہے یہ سب اونچی دوکان اور رونق بازار بیچ  
 شاہ معنی کو آرایش کی کچھ حاجت نہیں  
 بھجے وسجاہ بیچ اور جبے و دستار بیچ  
 ہو گوتے جب قدر اتنے برستے تم نہیں  
 اے نصیحو ہے یہ سب گفتار بے کردار بیچ  
 روئی تو آٹھ آٹھ آنسو اور پیچا دل نہ ایک  
 نکلے موتی تیرے سب لے چشم گوہر بار بیچ  
 خوان نعمت نے ترے اے عامل مردار خوار  
 کر دیے آفتاب کے سب خوان و خوان لار بیچ  
 ہے ادب سند پہ۔ جو کچھ ہے رئیس شہر کا  
 ہٹ کے سند سے جو خود دیکھیں توہین سرکار بیچ  
 گو کہ حالی اگلے استاد دن کے آگے ہے  
 کاشش ہوتے ملک میں ایسے ہی اُبے چار بیچ  
 کاٹے دن دندگی کے اُن یگانوں کی طرح  
 جو سدا رہتے ہن چوکس پاسپانوں کی طرح  
 منزل دنیا میں ہن پادر رکاب آٹھوں پر  
 رہتے ہن همان سر امین یہانوں کی طرح  
 سعی سے اکتاپتے اور محنت سے کنیا تے نہیں  
 بھیلے ہن سختیوں کو سخت جانوں کی طرح  
 رسم و عادت پر ہن کرتے عقل کو مٹان دوا

نفس پر رکھتے ہیں کوڑا حکمرانوں کی طرح  
 شادمانی میں گذرتے اپنے آپ سے نہیں  
 غم میں رہتے ہیں شگفتہ شادانوں کی طرح  
 رکھتے ہیں تمکین جو اتنی میں بڑھاپے سے سوا  
 رہتے ہیں چونچال پیری میں جوانوں کی طرح  
 پاتے ہیں اپنوں میں غیرون سے سوا بیگانگی  
 پر بھلا تکتے ہیں ایک اک کا یگانوں کی طرح  
 اس کھیتی کے پنبے کی اُٹھین ہو یا نہ ہو  
 ہیں اُسے پانی دیے جاتے کسانوں کی طرح  
 اُن کے غصے میں ہے دلسوزی۔ ملاست میں ہو پیار  
 مہربانی کرتے ہیں نامہ سازوں کی طرح  
 کام سے کام اپنے ان کو۔ گو ہو عالم نکستہ چین  
 رہتے ہیں بتیں دانوں میں زبانوں کی طرح  
 طعن سُن سُن احمقوں کے پہنتے ہیں دیوانہ وار  
 دن بسر کرتے ہیں دیوانوں میں سیانوں کی طرح  
 کیجے کیا حالی۔ نہ کیجے سادگی گراختیار  
 بولنا آئے نہ جب رنگین بیانوں کی طرح

خ

مے مغان کا ہے چمکا اگر بڑا سے شیخ  
 تو ایسی ہی کوئی چاٹ اور مے لگا اور شیخ  
 ریا کو صدق سے ہو جام مے بدل دیتا  
 بھین بھی ہو کوئی یاد ایسی کیمیا کے شیخ  
 وہ نکلے بھان متی جو بناتے تھے اکیر  
 تماشے دیکھے ہیں تہنہ بارہا کے شیخ

بجھی پہ رکھتے ہیں ہم مختصر بنا کے شیخ  
پھر ایسا کیجیو ہرگز نہ ادعا کے شیخ  
قطعہ ہیں آپ جون سے پڑے ناخدا آشیخ  
شناوری کا ہی گر ہے مرجا کے شیخ  
نہایت اپنی ہے اُن کی ابتلا کے شیخ  
پہ خانقاہ سے افسرہ دل گیا کے شیخ

غور فقر و غور غنا میں فرق ہے کیا  
ربان پہ ہوتی ہو ہر انکی جو ہیں محرم راز  
خبر بھی ہو یقین کیا بن ہی بیڑے پر  
وہ دو دونوں سے الگ ہے ہیں چین پر رک  
گو زن و گور ہیں بچپن سے تارک دنیا  
کمال حسن عقیدت سے آیا تھا حالی

اب غوث کے سوا ہے دھرا کیا جاکے بعد  
ہوتی ہے عافیت کی توقع بلا کے بعد  
بڑھتا ہے اور ذوق گنہ یان سہل کے بعد  
آتی ہے دل کی موت نظر انس شفا کے بعد  
آگے خدا کا نام ہے تاج حق خدا کے بعد  
ہوتی رہی ہمیشہ ندامت خطا کے بعد  
تیرا بھی حکم کہ نہیں حکم قصہ اس کے بعد  
بارے ہوئی قبول بہت التجا کے بعد

شادی کے بعد غم ہے فقیری غنا کے بعد  
ہے سامنا بلا کا پس ان عافیت ضرور  
تفسیر مجرم عشق ہے بے صفت مست  
گرد و دل سے پانی بھی اسے چارہ گر شفا  
یا و خدا میں جب نہ گئی دل سے اسکی یاد  
کرتے رہے خطا میں ندامت کے بعد ہم  
آخر کو نانا پڑا اے نفس خیر و سر  
میت سے تھی دعا کہ ہوں بدنام شہر شہر

حالی کی سن لو اور صدائیں جگر خراش  
دلکش صدائوں کے نہ پھر اس صدائے بعد

تیسرا اقبال ہے جدا میرا جدا سے زاہد  
تو ترا اور کوئی ہو گا خدا سے زاہد  
کچھ بہت دور نہیں روز جزا سے زاہد  
خشک نفوں میں نہ ہوا کیا ہو بھلا زاہد

کہیں غوث اور کہیں غالب ہو جائیو زاہد  
در گذر گر نہیں کرتا وہ گنگارون سے  
ہم دکھا دین گے کہ زہاد رہے نیکی کچھ اور  
قرب حق کے لیے کچھ سوز نہان بھی ہو ضرور

میں تو سو بار ملوں مل نہیں ملتا تم سے  
جال جب تک ہے یہ پھیلا ہوا دینداری کا  
عیب حالی کے بہت آج کچھ تو نے بیان

تو ہی کہہ رہی تھی میری خطا ایڑا ہر  
شکر دنیا کا کرے تیری بلا سے زاہر  
ذکر کچھ اور کر اب اس کے سوا اسے زاہر

و

پیاس تیری بوسے ساغر سے لذیذ  
چمکا تو قاتل ہو پھر اُس کے لیے  
لطف ہو تیری طرت سے یا عتاب  
قند سے شیریں تری پہلی نگاہ  
جھا بچھ میں جس بھوک کی بھولے نہ تو  
ہر پہ تجھ میں کس کی بو بایں صبا  
جو فضا ہے مین حالی سیماں

بلکہ جام آب کوثر سے لذیذ  
کوئی نعمت ہے خمر سے لذیذ  
ہم کو ہے سب شہد شکر سے لذیذ  
دوسری قند مکر سے لذیذ  
بھوک ہے وہ شیر مار سے لذیذ  
بوی بید مشک حنجر سے لذیذ  
اُن کو فاقے مین مرغفر سے لذیذ

ہے یہ تکیہ تری عطاؤں پر  
رہن نا آشنا زمانہ سے  
رہرو باخبر رہو کہ گمان  
ہے وہ دیر آشنا تو عیب ہو کیا  
اُسکے کوچہ میں مین وہ بے پرواں  
شہسواروں پہ بند ہے جو راہ  
نہیں جسم کو اسکی بوند نصیب  
نہیں محروم بخششیں تیری  
حق سے درخواست عفو کی حالی

وہی اصرار ہے خطاؤں پر  
حق ہے تیرا یہ آشناؤں پر  
رہزنی کا ہے رہناؤں پر  
مرے مین ہم اٹھیں اداؤں پر  
اُٹتے پھرتے مین جو ہواؤں پر  
وقف ہے مین برہنہ پاؤں پر  
مینہ برستا ہے جو گداؤں پر  
زاہرون پر نہ پارساؤں پر  
کچھ کس مجھ سے ان خطاؤں پر

کرتے ہیں سو سو طرح سے جس لوہ گر  
جانتے ہیں آپ کو پہ پہ سیرگار  
دوست اُسکے ہیں اُسکے آشنا  
فصلتین روباہ کی رکھتے ہیں ہم  
اپنی نیکی کا دلاتے ہیں یقین  
کرنی پڑتی ہے کسی کی صبح جب  
گر کسی کا عیب مٹ پاتے ہیں ہم  
کی نہیں جس سے کبھی کوئی بدی  
ایک بخشش ہیں بھلائیے ہیں سب  
عیب کو گنتے نہیں اُس عیب کو  
خیر کا ہوتا ہے ظن غالبِ جہان  
بنتے ہیں یاروں کے ناصح تاکہ ہو  
دوست اک عالم کے مطلب کے دوست

عیبِ حالی اپنے یوں کہتا ہو کون

خواہشِ تحسین ہے حضرت کو گر

ہو گی نہ قدر جان کی قربان کیے بغیر  
گو ہو شفا سے یاس پہ جب تک ہو دمِ یمن  
بگڑی ہوئی بہت ہو کچھ اس باغ کی ہوا  
آباد ہر پردہ دہری پر ہے قوم کی  
غرت سے اپنی یاروں کو کچھ آپڑی ہو ضد  
شکل بہت ہو گو کہ مٹانا سلف کا نام

دامِ اُٹھیں گے نہ جنس کے ارزان کیے بغیر  
بن آگے گی مدد و کارِ مان کیے بغیر  
یہ باغ کو رہے گی نہ دیران کیے بغیر  
مردوں کو رہے گا نہ عریان کیے بغیر  
چھوڑینگے نجان کو نہ بیچان کیے بغیر  
مشکل کو ہم طہین گے نہ آسان کیے بغیر

گوئے ہے نندرتلخ پہ ساقی ہے دلربا  
لے شیخ بن پڑے گی نہ کچھ مان کیے بغیر  
تکفیر جو کہ کرتے ہیں ابنائے وقت کی  
چھوڑے گا وقت انھیں نہ مسلمان کیے بغیر

حالی اکثر گاکاٹنے ہی سے پیستون  
حل ہوں گی مشکلیں یہ آسان کیے بغیر

ط

گھر ہے دشت خیز اور بستی اجاڑ  
ہو گئی اک اک گھڑی چھ بن ہیاڑ  
آج تک قصر آئل ہے نامتام  
بندہ چکی ہو بارہا کھل کھل کے پاڑ  
ہے ہو چننا اپنا چوٹی تک حال  
اے طلب نکلا بہت اونچا ہیاڑ  
کھیلنا آتا ہے ہم کو بھی شکار  
پر نہ سین زائد کوئی ٹٹلی کی آڑ  
دل نہیں روشن تو ہیں کس کا دم کے  
سوشستان میں اگر روشن ہیں جھاڑ  
عید اور نور و زہے سب کے ساتھ  
دل نہیں حاضر تو دنیا ہے اجاڑ  
کھیت رستے پہ ہے اور زہر و سواد  
کشت ہے سرسبز اور نیچی ہے ہاڑ  
بات دا عظم کی کوئی پکڑی گئی  
ان دنوں گتر ہے کچھ ہم پرستاڑ  
تم نے حالی کھول کر ناحق زبان  
کر لیا ساری حسدائی سے بگاڑ

ث

عبدالصالح دل نے بھلایا نہیں ہنوز  
عالم مری نظر میں سایا نہیں ہنوز  
پیغام دردست کا کوئی لایا نہیں ہنوز  
جھونکا سیم مصر کا آیا نہیں ہنوز  
آگک جاے دل نہ منزل مقصود میں  
ہم جس کو ڈھونڈتے ہیں وہ پایا نہیں ہنوز  
آیا نہوگا اُس کو تشافل میں کچھ مزا  
ذوق مگاہ ہم نے جہاں نہیں ہنوز  
ایمن میں آگ لگ چکی اور طور جل چکا  
اُس نے نقاب رخ سے اٹھایا نہیں ہنوز  
یان دیکھی جو اب اسید جواب خطا  
وان نامہ سر پر نے بار بھی پایا نہیں ہنوز

پایا ہے ذوق و شوق میں ہم کو بھرا ہوا  
کیا دل سے بعد مرگ بھی عاتی نہ تیری یاد  
سرمایہ خلافت دو عالم ہے را زد دل

کس نشہ میں ہے چور خدا جانے اس قدر

حالی نے جامِ مُنہ سے لگایا نہیں ہونہ

دوستو دل نہ لگانا نہ لگانا ہرگز  
دیکھنا شیر سے آنکھیں نہ لڑانا ہرگز  
زد میں تیر صفت مرگان کی نہ جانا ہرگز  
کسی دلالہ کے دھوکے میں نہ آنا ہرگز  
تو جاتی میں نہ یہ روگ بسا نا ہرگز  
آکے دیرا دن میں اب گھر نہ بسانا ہرگز  
قدریان رہ کے اب اپنی نہ گوانا ہرگز  
نہ سنا جائے گا ہم سے یہ فسانا ہرگز  
ہنتے ہنتے ہمیں ظالم نہ رلانا ہرگز  
در داگیر غنہ زل کوئی نہ گانا ہرگز  
کوئی دلچسپ مرقع نہ دکھانا ہرگز  
دیکھنا برسے آنکھیں نہ چسرا نا ہرگز  
دیکھ اُس شہر کے کھنڈ و دھنیں نہ جانا ہرگز  
دفن ہو گا کہیں اتنا نہ خزانہ ہرگز  
اے فلک اس سے زیادہ مٹانا ہرگز  
ایسا بلا ہے نہ بدلے گا زمانہ ہرگز

جیتے جی موت کے تم مُنہ میں نہ جانا ہرگز  
عشق بھی تاک میں بیٹھا ہو نظر باز و کی  
زال کی پہلی ہی رستم کو نصیحت یہ تھی  
چاہت اک طلعت کروہ ہو رقع میں نہان  
ہاتھ دھوئے نہون پیری میں اگر حسرت ہو  
جنے رستے تھے ترے ہو گئے دیرانِ عشق  
کوچ سب کر گئے ولی سے ترمقہ شناس  
تذکرہ وطنی مرحوم کا اے دوست نہ چھوڑ  
داستانِ گل کی خزان میں نہ سنا او لبیل  
ڈھونڈھتا ہو دل شوریدہ بہانے مطرب  
صحبتیں اگلی یہ صورت ہمیں یاد آئیں گی  
موجزن دلیں ہرین بیانِ غن کے دریا آجیم  
لیکے داغ آئے گا سینے پہ ہمیشہ سیاہ  
چپے چپے پہ ہرین یاں گوہر کتنا بڑھا  
ہمٹ گئے تیرے مٹانیکے نشان بھی اب تو  
وہ تو بھولے تھے ہمیں ہم بھی اٹھیں بھول گئے

جسکو زخموں سے حوادث کے چھوٹا سمجھیں  
 ہکو گرتے ٹر لایا تو ر لایا اسے چسپ  
 یار خود روئیں گے کیا اُن پہ جہاں رہتا  
 آخری دور میں بھی تجھ کو قسم ہے ساتی  
 بخت سولے ہین بہت جاگ کے او دوزبان  
 یان سو رخصت ہو سویر و کہیں ایو عیش و نشاط  
 کبھی لے علم نہ ہست رکھ تھا اعتبار ادلی  
 شاعری مر کلی اب زندہ نہوگی یارو  
 غالب شفیقہ و نثر آذر وہ فوق  
 سوین غلوی و صہبائی و ممنون کے بعد  
 کردیا مر کے یگانوں نے یگانہ ہم کو  
 واضح و مجروح کو سن لو کہ پھر اس گلشن میں  
 رات آخر ہوئی اور بزم ہوئی زید و زہد

نظر آتا نہیں ایک ایسا گھس رانا ہرگز  
 ہم پہ غیروں کو تو ظالم نہ ہنسنا ہرگز  
 اُن کی ہنستی ہوئی مشکوں پہ نہ جانا ہرگز  
 بھر کے اک جام نہ پیاسوں کو پلانا ہرگز  
 نہ ابھی نیند کے ماتوں کو چھکانا ہرگز  
 نہیں اس درمیں یان تیرا ٹھکانا ہرگز  
 ہم کو بھولے ہو تو گھر بھول نہ جانا ہرگز  
 یاد کر کے اُسے جی نہ کڑھانا ہرگز  
 اب دکھائے گا یہ شعلیں زنا نا ہرگز  
 شعر کا نام نہ لے گا کوئی دانا ہرگز  
 در نہ یان کوئی نہ تھا ہم میں یگانہ ہرگز  
 نہ سنے گا کوئی بلبل کا ترانہ ہرگز  
 اب نہ دیکھو گے کبھی لطفِ شباب ہرگز

بزم ماتم تو نہیں بزم سخن ہو حالی

یان مناسب نہیں دے کے ر لانا ہرگز

بخش و التفات و داد و نیاز  
 عشق کی آنچ اس میں پاتا ہوں  
 شیخ اسدے تیری عیاری  
 اک پتے کی جو پہنے کدی آج  
 ہم کو نسبت پہ فخر ہے تیری  
 آج منکر بھی ناچ اٹھیں گے  
 ہم نے دیئے بہت نشیب و فراز  
 دل ز دا دیکھتا ہوں جس کا گدا  
 کس تو جیسے پڑھ رہا ہے ناز  
 رنگ و اخلاص کا کر گسا پر داز  
 تو گئی بھول ہم کو خاک حجاز  
 گر مستی کی ہے ہی آواز



- خیر ہے بسے فلک کہ چار طرٹ ۱ <sup>نظم</sup> چل رہی ہیں ہوائیں کچھ ناساز  
 رنگ بدلا ہوا ہے عالم کا ۲ ہیں دگرگون زمانہ کے انداز  
 ہوتے جاتے ہیں زور مضہیف ۳ بنتے جاتے ہیں ہمتدل ممتاز  
 چھپتے پھرتے ہیں کبک تھو سے ۴ گھونسلوں میں عقاب اور شہباز  
 ہے نہ توں کو رگزد رین خطر ۵ رہزنیوں نے کیے ہیں اٹھ دراز  
 مڈیوں کا ہے کھیتیوں پہجوم ۶ بھیڑیوں کے ہیں خون میں لب آرز  
 ناتوانوں پر گدہ ہیں منڈلاتے ۷ گھائلوں پر ہیں بیزیر انداز  
 تشنہ خون ہیں بھوکے شیر دن کے ۸ حیلہ گردو ہوں کے عشوہ ناز  
 دشمنوں کے ہیں دوست خود جاسو ۹ اور یاروں کے یا رہیں غماز  
 ہوگا انجام دیکھے کیا کچھ ۱۰ ہے پُر آشوب جبکہ یہ آغماز  
 نے ابھی تک کھلی نہیں لیکن ۱۱ غیب سے آرہی ہے کچھ آواز  
 دقت نازک ہے اپنے پیرے پر ۱۲ موج مارل ہے اور ہوتا ساز  
 یا تھپیڑے ہوا کے لے اُبھرے ۱۳ یا گیا کشمکش میں ڈب جہاز  
 کام اُسے اپنے سوپ دو حالی ۱۴ نہیں جس کا شریک اور انباز  
 ہے وہ مالک ڈوبے خواہ ترے ۱۵ چارہ بان کیا ہے غیر عجز نیا

س

جاذب رحمت ہے متناطیس عصبان اپنے پاس

رکھتے ہیں عاصی کند صیدِ غفران اپنے پاس

عاجزوں سے مستدر کرتے ہیں اکشدر گذر

عجز اپنا ہے کلید بابِ رهنواں اپنے پاس

۱۔ فیض سوزن لکھا گیا تھا جبکہ ترکی کرسطان عبدالرزاق خان کے قتل کے بعد سرودیہ سائیکلو ڈروٹوٹھی کے متاثرین اور خیر صمد پورچا

ہو گئی گر کچھ سمجھنے میں خطا سران کے  
 عذر خواہ اپنا ہے خود فرمان سلطان اپنے پاس  
 بام بتلا یا بلند اور نار سا بخشی کند  
 رکھتے ہیں ہم اپنی معذوری پہ بران اپنے پاس  
 خاک میں ہنسنے ملا رکھی ہے اس سیر اپنی آپ  
 در نہ ہے ہر درد کا موجود و زمان اپنے پاس  
 دست برد و اہرمن کا جس کو کچھ کھٹکا نہیں

ہے مجد اسد وہ مسر سلیمان اپنے پاس  
 دیکھنا حالی نہ دینا وضع فطرت کو بدل  
 ہے یہ دستاویز استخلاص جان اپنے پاس

چھڑا پ نہ اے تصور مژگان یار بس  
 یہ غم نہیں ہے وہ جسے کوئی بٹا سکے  
 ہر داغ فصل گل کی نشانی ہو لے صبا  
 ڈر ہو دل و جگر ساتھ امیدیں بھی پس نخبائیں  
 دین غیر دشمنی کا ہماری خیال چھوڑ  
 اہا نہیں نظر کہ یہ ہو رات اب سحر  
 کافی ہے خار خار غم روزگار بس  
 غمخواری اپنی رہنے دے اور عکسہ بس  
 گلگشت کو بہت ہے دل داغدار بس  
 اے آسیاے گردش لیل و نہار بس  
 یان دشمنی کے واسطے کافی ہیں یار بس  
 کی نیند کیون حرام بس اے تنہا رہ بس

تھڑی ہو رات اور کمانی بہت بڑی  
 حالی نکل سکیں گے نہ دیکے بخار بس

ش

اک ہم کو ہم پر سایہ ہے درپیش  
 غفلت ہو کہ گھیری ہو ہے چار طرے سے  
 بتا نظر آتا نہیں جو کام ہے درپیش  
 اور معرکہ گردشِ ایام ہے درپیش

وہ دن گئے جب تمامِ صبح کا آغاز  
اب اس مرضِ صبح کا انجام ہے درخشاں  
اگر صبح بھی تھی روزِ مصیبت کی قیامت  
پر صبح تو چون تون کٹی اشام ہے درخشاں  
وہ وقت گیا، نشہ تھا زورِ نوحہ پہ جب اپنا  
اب وقتِ غارِ بے گلام ہے درخشاں  
امیدِ شفا کا تو جواب آہی چکا ہے  
اب بوحہ کا سننا بہین پیام ہے درخشاں  
جی اُس کا کسی کام بہین گستاخِ نینار  
ظاہر ہو کہ حالی کو کوئی کام ہے درخشاں

ص

ہر شے سے اُسکی غصہ بہین عطایِ خاصِ خاص  
ہر مرض کو اس بہین حبیبِ دلِ خاصِ خاص  
دل تو اپنا پھر چکا ہے زال دنیا سے مگر  
بہین لہن بھی اُسکی ادالین خاصِ خاص  
گو نہ مانے بھلا دی دل سے اپنے فضلِ گل  
یاد بہین کیل کی حد بہین خاصِ خاص  
دہر و تقویٰ سے نہیں ہوتین عائنِ مستجاب  
دستِ نازین کچھ خاص خاص اور بہین خاصِ خاص

یون تو ہو امید سب کچھ بہین شامِ حیات  
وہ جو کہ بہین تہنہ لے حالی عطایِ خاصِ خاص

درد اور درد کی ہو سب کے درد ایک ہی شخص  
یاں ہے جلاؤ سجا بخدا ایک ہی شخص  
حور و غلمان کے لیے لائین ل آخر کس کا  
ہو بیتا نہین بیانِ عیدِ برآ ایک ہی شخص  
قافلے گذرین دہان کیونکہ سلامتِ اعظ  
ہو جانِ اہرن اور نہا ایک ہی شخص  
تیس سا پھر کوئی اٹھانہ بنی عامرین  
فخر ہوتا ہے ٹھرانے کو اسدا ایک ہی شخص  
جنگل دیکھے بہین جن لوگوں کے آنکھوں نے  
آج دیا کوئی دے ہو کھو ایک ہی شخص  
گھرین برکت ہو مگر فیض ہو جاری شہِ روز  
کچھ سہی سچ مگر ہے بخدا ایک ہی شخص

اعترافِ نوحہ گراں کے ہو حالی پہ پتھر  
شاعرِ اسلمی حنائی میں ہو کیا ایک ہی شخص

ص

عشق کو ترک جنوں سے کیا غرض  
دل میں ہوا سے خضر کی طلب  
حاجیو ہر ہنگام گھروائے سے کام  
گنگنا کر آپ رو پڑتے ہیں جو  
نیک کسانیک جس کو دکھنا  
دوست ہیں جب نہ خم دل سے بغیر  
عشق سے ہے مجتنب زاہد عبث  
کر چکا جب شیخ تعمیر ملب  
چرخ گردان کو سکون سے کیا غرض  
راہرو کو رہتوں سے کیا غرض  
گھر کے عراب ستون سے کیا غرض  
انگوچنگ دار غنوں سے کیا غرض  
ہنگام تفتیش نہیں سے کیا غرض  
انگو اپنے شکستہ خون سے کیا غرض  
شیر کو صید نہ بنی سے کیا غرض  
اب اُسے دنیا سے دور کیا غرض

آئے ہر حالی پر تسلیم یار

آگے چون چگون سے کیا غرض

دوست کا ماروا نہیں اغراض  
چاہتے ایک سب کا ہر مقصود  
یاد میں تیری سب کو بھول گئے  
دیکھیے تو بھی شہش ہے یا ناخوش  
لا ابالی پاٹ لیا سب کچھ  
منعم بذل خس میں یہ دیر  
حق میں اپنی کس سخت مسک ہیں  
راے ہے کچھ علیل سی تیری  
وعظ میں گل کرتے ہیں واعظ  
ہے فقیہوں میں اور ہم میں نزاع  
دوستوں ہی کا کام ہے اغراض  
گوہن سب کے جدا جدا اغراض  
کھو دیے ایک ٹکڑے سب اغراض  
اور تو ہم سے سب ہیں کچھ اغراض  
گل ناس و انت عتے راض  
اپنا مطلب اور اس پر اغراض  
جو کہ اور دن کے حق میں ہیں اغراض  
بہض اپنی دیکھ اسے بتا غرض  
منہ میں ان سے زبان ہی اغراض  
صل لافنی نورا عینا من قاض

ہے ریاضت پہ ناز کا زاہد      خاکش تجھ سے ہم سوا مراض  
شیخ کی مٹی یہ آہن سہی تلقین      چاہیے زر تو اس سے کوہِ اراض  
ایسی غزلین سنی نہ بھین حالی  
یہ نکالی کہاں سے تم نے بیاض

ط

رات گزری ہو چکا دورِ نشاط      ط ہوئی بس کبئی دم میں بساط  
دل سے خوشیاں ہو گئیں اب گوشہ گیر      نام تھا شاید جوانی کا نشاط  
دن اب ابدیل منقبض رہنے کے ہیں      ہو چکا ہونا تھا جو کچھ انبساط  
غشبہ چٹکا اور آہو بخی خزان      فصلِ گل کی مٹی نقطہ اتنی بساط  
زینہ منبر ہے لقرشش کی جگہ      جانو دعا عطا سے راہِ صراط  
تو بھی کھانے میں نہیں جتا شج      ہم کریں پینے میں کیوں پکا احتیاط

کوچ کی حالی کرو تیارِ پاں  
ہے قویٰ میں دمِ دم اب انحطاط

ظ

چھپے ہیں حریفوں میں احرارِ دعاظ      بڑا کہہ نہ رند دن کو نہ ہمارا دعاظ  
سدا تھر ہی تھر ہے عاصیوں کی      نہ تار ہے تو نہ غفار دعاظ  
نکل آئے گی میکشی کی بھی جلت      کوئی مل گیا اگر ہیں بار دعاظ  
کوئی بات دکھی نہیں تجھ میں لیکن      سنا ہے کہ ہوتے ہیں عیا دعاظ  
ہیں اور بھی تجھ سے کرتے ہیں ظن      یہ جھوٹے ریش اور یہ دستار دعاظ  
نہ چھوڑے گا زبورِ مکنون میں نہ زر تو      یہی ہے اگر حسنِ گفتار دعاظ  
مسلمان نہ ہم کاش حالی کو کہتے      ہوے بات کہہ کر گنہگار دعاظ

ع

اسے بہارِ زندگانی الوداع  
اسے بیاضِ صبحِ پیریِ اسلام  
اسے شبابِ بے شادمانی الوداع  
اسے شبِ تیرِ رجوانی الوداع  
اسے سلامِ قاصدِ ملکِ بقا  
اسے سلامِ مستیِ الصلا  
روزگارِ ضعف و سستی  
فرصتِ عشقِ دجوانیِ الفراق  
دویرِ عیش و کامرانی الوداع  
تھکوتِ بچھے تھے نعیمِ جادان ۲  
اسے نعیمِ جادوانی الوداع  
تیرے جاتے ہی گئیں سنجہ بیان ۳  
اسے خدا کی مہرِ بانی الوداع  
الکا حالی کنائے پرہیزگار  
الوداع اسے زندگانی الوداع

غ

کل کہکے چمن میں یہ کہتا تھا ایک شاغ  
ہو تاک میں عقاب تو شہباز گھات میں  
یارِ بنگاہِ بد سے چمن کو بچپا یو  
دو چار گامِ نقشِ قدمِ تل کے رہ گئے  
آئینِ بے بینِ مہِ شوقِ سوچِ اہلِ نرگس  
جنگل میں تھمے گلِ نمودِ رو کو دیکھ کر  
دیکھ اس شرامِ نازِ پہ اتنا نہ کر دماغ  
چلتے ہیں یاں اہلِ کئے نہیں ایکم فراع  
بلبل بہت ہر جگہ کے پھولوں کو باغِ باغ  
آگے چلا نہ آہوے شکنیں کا کچھ سراغ  
ماتی بھری کھڑا ہے لعل سے ایامِ غ  
تازہ ہوا زمانہ کی ناقہ دیون کا داغ

حالی بھی پڑھنے آئے تھے کچھ بزمِ شمعین  
باری تباہ کی آئی کہ گل ہوئے پیراغ

ف

حق نہ ملانے کچھ بنایا صامت  
افردہ صوفی نے کچھ دکھایا صامت

مہر روشن نظر آ یا صاف  
صاف تھے آپ سب کو یا صاف  
نکد بھی بنے کچھ نہ پایا صاف  
بھید تم نے نہ کچھ بتایا صاف

آنکھ اپنی ہی جب تک نہ کھلی  
کبھی دشمن سے بھی نہ کھلے ہم  
ناہر ہم تو تھے ہی آلودہ  
کیون فیسوں سے رک گئی حالی

ق

نہ اپنا کلبہ احزان ہوا ر کے لایت  
نہیں یہ آنکھ ہی دیدار کے لایت  
بہت ہو زندگی ستار کے لایت  
بناؤ تھے ہی اس تابکار کے لایت  
رہا نہ باغ قدوم ہمار کے لایت  
رہا نہ شیر ثیان خود شکار کے لایت  
ہمارے جرم ہوں گرا عذار کے لایت  
تھیں تو شہر میں ہوا اعتبار کے لایت  
مگر نہیں کوئی خوبی شمار کے لایت

نہ ہم ہین یار کی مغل میں بار کے لایت  
کے گا کیا ترا گل الجواہر کے کمال  
مکان عاریتی اور لباس بوسیدہ  
خود و حرص ہین زیور عروس دنیا کے  
کیے گی باوہار آ کے اب کے سر سبز  
بس اب ہو فضلہ روباہ و گرگ پر گزبان  
گنہ کا عذر کرین محسب ہم آنکھوں سے  
گرہین دام نہ دفترین نام ہو حالی  
یہ تھے مانا کہ تم میں نہر بھی ہین کچھ کچھ

س

تو آشنا سے ہو بیگانہ آشنا ایک ایک  
جہان ہوا نہر خلق رہنا ایک ایک  
بنا ہو غوث زمان آجکل گدا ایک ایک  
مری نگاہ میں ہو زندہ پارسا ایک ایک  
کہ یار بار سے ہو جائیگا جدا ایک ایک  
جب آپ منہ سر لگی بولہو خطا ایک ایک

دلون کا کھوٹ اگر کیسے بر ملا ایک ایک  
سلامتی کو وہاں قافلون کی روٹھین  
زمانہ پھر نظر آتا ہے کچھ ترنی پر  
رہا ہوں زندہ بھی لے شیخ پارسا بھی میں  
وفا کی ایک جتنی سے امید ہو اس وقت  
چھپا کے اُس سے قصو لپٹے ہم بہت شرے

ہو نہ ایک بھی حق اس کی بندگی کا ادا  
امیر حلاج کی بہت میں گرنے آئے قصور  
ہم آج بیٹھے ہیں ترتیب کرنے دفتر کو  
ہمارے بھی نہ ببل ترسی بچھاؤ آگ  
وہ عشق ہو نہ جوانی وہ تو ہر اب نہ وہ ہم

نہ ہم رہیں گے نہ حالی نہ بحر آش حجاب  
رہیگی حالی دلگیر کی صدا ایک ایک

عالم آزاد دکان ہر اک جہاں سے الگ  
پاک ہیں آلائشوں میں بند شوقین لگاؤ  
دوست کے ہیں جہاں غار اپنا ہو یا بیگانہ ہو  
سب کی سُن لیتے ہیں لیکن اپنی کچھ کہتے نہیں  
جانچتے اور دین کو این خودے کے اپنا ہتھان  
اک چمن زیر فقرج رکھتے ہیں زیر بعل  
کلبہ احزان ہر روشن اُن کا جبر ہوتا ہے  
سیکھڑوں پھنڈن میں یان جگر اچھا ہی بند بند  
شاعر و نغمہ کے ہیں سب ان کے دشمن دیکھتے ہوئے

مال ہو یا باب پر گاہک ہیں اکثر بنجر  
شہر میں کھولی ہو صالی نذر دکان الگ

صلح ہر اک مہلت سیاہان جنگ  
عہد گیتی پر پھونچو لہجہ کامران  
کرتے ہیں بھرنے کو یاں خالی تشنگ  
آخر اس کی آشتی لائے گی رنگ



علم کیا۔ اخلاق کیا۔ ہتھیار کیا  
 رو کیے بد خو کو بد خوئی سے کیوں  
 زہر و طاعت پر جو انون کی نہ جاؤ  
 پاکباز دن کو نہیں کچھ فیض  
 کام کا شاید زمانہ ہو چکا  
 وہ عجائب نظر آتے ہیں کھیل  
 کاہشون سے پورش پاتی ہے روح  
 قفل شاید ملک میں باقی ہے کچھ  
 بڑھ گیا ہے جسم انسانی بہت  
 سب شہر کے مار گئے کے ہیں گنگ  
 آپ اپنی غم سے آجائے گا تنگ  
 یہ بھی ہو رک نو جوانی کی ترنگ  
 جو میں اچھو ان پہ سب کھلتی ہیں نگ  
 دلیں اب اٹھتی نہیں کوئی انگ  
 دیکھ پہلے جن کو رہ جاتے تھی رنگ  
 اب لگا کھا یا پیاسا کے انگ  
 ہر ابھی کچھ حاصل ایفون وہ تنگ  
 ہوگی ایجاد اب نئی توپ اور تنگ

قوم کو حالی نہیں اس اتفاق  
 پھوٹ ہی کا بس کھلے گا ہمہ رنگ

ہو گئے ہیں ہم ہی کچھ اور آج کل  
 رہ گئے ہیں کچھ کچھ آثارِ سلف  
 اک سنبھلتے ہم نظر آتے نہیں  
 کب تک آخر کھڑے سکتا ہو وہ گھر  
 ناؤ ڈوبے یا کہیں گھبرا ہو پار  
 اب لگاؤ پودہ کچھ اپنی نئی  
 دیکھنے بھتا ہے کب تک پاس وضع  
 کوششون میں کچھ مزا آتا نہیں  
 اب سُنو حالی کے نوے عمر بھر  
 یا زمانہ ہی گیا یا رب بدل  
 اور ابھی ہونا ہے شاید بتدل  
 ورنہ گر کر گر گئے لاکھوں سنبھل  
 آگیا بنیاد میں جس کی خل  
 تیری جد بھی کچھ ہے اس طول ال  
 لاکھ پوئے بہت اگلوں کے پھل  
 ہم نہ بڑے اور گیا عالم بدل  
 وقت کوشش کا گیا شاید کل  
 ہو چکا ہنگامہ مدح و غزل

مردنہ بین دہر کے روبرو تھا بیٹھے تھے ہم  
 پھر وہی ہم ہیں کہ ہر عیشہ پہن کا فر کے لوٹ  
 صحبتیں الہل دے گئی سب گئیں نظر و رخ کر  
 سسج و دنیا کی حقیقت رہ کے دنیا میں گلی  
 ہم نہ تھے آگاہ دعا عطر و شست خونی ستری  
 سعی کا انجام پہلے ہی سے آتا تھا نظر

ہم سے خود دنیا ہی تپائی تھی حالی و بیان  
 دین تک نے نیا کی قیمت میں لگا بیٹھے تھے ہم

خویشان اپنے نہیں گوبے اتنا پاتے ہیں ہم  
 خون کا کوئی نشان ظاہر نہیں افعال میں  
 کرتے ہیں طاعت تو کچھ خدا مان تائیں کو نہیں  
 دیدہ و دل کو خیانت ہی نہیں کھ سکتے یار  
 دل میں در عشق نے مدت سے کر رکھا ہر گھر  
 ہو کے نادم جرم سے پھر جرم کرتے ہیں ہی  
 ہیں فدا کن دو ستون چرخین ہو صدق و صفا  
 گو کسی کو آپ سے ہونے نہیں دیتے خفا  
 جانتے اپنے سوا سب کو ہیں بے بہر و وفا  
 سبج سے مشوب کرتے ہیں زمانہ کو سدا  
 ہوا اگر مقصد میں نا کامی تو کر سکتے ہیں صبر  
 کھڑے جاتے ہیں جتنے چشم عالم میں بھلے

پر ہر اک خونی میں غ ایک عیب کا پاتے ہیں ہم  
 گو کہ دل میں متصل خوت خدا پاتے ہیں ہم  
 پر گنہ چھپ چھپ کے کرنے میں مزا پاتے ہیں ہم  
 گچہ دست و پا کو اکثر بے خطا پاتے ہیں ہم  
 پر گئے آلودہ حسد و حسد و ہوا پاتے ہیں ہم  
 جیم سے گو آپ کو نادم سدا پاتے ہیں ہم  
 پر بہت کم آپ میں صدق و صفا پاتے ہیں ہم  
 اک جہان سے آپ کو لیکن خفا پاتے ہیں ہم  
 اپنے میں گزشتہ ہر و دسا پاتے ہیں ہم  
 گر کبھی توفیق امثال و عطا پاتے ہیں ہم  
 در دود کامی کو لیکن بے دوا پاتے ہیں ہم  
 حال نفس دن کا اتنا ہی بُرا پاتے ہیں ہم

حسب قدر جھجک جھجک ملتے ہیں بزرگِ خرد سے  
گو بھلائی کر کے بھینسوں خوش ہوتا ہر جی  
ہے ردائے نیک نامی دوش پر اپنے مگر  
راہ کے طالب ہیں پر بے راہ پڑتے ہیں قدم

نور کے ہمنگے دیکھے ہیں اور حالی مگر

رنگ کچھ تیری الاہون میں نیاتے ہیں ہم

آگے بڑھے یہ قصہ عشق بتان سے ہم  
اب بھاگتے ہیں ساہو عشق بنان سے ہم  
خود رنگی شبنم کا مزا بھولسا نہیں  
درد فراق و رشک عدوتک گران نہیں  
جنت میں تو نہیں اگر اسے زخم تیغ عشق  
لینے دو چین کوئی دم اسے منکر و نکیر  
ہنستے ہیں اس کے گریہ بے اختیار پر  
اب شوق سے بگاڑ کی باتیں کیا کرو  
دلکش ہر ایک قطعہ صحرا ہے راہ میں

لذت تری کلام میں آئی کہاں سے یہ

پوچھیں گے جا کے حالی جاوہریان سے ہم

ن

یاروں کو تجھ سے حالی اب سرگرائیاں ہیں  
یاد اسکی دل سے دھوکا جو چشم تر تو مانا  
نہتے ہیں غیر اپنے ہوتے ہیں رام و حشی  
نہیں چاٹ دیتی تیری کہاں نیاں ہیں  
اب دیکھنی مجھے بھی تیری رواں نیاں ہیں  
الفت کی بھی جہان میں کیا حکمرانیاں ہیں

غلبت ہو یا حضور ہی دونو بری ہیں تیری  
 کہتے ہیں جسکو جنت وہ اک جھلک ہے تیری  
 رحمت تری غذا ہو غصہ ترادو ہے  
 ہوگا تو پہلے ہوگا اسے چرخ مہربان تو  
 اپنی نظریں بھی بان ابو حسیس ہیں ہم  
 روتے ہیں چار ہم پر ہستے ہیں چار ہم پر  
 ہر حکم پر ہوں راضی ہر حال میں ہیں خوش  
 غاور سے باختر تک جن کے نشان تھم پر پا  
 دیکھا نہیں ابھی تک قوط الرجال تم نے  
 کھیتیں کوٹے بویاتی اب ہم یہی ہو گنگا  
 فضل و شہزادوں کے گرمین میں جانیں

جب بدگمانیاں تھیں اب بد زبانیاں ہیں  
 سب اعظون کی باقی رنگین بیانیان ہیں  
 شانیں ہیں تیری جتنی جان جانیاں ہیں  
 کچھ ان دنوں تو ہم پر نامہ ربانیاں ہیں  
 بے غیری کی یاد اب زندگانیان ہیں  
 یان تک ہماری پہونچی اب اتوانیاں ہیں  
 حصہ میں اب ہمارے یہ شادمانیاں ہیں  
 کچھ مقبروں میں باقی ان کی نشانیاں ہیں  
 اس سے بھی سخت آتی آگے گرانیاں ہیں  
 کچھ کر لو جو اٹھتی جوانیاں ہیں  
 گریہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

رفنے میں تیرے حالی لذت ہو کچھ نہالی

یہ خون نشانیاں ہیں یا کلف نشانیاں ہیں

جب سے سنی ہے تیری حقیقت چہ نہیں اک آن ہمیں

اب نہ سین گے ذکر کسی کا آگے کو ہوئے کان ہمیں

کچھ روز دن غفلت میں پھرے بان ڈھونڈتے ہم آتائیں کو  
 کھل گئی جب دنیا کی حقیقت کچھ نہ رہا خلجان ہمیں

چل کے نئی اک حال نکالنے کھود دئے ہوش حرفیوں کے

دوسے بچیں یا مات قبولیں اتنے نہیں اوسان ہمیں

پاس انھیں گرا پنازا ہو حسان اپنی بھی اُن پسند ہو

کرتے ہیں خود نامہ صفیان اور کہتے ہیں نامہ سرائیں ہمیں

داد طلب سب غیر ہوں جب تو ان میں کسی کا پاس لگو  
بتلائی ہے زمانہ نے انصاف کی یہ بچپان ہمیں  
صحرا میں کچھ بکریوں کو قصاب چراتا بھرتا تھا  
دیکھ کے اُس کو سارے بھارے آگے یاد حسان ہمیں  
یاں تو بدولت زہد و دُورع کے بچھ گئی خاصی عزت سے  
بُن نہ پڑا پر کل کے لیے جو کرنا تھا سامان ہمیں  
سُرخے وہی اور تال وہی پر راگنی کچھ بوقت سی تھی  
غل تو بہت یاروں نے محبا یا پڑ گئے اکثر ان ہمیں  
غیر سے اب وہ بیرزین اور یار سے اب وہ بیارنہیں

بس کوئی دن کا اب حالی یاں سمجھو تم مہسان ہمیں  
کی توہین ہنسنے بھی حالی کوں کی تیلایاں  
سوجھتی ہیں ۱۷۰ مین لیکن بہت دشواریاں  
خوابِ احتیاجِ لذت تیرا ہی میری نہیں  
جو جوانی میں مزاد تھی تھیں بیداریاں  
ہیں اگر بیدار دیان اپنوں کی دل کو ناگوار  
ناگوار اُن سے سوا غیر دن کی ہیں غمخواریاں  
سب کئی ہو گئی پوری اپنی اپنی باریاں  
ہو کہیں اقبال کی نوبت کہیں دوبارگی  
اتنی بھی لے عاقلو اچھی نہیں ہشیاریاں  
زلیست بے عقلوں کو ہو جائے بسر کنی غال  
اس سے بھسکی اہل دنیا کی ہیں ظلمداریاں  
بے مزہ ہر اہل دین کی ترش روئی بھی مگر  
گو طبیعت سے گئے سب بادی فاسد گل  
کم ہوں حالی نہ لیکن نفس کنی تاریاں

رازِ دل کی سر بازار خبر کرتے ہیں  
عقل کی بات کوئی ہنسنے کہی ہے شاید  
جنتی جتنے ہیں سب ہم سے حذر کرتے ہیں  
جہنم خالق سے سوا پاتے ہیں جہنم نقسا  
کج ہم شہر میں خون اپنا بہہ رکتے ہیں  
جب کہ ہم اپنے گناہوں پہ نظر کرتے ہیں

بول قوال کے جو دلیں اثر کرتے ہیں  
یاد اس کو ہم آٹھ سپر کرتے ہیں  
وہ بیان عیب کو سب فرو بشہ کرتے ہیں  
دل نکھاتے ہیں ہی چین کہ گھر کرتے ہیں  
اک لگا دلیں ادھر سے وہ ادھر کرتے ہیں  
یا اسی طرح سب عمر بسر کرتے ہیں  
یہ ہم بھی جو خدا چاہے تو سر کرتے ہیں  
بس ہماری ہی طرح وہ بھی گزر کرتے ہیں

کہیں افطار کا حیلہ تو نہ ہو یہ حالی  
آپ اکثر رمضان ہی میں فرماتے ہیں

رنخنہ نکلیں گے سیکڑ دن اس میں  
اور اک بس ملا دیا بس میں  
چشم انسان چشم زرگس میں  
بے عمل علم ہیں مدرس میں  
اب دھرا کیا ہے اس میں اور اس میں  
سیج ہیں جو ہنر ہیں فارس میں  
وہی قسمت ہے چشم مفلس میں  
درد تھوڑا بہت نہ ہو جس میں  
آدمی کی ہیں سیکڑ دن تسمین  
دیکھیے ہو بگاڑ کس کس میں  
اب نہ ہو کیوں گے اس کو مجلس میں

کم سے کم وعظ میں اتنا تو اثر ہو واعظ! زہر و طاعت کا سہارا نہیں جیسے زاہر  
عیب یہ ہے کہ کرو عیب نہ ہو کھلاؤ  
غمزد و بیخ و مصیبت پہ کرو ناز کہ وہ  
جی رکاوٹ سے جو انکی کبھی رک جاتا ہے  
اک بیان چنے سے بیزاد ہیں ہیں یارب  
تلخیان زلیست کی تھوڑی سی ہی ہیں باقی  
فیصلہ زار کا بیان بیٹ تو بھر نامعلوم

دیکھنا ہر طرف نہ مجلس میں  
کی نصیحت بُری طرح ناصح  
ہو نہ مینا تو منسرق پھر کیا ہے  
بقدم دم ہیں خانقا ہوں میں  
دین اور فقر تھے کبھی کچھ پیسہ  
نہو قبضے میں جب عنان فرس  
جس سے نفرت ہو اہل نعمت کو  
ہو فرشتہ بھی تو نہیں انسان  
جانور آدمی فرشتہ خدا  
آج کل چرخ صلح جو ہے بہت  
کی ہے خلوت پسند حالی نے

یو الوس عشق کی لذت سے خبردار نہیں  
شہر میں اُن کے نہیں جنس وفا کی پکری  
کون سے وہ گل رعنا پہ نواسخ نہیں  
کبھی لیلیٰ پہ ہن مفتون کبھی شیریں پہ خدا  
اٹھ نہیں سکتی سزا جرم وفا کی اُن سے  
عیش میں جان فدا کرنے کو تیار ہیں وہ  
نیت نیا ذائقہ چکھنے کا ہے لپکا اُن کو  
یو الوس کام طلب بندہ نفس اہل ہوا  
دعویٰ عشق و محبت پہ نہ جانا اُن کے

ہیں مے ناب کے دلال قلع خوار نہیں  
بھائی ہیں پوچھتے پھرتے پہ خریدار نہیں  
کون سی نرگس شہلا کے وہ بیمار نہیں  
اور جو کچھ کھو تو دو نو سے سہسرو کار نہیں  
دل بھنسا کر کہیں بنتے وہ گنہگار نہیں  
اور جو ہو کیل کا کھٹکا بھی تو پھر یار نہیں  
در بدر جھانکنے پھرنے سے اُنھیں غار نہیں  
ایک عالم ہے اسی رنگ میں اُچار نہیں  
ان میں گفتار ہی گفتار ہو کر دار نہیں

کے حالی بھی اگر عاشق صادق ہوئیں  
کہہ دو والد کہ صادق نہیں نہما نہیں

پھونکا ہوا فصل گل نے صو آ کے پھر چین میں  
بلبل کے آگ سے کچھ شبنم میں لگ ہی ہو  
باد صبا لگئی پھونک کیا جانے کان میں کیا  
چُپ ہو زبان سو سن حیران ہو چشم نرگس  
ہیں اور تو ادائیں ساری سہی قدون کی  
ہے عید اہل سلام یا جو ہم بہار ان  
مٹھ سے دھوان سا اٹھالیتے ہی نام سلام  
پھر زخم پھوٹ نکلا حالی نہ چھیرا نہ ہفت  
گور وچکے ہیں دکھڑا سو بار قوم کا ترسم  
وہ قوم جو جہان میں کل صدر راجہ بن تھی

اک خسرو سا ہو برپا مرنانہ نفس ناز میں  
بھلی گری فلک سے یا گل کھلا چین میں  
پھوٹے نہیں سماتے غنچے جو پیر ہن میں  
قدرت کا دیکھ جلوہ نسرین دسترن میں  
پڑنی ہو جان باقی بس سزنا واد میں  
جنگل بسا ہوا ہے عجب سیرت میں  
بار و بچہ رہی تھی گویا لب و ہن میں  
فصل خزان کا قصہ ذکر گل و سمن میں  
پر تازگی وہی ہے (قصہ کہن میں  
خمنے سنا بھی) اسپر کیا گذری گن میں

پائین بزم بھی اب ملتی نہیں اُسے جا  
 رُوئے کی جون میں ہو غروب اب ہر ملت  
 وہ دن گئے کہ حکمت تھی مستندین کی  
 وہ دن گئے کہ موتی مٹوئے تھے عدن کے  
 قبرِ اویس پر ہو بس خرابِ قرن کو  
 اس بارغ کی خزان نے کچھ خاک سی اُڑادی  
 ڈالی نہ ہوگی آگے اے دورِ چرخ شاید  
 فوج اور بھیر دونوں پھرتی ہیں بے سری سر  
 خرد و بزرگ سارے ہیں بدحواس ہو گیا  
 بھولی ہوئی ہیں ٹلیدیں ہر فن کی چوکر سب  
 حالی بس اب نہیں ان سنہری کی تابانی

روزِ دن میں ہر وہ گلین کھولا تھا جو چمن میں  
 تھی سہناک کل تک جو شیر کے برن میں  
 ہو اب بجلے حکمت خاک اُڑ رہی چمن میں  
 ہے کال موتیوں کا اب سرِ بسترِ دن میں  
 زندہ اویس کوئی باقی نہیں قرن میں  
 فصل بہار گویا آئی نہ تھی چمن میں  
 جواب کی تو نے ہل چل ڈالی ہو آجمن میں  
 گویا امیر شکر مارا گیا ہے دن میں  
 لٹنے کی قافلہ کے ہو چکی ضربِ طعن میں  
 جائیں کہ صحر کہ ہر سو دن لگے ہی تم میں  
 مانا کہ ہے بہت کچھ دستِ تر و سخن میں

نوکِ زبان نے تیری سینوں کو چھید ڈالا

ترکش میں ہو یہ پیکانِ باہرِ زبانِ دہن میں

اب ٹھہرتی ہے دیکھنے جا کر نظرِ کمان  
 ہوتی ہے آج دیکھنے ہم کو حشرِ کمان  
 بھٹا اسکو ہم سے ربطِ لگا سقمِ کمان  
 رکھی ہے آج لذتِ ختمِ جگرِ کمان  
 خطا کا مرے جواب ہو سے نامہِ کمان  
 اس خاتمانِ خراب نے ڈھونڈا ہوا کمان

ہے جسکو کہ خوب سے ہے خوب تر کمان  
 ہیں دورِ جامِ اولِ شب میں خودیِ سود  
 یا رب اس اختلاط کا انجھام ہو بخیر  
 اک عمر چاہیے کہ گوارا ہو شیشِ عشق  
 بس ہو چکا بیانِ کسل و رنجِ راہ کا  
 کون و مکان سے ہو دل و حشری کنارِ گیر

۱۷۰ میں کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ: "الا یحییٰ یحییٰ المحکمۃ یحییٰ النبیۃ یعنی ایمان ہو تو یحییٰ کا ہو"

اور حکمت ہو تو یحییٰ کی ہو" اسی بنا پر میر تقی میر نے اپنے فلسفہ کا نام حکمتِ یانیہ رکھا ہے "۱۳"



ہم جیسے رہے ہیں وہ ہر بات ہی کچھ اور  
عالم میں تجھ سے لاکھ سی تو گر کہاں  
ہوئی نہیں قبول دعا ترک عشق کی  
دل چاہتا ہو تو زبان میں اثر کہاں  
حالی نشاۃ الثمہ و نودھو ہوتے ہواب

آئے ہو وقت سب ہر بات بھر کہاں

پیاہنے نہ جام بے کدورت بزم دوران میں  
خزان کئے گئے ہمراہ اگر ہو بچے گلستان میں  
نہیں کچھ حصہ کب تک زلف پر لیشاں میں  
جو دل چاہے تو اٹھے اک غبار ویدن میں  
اگر چھوڑا کند جذبہ عشق زلیخانے  
نہ رہے دے گا حسن غم و ناپوس کے کنعان میں  
تصوف نے بھلا یا تیرے ذوق شادی و غم کو  
نہ کچھ کلفت زندان میں نہ کچھ حشمتستان میں  
خوشی میں بھی نہیں ہنا خوش گنا ایک حالت پر  
زبان تقریر سے قاصر ظلم تحریر سے عاجز  
فلک سے جیتے جی معلوم کیا کام دل کو بھرنے  
نہ چھوڑے گی محبت یار سے ناکام عاشق کو  
گل و نسیم تو کیا وقت میں جی نہ چھٹ جاتا  
بہت دن چاہیں یوسف کو تا پہنچ زلیخانک

ندی حیرت کے حالی فرصت حیران اکدم

رہ ہم شہر میں ایسے کہ تھے گویا بیا بان میں

اب وہ اگلا سا انشائ نہیں  
جسپہ بھولے تھے ہم وہ بات نہیں  
تجھ کو تم سے پراعتاد و فنا  
تم کو مجھ سے پراعتاد و فنا  
ریج کیا کیا ہیں ایک جان کے ساتھ  
زندگی موت ہر حیات نہیں  
یونہیں گذرے تو سہل ہو لیکن  
فرصت غم کو بھی ثبات نہیں  
کہ ہر دو روز موت کے بیان  
سہری دل کے ادا ذات نہیں

دزدہ دزدہ ہے منظر خورشید جاگے آنکھوں ہر رات نہیں

قیس کو کو بہن ہو یا حالی

ماشتی کچھ سیکی ذات نہیں

چاکل دل میں ہر دمے جو کہ گریبان میں نہیں  
اک مڑا تھا سوہا اکاوش پہان میں نہیں  
بات چھپتی ہوتی کوئی گل ریحان میں نہیں  
فتنہ دہر ہے جو حسن وہ کنعان میں نہیں  
مصلحت برہمی صحبت رندان میں نہیں  
جس کو ہم قید رکھتے ہیں وہ زندان میں نہیں  
بات جو آج ہر دمہ کل غم حیران میں نہیں  
خط میں لکھا ہر دمہ القاب عنوان میں نہیں  
ایسے اٹکھا دترے کا کل پیمان میں نہیں  
اب بھی کہتے ہیں کہ ہم غیر نقصان میں نہیں  
اب وہ اگلی سی مازنی شب حیران میں نہیں

اچھ منسی کھیل بھولنا غم ہجران میں نہیں  
کھو دیا یاس نے ذوقِ خلش فکر وصال  
ہنسنے کی سیر چمن غور سے لے لیل زار  
عشق نے مصر میں سو بار زلیخا سے کہا  
مختصبا صدق صفایاں ہر اٹھین کے دم  
بان بھی ہر کون دکان سودل خوشی آنا د  
ٹھہرتے ٹھہرتے دل یوں ہی ٹھہ جائے گا  
کس طرح اسکی لگاؤ کو بناوٹ سمجھوں  
دی ہر دمہ عطف نے کن آداب کی تکلیف پوچھ  
آدمی ہو تو کبھی پاس محبت کے نہ جائے  
بیقراری تھی سب امید ملاقات کے ساتھ

حالی زار کو کہتے ہیں کہ ہر شاہ باز

یہ تو آثار کچھ اس مرد مسلمان میں نہیں

شادی وصل بھی عاشق کو سزاوار نہیں  
سچ تو یہ ہے کہ کوئی تجھ سا طرحہ نہیں  
ہم کو سچا نظر آتا کوئی اقرار نہیں  
دل میں سب کچھ ہر مگر خست گفتار نہیں  
جس کے نزدیک جفا با عیف آزار نہیں

غم فرقت ہی میں مرنا ہو تو دشوار نہیں  
خبر بروی کے لیے زشتی خوب بھی ہے ضرور  
قول دینے میں تاہل نہ قسم سے انکار  
کل خرابات میں اک گوشہ سے آتی تھی صدا  
حق ہو اکس سے ادا اُس کی وفاداری کا

دیکھتے ہیں کہ جو بختی ہو زبان کی ہوا کہ نہ دیکھتے ہیں کہ ہم کو سرور کا نہیں  
ہونے کا قائل وہ ابھی مطلع ثانی سنکر  
جو بختی میں یہ کہتے ہیں کہ تکرار نہیں

ق میں تو میں غیر کو مرنے سے ابھکار نہیں  
کچھ بہت امترل مقصود کا پایا ہم نے  
چشم بدور بہت پھرتے ہیں اغیار کے ساتھ  
ہو چکا ناز اٹھانے میں ہے گو کام تمام  
مدتوں رشک نے اغیار سے ملنے نہ دیا  
اصل مقصود کا ہر چیز میں ملتا ہوتا

بات جو دل میں چھپائے نہیں بے حالی  
سخت مشکل ہو کہ وہ قابل اظہار نہیں

وشت میں تھا خیال گل ویا سمن کمان  
ہے بندگی کے ساتھ ایمان ذوقِ دیدہ بھی  
اہل طسرت جس کو بچھتے ہیں زادراہ  
فصل خزان کین میں ہر صیبا دکھائیں  
لاتا ہے دلو و جہرین اک حریف آسٹنا  
جی ڈھونڈھتا ہی نرم طربین انھیں مگر  
دل ہو گیا ہے لذتِ غربت سے آشنا  
کستا ہو خیر ہم بھی سہی دشمن آپ کے

لائی ہے بوسے انسیم چمن کمان  
جایگا دیر چھوڑ کے اب ہم کمان  
دانِ دخل دست برد کوئے رہن کمان  
مُرخ چمن کو فرصت سیر چمن کمان  
یجائے ہم کو دیکھیے ذوقِ سخن کمان  
وہ آئے انجمن میں تو پھر تبسمن کمان  
اب ہم کمان ہوائے نشاطِ وطن کمان  
شکوبے کوئے گیا ہو وہ بیداد فن کمان

روکا بہت کل آپ کو حالی دان مگر

جانا ہے جو شوق کا دیوانہ کمان

ق

کوئی محرم نہیں ملتا جہان میں  
 قفس میں جی نہیں لگتا کسی طرح  
 کوئی دین بواہوس بھی نہ ہو لین  
 کہیں آجسام آپہونچا دستا کا  
 نیا ہے نیچے جب نام اس کا  
 دل پُر درد سے کچھ کام لون گا  
 بہت جی خوش ہوا حالی سو لکر  
 مجھے کہنا ہے کچھ اپنی زبان میں  
 لگا دو آگ کوئی آشیان میں  
 دھرا کیا ہوا شارات نہاں میں  
 گھٹلا جاتا ہوں انکے امتحان میں  
 بہت وسعت ہو میری استان میں  
 اگر فرصت ملی مجھ کو جہان میں  
 ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہان میں

و

ق

مرے دلیں ہو۔ گو مجھے نہاں ہو  
 نہ چھٹیرون تذکرہ وصل عدد کا  
 تقاضا کے محبت ہے۔ وگرنہ  
 بہت بقیہ ہوں محفل میں تیری  
 مجھے طالا ہے سو وہم دگان میں  
 کمر خون پر ہمارے باندھ رکھے  
 مجھے بھی مہو نہ لیتا جہان ہو  
 اگر سمع سبار ک پر گراں ہو  
 مجھے اور جھوٹ کا تم رنگاں ہو  
 کہیں ناخواندہ تو بھی میٹاں ہو  
 بہت کیوں کج مجھ پر مہربان ہو  
 جسے سستی ہماری داستان ہو

موت ہے بہت حالی ترا وعظ

کل اسکے سامنے بھی کچھ بیان ہو

حکم ہے پر یہ دنیاں کا کہ جوانی نہ گزراؤ  
 دل کو کس طرح سمجھے کہ دہی ہو چل  
 یار کو یار سمجھتا ہے نہ تو غیب کو غیب  
 دوست ہوں جسکے ہزار دن دکھی نہیں ہوتا  
 تو دہی برق جہان سوز ہر بن خواہ نہ بن  
 خیر کفارہ عصیان ہے ہوا اور پلاؤ  
 وہ امیدیں ہیں ارمان انگین ہیں نہ چاؤ  
 تو تو اچھا ہے مگر تیرے بڑے ہیں برتاؤ  
 سچ بنا مجھ کو کسی سے بھی ہر دنیا میں لگاؤ  
 ہر برابر ترابے ساختہ ہیں اور بناؤ

ایک ہی دوست در اُس سے ہمیں چھوٹے ہو  
ہو گیا ذکر قیامت تو اجیرن و غنا  
جھکولے ابر بلا دیکھ کے جی چھوٹ گیا  
ہو بیخ لے خضر کہ ہے وقت مدد گاری کا  
دیکھیں کس طرح دس ستر ہو پھر کشت اسید  
اے شرافت تجھے بکنا ہو اگر مفت تو پاک  
قافلے ساتھ کے جا پونچے حرم لگ کھلب  
اُس کے نالوں نے کیا بزم کو آخر بے نعلیت  
ہم نہ کہتے تھے کہ حالی کو نہ غفل میں بلاؤ

در فیض حق بند جب تھا نہ اب کچھ  
ہر اک کو نہیں ملتی بان بھیک زاہر  
کچھ اور آؤ بن کر تم اے میر و مرزا  
یہ طبل تھی ہین جو بکارتے ہین  
دیا تو نے بان جس بہانے سے چاہا  
ہر افسردہ مجلس کی خست سے وعظ  
تم اپنی سی کنسی تھی جو کہ چکے سب  
یہ ہے میر مجلس کہ چنی کی صورت

فقیر و نکی جھولی میں ہر اب بھی سب کچھ  
بہت جانچ لیتے ہین ریتے ہین تب کچھ  
نہیں پوچھتے بان حساب و نسب کچھ  
جنھیں کچھ خبر ہو کہتے ہین کب کچھ  
نہیں سر کام آیا نہ علم و ادب کچھ  
وہ گرامے گا یہ سچین گے جب کچھ  
نہیں ناصحو تم پہ الزام اب کچھ  
ٹھو لو تو بیچ اور جو دیکھو تو سب کچھ

کوئی لقمہ حیرت کا ہر شاید

یہ حالی کی غزلت نہیں ہے سبب کچھ

بڑھاؤ نہ آپس میں ملت زیادہ مبادا کہ ہو جائے نفرت زیادہ

تکلف علامت ہے بیگانگی کی  
 کرو دوستو پہلے آپ اپنی عزت  
 نکالو نہ رخنے نسب میں کسی کے  
 کرو علم سے اکتساب شرافت  
 فراغت سے دنیا میں مں بھر نہ بیٹھو  
 جو خان رام ہوتا ہو بیٹھی زبان سے  
 مصیبت کا ایک اک سے احوال کہنا  
 کرو ڈکرم اپنی داد و دہش کا  
 پھر اوروں کی تکتے پھرو گے سخاوت  
 کہیں دوست تم سے نہو جائیں بطن  
 جو چاہو فقری میں عزت سے رہنا  
 وہ افلاس اپنا چھپاتے ہیں گویا  
 نہیں چھپتے عیب اتنی ثروت تیرے  
 ہے الفت بھی محبت بھی نہیں لازم  
 فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا  
 کہے مفت یاں ہم زمانہ کے ہاتھوں  
 ہوئی عمر دنیا کے دھندوں میں آخر

نہ ڈالو تکلف کی عادت زیادہ  
 جو چاہو کریں لوگ عزت زیادہ  
 نہیں اس سے کوئی رذالت زیادہ  
 سخاوت سے ہو پیش رفت زیادہ  
 اگر چاہتے ہو سزا عزت زیادہ  
 نہیں لگتی کچھ سہیں دولت زیادہ  
 مصیبت سے ہے یہ مصیبت زیادہ  
 مبادا کہ ثابت ہو خستہ زیادہ  
 بڑھساؤ نہ حد سے سخاوت زیادہ  
 جتاؤ نہ اپنی محبت زیادہ  
 نہ رکھو امیرون سے ملکت زیادہ  
 جو دولت سے کرتے ہیں نفرت زیادہ  
 خدا دے تجھے خواجہ ثروت زیادہ  
 پہ الفت زیادہ نہ وحشت زیادہ  
 مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ  
 پہ دیکھا تو ہتھی یہ بھی قیمت زیادہ  
 نہیں بس اب انقل ملت زیادہ

غزل میں وہ رنگت نہیں تیری ملی

الایں نہ بس آپ دھرت زیادہ

حقیقت محرم اسرار سے پوچھ  
 مزا انکور کا سے خوار سے پوچھ  
 دنا اغیار کی اغیار سے سن  
 مری الفت رو دیوار سے پوچھ

ہماری آہ بے تاثیر کا حال  
 دلون میں ڈالنا ذوق اسیری  
 دل ہجر سے سُن لذتِ وصل  
 نہیں جز گریہ عنہم حاصل عشق  
 نہیں آبِ بقا جز جلوہ دوست  
 فریبِ وعدہ دیدار کی متد  
 فغانِ شوق کو مانع نہیں وصل  
 تصویر میں کیا کرتے ہیں جو ہم  
 متاعِ بے بہا ہے شرِ حالی  
 مری قیمت مری گفتار سے پوچھ

ہے انکی دوستی پر ہم کو تو بدگمانی  
 پیچرم کوئی آخر کب تک نئے مات  
 عاشق کے دلوں میں کتنی تیری آگ لگے  
 اسیدِ وصل سے ہر کچھ جی چھڑا دے دیتا  
 ہر حکم پہن راضی ہر حال میں پہنچ ش  
 صبر و سکون سے ہکو یہ بھی نہیں لے لے  
 پھر یہ بناے ہستی ہر تیرے بعد ایران  
 دیکھا حالِ جانان آنکھوں اور نہ دل لے

وہ ہم کو دوست بھین یا انکی مہمانی  
 ناصح سے ہکو اپنی کہنی پڑی کمانی  
 دینا نہیں وہ لذتِ پیاسے کو سزا پانی  
 جو کچھ سنا ہے ہنسنے مشاطہ کی زبان  
 کچھ ہے اگر تو یہ ہر دنیا میں شادمانی  
 تھوڑی سی گئی ہوائے کاش ہنسی  
 ہر تو بھی اب غنیمت لے ضعفِ ناتوانی  
 کیا جائے کس واسے کی اُس نے دستان

اک نکتہ کے بیان سے سر ہر ہو کر حالی  
 چلتا نہیں کسی کا یاں لات نکتہ دانی

کہد کوئی ساقی سے کہ ہم مرتے ہیں پیاسے  
جو کچھ ہے سو ہے اُسکے تغافل کی شکایت  
دلا لہ نے امید دلائی تو ہے لیکن  
ہے وصل تو تقدیر کے ہاتھ اسے شہ فرماں  
کیا ہے ترے سرکشہ میں جہرا طلب میں  
دریغ سے دوا سے تو بھر دے پوہ و عاکے  
اک دریا سو بس آٹھ پہر دل میں کس کو  
حالی دیکھنا یہاں میں ہو کم دولت کے نہیں

گرے نہیں نے زہر ہی کا جام پلا ہے  
قاصد سے ہے تکرار نہ جھگڑا ہے صبا سے  
دیئے نہیں کچھ دل کو تسلی یہ دلا سے  
یاں ہیں۔ تو فقط تیری جھٹکے ہیں پیاسے  
ہو نڑوں کو وہ کرتے نہیں ترک بقا سے  
در گزرین دعا سے بھی دعا ہو یہ خدا سے  
تخفیف دوا سے ہو نہ تسکین دعا سے  
شرمندہ ہوں کیوں غیر کے حصار سے

جہاں دلت پڑے دیکھے دشا کسرا  
ہلکے نقر سے چپے چپے

کبک و لالہ میں ہو جھگڑا کہ چن کس کا ہو  
فیصلہ گردش دوران نے کیا ہو سوار  
دم سے یوسف کے جب آباد تھا ایقوب کا کھڑ  
مطہن اس سے مسلمان نہ مسیحی نہ یہود  
واعظ اک عیب سے تو پاک ہو با ذات خدا  
آج کچھ اور دنوں سے ہے سوا استغراق  
آنکھ پڑتی ہے ہر اک اہل نظر کی تم پر  
عشق اُدھ عقل اُدھر دھن میں چلے ہیں تیری  
شان دیکھی نہیں گرتوں نے چمن میں اسکی

کل بتائے گی خزان یہ کہ وطن کس کا ہو  
مرو کس کا ہو بدخشان ختن کس کا ہو  
چرخ کتنا تھا کہ یہ بیت حسن کس کا ہو  
دوست کیا جائے یہ چرخ کہن کس کا ہو  
ور نہ بے عیب زمانہ میں چلن کس کا ہو  
عزم تیسیر پھر اسے شیخ زمن کس کا ہو  
تم میں روپاے گل و سرسبز کس کا ہو  
رستہ اب نہ تھکے دونوں میں کھٹن کس کا ہو  
دولہہ تجھ میں یہ اسے مرغ حسن کس کا ہو

ہیں فصاحت میں مثل واعظ و حالی دونوں  
دیکھنا یہ ہو کہ بے لاگ سخن کس کا ہو



ہوا کچھ اور یہی عالم میں چلتی جاتی ہے  
عجب نہیں کہ رہے نیک میں کچھ نہ تیز  
سپاہ دیر سپہ باغ باغ ہیں لیکن  
کہا جو میں نے دفا کرتے آئے ہیں احباب  
قلق اُٹھیں نہیں گرد و ستون سے چھٹنے کا  
بہت سے کھو دیے خلیان بنوائی نے  
ہوئے ہیں بار امانت سے تیرے سب عاجز  
اڑے گی خاک تقدس کی اب سر بازار

نہ خون مرنے سے جب نہ اب کچھ مرالی

مری چمکتی ہو سو وہ بھی نکلتی جاتی ہو

بڑی اور بھلی سب گزر جائے گی  
لے گا نگہ چین کو گل کا پستا  
رہیں گے نہ ملاخ یہ دن سدا  
ادھر ایک ہم اور زمانہ ادھر  
بناوٹ کی شے نہیں رہتی شیخ  
نہ پوری ہوئی ہیں امیدیں ہون

نہیں گے نہ حالی کی کب تک صدا

یہی ایک دن کام کر جائے گی

سلف کی دیکھ رکھو راستی اور راست اخلاقی  
نہیں خالی ضرر سے وحشیوں کی لوٹ بھینکی  
نہ گل چھوڑے نہ برگ بار چھوڑے تو نہ گلشن بین  
کہ ان کے دیکھنے والے ابھی کچھ لوگ ہیں باقی  
خدا اس لوٹ سے جو لوٹ ہو علمی اخلاقی  
یہ گلچینی ہو بالٹس ہو گلچین یا ہو قرانی

گمال کفش دوزی عالم افلاطون سے بہتر ہو  
یہ وہ نکتہ ہے جھگے جبکو مشائی نہ اشارتی  
رہی دانائی آخر غالب اگر پہلوانی پر  
گئے چین مان سب چینی و قرانی و قجانی  
ہمارے ظن ہی انعام کے قابل نہیں نہ

مدارج کوشش و تہیہ سب ہو چکے حالی

لطیفہ رہ گیا ہو دیکھنا اک غیب باقی کا

اہل معنی کو ہے لازم سخن آرائی بھی  
بزم میں اہل نظر بھی ہیں تماشا ئی بھی  
اپنے اور غیر کے حق کی نہیں کچھ رکھتے تیز  
اسمین شہری بھی ہیں کہ ہی بھی ہیں صحرائی بھی  
آنکھ سب ایک کھلی رکھتے ہیں اور ایک مندی  
اسمین سلم بھی ہیں ہندو بھی ہیں عیسائی بھی  
جو چھپانے میں حق اندیشہ رسوائی سے  
دوست گر بھائی خود دوست ہے تو بھی لیکن  
اے غم دوست تجھی پر نہیں اپنی گد ران  
دل غمتی رکھتے ہیں اے دولت نیا جو لوگ  
عقل ہو۔ اپنی حماقت کے چھپانے کی نہیں  
عقل اور حسن پہ جن کے بھڑی مجلس ہو گرا  
لینے دی گئی نہ اجل تم سے ہمیں جی بھر کر  
دوست گرد و ست نہیں تو نہیں کچھ بھائی بھی  
کچھ فتوح اسکے سوا اور ہے بالائی بھی  
توران کے کبھی تو دیکھ کے شہزائی بھی  
جنین کچھ ساتھ حماقت کے ہو خود رائی بھی  
اُن کو خود رائی بھی بھیتی ہو خود آرائی بھی  
فرستے دوست و دنیا سے اگر پائی بھی

جی گئے ہم پہ رہو فردوں سر پر حالی

دیکھ لی ہم نے طیبوں کی مسحالی بھی

را کھل کے زاہر کا زہر ریائی  
بنائی بہت بات پر بن نہ آئی  
بڑائی ہو زندون میں بھی شیخ لیکن  
کہاں یہ بُرائی کہاں وہ بُرائی  
گناہوں کے بچنے کی صورت نہیں جب  
عبادت میں کیوں جان اٹھ پائی

۱۰ یعنی عسیم دنیا و غم دن و فرزند و غم ۱۲ اپنے داکم المرض ہونے کی طرح اشارہ ہو ۱۲

رُکھا ہوا تجھ جب - بن گئے پارِ سام  
نہیں پارِ سامی یہ سہتا نارِ سامی  
بڑا آپ کو وہ سمجھتا ہوں ہم سے  
سوار کے منعم میں ہو کیا بڑائی  
جو کہیے تو جھوٹی جو سُنئے تو سچی  
خوشامد بھی ہم نے عجب چیز پائی  
ہوئی آ کے پیری میں قدرِ جوانی  
سمجھ ہم کو آئی پہنا وقتِ آئی  
وہی جو کہ کرتا ہے رانی کو پرست  
دہ پرست کو بھی کر دکھاتا ہو سامی  
جوانی میں عاشق تھا وہ ہم میں فصیح  
جو ان دل پہنی تھی تو یان کی کھائی

قیاسِ آپ پر ب کو کرتے ہو حالی

نہیں اب بھی اچھوٹے خالی خدائی

وصل کا اب بھی دل زار مٹائی سہ  
نہ ملاقات ہے جس سے نہ شناسائی ہو  
قطع امید نے دل کر دیے بے شک  
شکلِ ریت میں یہ امید نے دکھائی ہو  
تو دستِ خدائی ہے شکستہ پائی  
وقتِ جب آ کے پڑا ہے یہی کام آئی ہو  
ڈر نہیں غیر کا - جو کچھ ہے سوا پنا ڈر ہے  
ہٹنے جب کھائی ہو اپنے ہی سے رک کھائی ہو  
نشہ میں چور نہوں بھانجھ میں نمونہ  
پسند یہ پیرِ خرابات نے سرِ مائی ہو  
نظر آئی نہیں اب دل میں شتِ کوئی  
بعدِ بخت کے متا مری برائی ہو

بات سچی کہی - اور انگلیاں اٹھیں کی

چچ میں حالی کوئی نہ مائی سوائی ہو

اتنی ہی دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے  
جرئت نہ رکھنی ملامت اور کو آسان ہو  
سانا ہو موت کا ہونا محبت سے دوچار  
آئے اس میدان میں نہاں اگر کچھ جان ہو  
دیکھ لے بے نابلز انگلیں کو آنکھیں کھول کر  
پھولیں گراں ہو کانٹے میں بھی اک شان ہو  
مغلِ بھلی پر نہ تھمتی حرصِ آدمی کا انسان کی  
لے نہ اب نامِ آدمیت کا اگر انسان ہو  
ہر نہوٹوں میں اتحاد اور لکھنوں میں اتفاق  
آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہو

تجھ میں جوت اوشیح ہو کس بق عالم سوز کی جان و دل سے تجھ پہ پڑا نہ جو یون قربان کا  
دل میں حالی کے ہے باقی بے ایمان کچھ  
جی میں ہو کچھ اب اگر باقی تو یہ ارمان ہو

تم میں وہ سوز نہ تم میں جو وہ ایسا نہ باقی رہ گیا کیا ہو اب اسے گھر و مسلمان باقی  
بزم دعوت میں رسائی ہوئی اپنی اس وقت میں زبان جب نہ کوئی نہ ہسان باقی  
حق ادا اک نگہ لطف کا ہو گا کیونکر دل و دین لے چکے اور ہو اچھی حال باقی  
ظاہر ارد ہی الفت کا نہیں چارہ پذیر ورنہ چھوڑا نہیں ہم نے کوئی دربان باقی

تو شہ موجود ہو حالی نہ سوا ہی نہ رفیق

ابھی کرتے ہیں بہت کونج کے سالان باقی

جب یہ کہتا ہوں کہ بس دنیا پاب تفت کیجیے نفس کہتا ہو ابھی چندے وقت کیجیے  
و ان رسائی ہو صبا کی اور نہ قاصد کو ہر بار اس سے آخر کس طرح بد لغات کیجیے  
ضبط کیجیے درد دل تو ضبط کی طاقت نہیں اور کھل جاتا ہے رازِ دل اگر اُفت کیجیے  
دوست کے پیور ہیں ہم ہر رنگ میں پہچانتے یہ تھکوت لیے ہم سے یا تکلف کیجیے  
جبکہ شبیل گئی دنیا ہے پھر سہل الوصول شیخ لگتے ہاتھ اس پر بھی نصرت کیجیے  
وقت تھا جو کام کا حالی گنوا بیٹھے اُسے جاوے اب عمر بھر بیٹھے تاسمت کیجیے

تو یہ حضرت کی یونہی ایک دو کھسا لڑا ل

ہم دکھا دینگے زدام بھر تو فت کیجیے

فکروا کی گئے پڑ گئی حادثہ کیسی جان کو ہم نے لگالی ہے یہ علت کیسی  
جب خزان ہو گئی آخر تو رہا ہم خزان جن کی قسمت میں ہو کلفت اُنھیں احست کیسی  
جی کا الفت کو سمجھتے تھے ہم اک ہلادا وہ تو آفت تھی ہمارے لیے الفت کیسی  
جیسے جی رہے نہ فراغت کی توقع نادان قید ہستی میں مری جان فراغت کیسی

عجب جانی سے نہیں خلق کی دم بھر فارغ  
جو حقیقت سے ہیں آگاہ تری امر و نیا  
جاننا ہے وہی دل پر ہے گذرتی جیکے  
ہم نے اول سے پڑھی ہو یہ کتاب آخر تک  
جہکے رہتا نہیں تابو میں دل اپنے ناصح  
جنگو کچھ کام نہیں یا نہ انھیں نصرت کیسی  
وہ نہیں جانتے ہوتی ہے مصیبت کیسی  
ہم کہیں کس سوکھ و پیش ہے حالت کیسی  
ہم سے پوچھے کوئی ہوتی ہے محبت کیسی  
وحی بھلی کام نہیں کرتی نصیحت کیسی

نظر آتا تھا یہ پہلے ہی سے حالی انجام  
یاد کی مین بھی کہوں ہو یہ عنایت کیسی

سعی سے بہتر تن آسانی مری  
تھانہ محتاج سبب غم و کرم  
خلد میں بھی گر ہی یاد اسکی نعت  
سے لیا بس جسم تک مجھ پر گران  
موت کرتی ہے نگہبانی مری  
حشر پر ڈھری ہے جانی مری  
خندہ زن ہے اس سلسلانی پہ کفر  
جیسی ہو حالی سلسلانی مری

پہلے سے بہت سے دل میں بھی درمیان ہے  
کیا کیا ہیں دل میں کیے ارمان بھری ہوئے  
حیران میں اقدس سے دیار شدہ امید  
پوچھی گئی نہ بات کہیں پاس و ضح کی  
دیر و حرم کو تیرے فسانوں سے بھرویا  
داراؤ جم کو تیرے گداؤں پر رشک ہو  
شکوے وہ سب سنا کیے اور ہریان رہے  
ہم نیز ان نہیں جو کوئی میسران رہے  
اب تک تو ہم بیان ہیں بہشت و ان بہت  
اتنے ہی ہم سبک ہوئے جتنے گران رہے  
اپنے قریب آپ رہے ہم جہان رہے  
نزع متاع عشق ایسی گران رہے

حالی سے بل کہ ہو گئے تم افسردہ لبت

انگلے سے لولے وہ لب اسین کہاں ہے

کل مدعی کو آپ پہ کیا کیا گمان رہے  
یاران تیرے گام نے محل کو جالیا  
یا کھینچ لائے دیر سے زندون کو اہل عطا  
وصل مدام سے بھی ہماری کج پیاس  
کل کی خبر غلط ہو تو جھوٹے کاروسیا  
دریا کو اپنی موج کی طغیانوں سے کام  
بات اس کی کاٹتے رہے اور تیراں رہے  
ہم عونا لہجر سس کاروان رہے  
یا آپ بھی ملازم پیر معان رہے  
ڈوبے ہم آپ خضر تین اور نیچان رہے  
تم مدعی کے گھر گئے اور ہیمن رہے  
کشتی کسی کی پار ہو یا در میان رہے

حالی کے بعد کوئی نہ حمد رد پھر دلا

کچھ راز تھے کہ دل میں ہمارے نہان تھے

حق و فاسق جو ہم جتانے لگے  
تھا یہاں دل میں طعن وصل عد  
ہم کو جینا پڑے گام قسرت میں  
ڈر ہے میری زبان نہ کھل جائے  
جان بستی نظر نہیں آتی  
تم کو کرنا پڑے گا عذر جہنا  
سخت مشکل ہے شیدو تسلیم  
جی میں ہے لون فضا پیر غان  
تر باطن کو فاش کر یا رب  
آپ کہ کے سر کرانے لگے  
عذر ان کی زبان پانے لگے  
وہ اگر ہمت آزمانے لگے  
اب وہ باتیں بہت بنانے لگے  
غیر الفت بہت جتانے لگے  
ہم اگر درد دل سنانے لگے  
ہم بھی آخر کو جی چرانے لگے  
قافلے پھر حرم کو جانے لگے  
اہل ظاہر بہت تانے لگے

وقت رخصت تھا سخت حالی پر

ہم بھی بیٹھے تھے جب وہ جانے لگے

ق

حشر تک بیان دل شکبا چاہیے  
کب ملین دلبر سے دیکھا چاہیے  
سے تجلی بھی نقابِ رو سے یار  
اُس کو کُن آنکھوں سے دیکھا چاہیے  
غیر ممکن ہے نہوتا اثرِ عزم  
حالِ دل پھر اُس کو لکھا چاہیے  
ہے دل افکاروں کی دلداریِ ضرور  
گزینِ الفت مدارِ اچاہیے  
ہے کچھ اک باقی خلشِ امید کی  
یہ بھی مٹ جائے تو پھر کیا چاہیے  
دوستوں کی بھی نہو پروا جسے  
بے نیازی اس کی دیکھا چاہیے  
بھائے ہیں آپ کے اندازِ دناز  
کیجئے انعامِ جتنا چاہیے  
شیخِ اہل ان کی نگہ جا دو بھری  
صحتِ زندان سے بچنا چاہیے

لگ گئی چپِ حالی رنجور کو  
حال اُس کا کس سے پوچھا چاہیے

جنونِ کارِ سنرا ہوا چاہتا ہے  
قدمِ دشتِ سیما ہوا چاہتا ہے  
دمِ گریہ کس کا تصور ہے دلیں  
کہ اشکِ اشکِ دیا ہوا چاہتا ہے  
خط آنے لگے شکوہ آمیز اُنکے  
ملاپ اُن سے گویا ہوا چاہتا ہے  
بہت کام لیتے تھے جس دل سے ہکو  
وہ صرف شست ہوا چاہتا ہے  
ابھی لینے پائے نہیں دمِ جانِ بین  
اجل کا تقاضا ہوا چاہتا ہے  
مجھے کل کے وعدے پہ کرتے ہیں خست  
کوئی وعدہ پورا ہوا چاہتا ہے  
فردن تر ہر کچھ اُن نونِ فوقِ عصیان  
درِ حمت اب دا ہوا چاہتا ہے  
فلن گریہی ہے تو رازِ نہاساتی  
کوئی دن میں رسوا ہوا چاہتا ہے  
دفا شرطِ الفت ہے لیکن کمانک  
دل اپنا بھی تجھ سے ہوا چاہتا ہے  
بہت خط اٹھاتا ہے دل تجھ سے لکر  
فلن دیکھے کسیا ہوا چاہتا ہے  
غمِ رشک کو تنگ سمجھے تھے ہدم  
سو وہ بھی گوارا ہوا چاہتا ہے

بہت چہچہاؤں گزرتے ہیں حالی

کوئی فتنہ برپا ہوا چاہتا ہے

ق

جس کو غصے میں لگاؤ کی ادا یاد رہے  
شوق بڑھتا گیا جون جون کے اُس شمع مسخ  
ہم بھی آدابِ شریعت سے تھے آگاہ مگر  
یا وہ آؤ گے بہت۔ لطف سمجھ کر کیجیے  
شیخ یاں شرم گنہ شوق بھلا دیتا ہے  
واوہی عشق میں ہوئی کہ نہ گزشت دید  
خضر نے پاؤں اگر دُش فنائین رکھا  
دل بڑی طرح لگا عشق بہان میں ای شیخ  
چارہ گرا کار با ندازہ تدبیر نہیں

ابھی جانا نہیں حالی نے کیا چیز ہوئی

حضرت اس لطف کلام کے مزایا در ہے

آئینہ کو ہم حوالہ الفت دیر کر چکے  
نامے شب فراق کے تاثیر کر چکے  
وہ امتحانِ برشِ شمشیر کر چکے  
ہم شکوہ اسے غیر بھی سر کر چکے  
دیکھا تو دل کو ہم ہمتِ تیر کر چکے  
شاطِ جلد تر کینِ وقتِ تیر کر چکے  
گویا کہ اک جہان کو تیر کر چکے  
بس اقلے مصحفی و سیر کر چکے

ملنے کی جو نہ کرنی تھی تیر کر چکے  
افسوس شبِصال کے ان کار گزین  
اسے دل اسبازا لیتے تیر کا ہر وقت  
کہتے ہیں طبعِ دوست شکایت پسند ہے  
بھولے رہے تصورِ فرگان میں چند روز  
جان لب لکس انتظار میں آتی ہو بار بار  
دل لے کے ایک میرا یہ فارغ ہو رہی ہیں وہ  
حالی بابِ اویس و میسر بنی کرین



نہ دان پر سرش نیان تاب سخن ہو  
 بہت لگتا ہو دل صحبت میں کسکی  
 بناوٹ سے نہیں خالی کوئی بات  
 عدد سے بات محفل میں نہ کرنی  
 بہت دل میں ترے عاشق کو دکار  
 دلاتی ہے صبا کس کو چمن یاد  
 گردن تجھ سے بیان کچھ دروغیت  
 رہے لاہور میں آکر شو جانے  
 نہیں آتی کہیں بیان بولے یوسف  
 یہاں بیگانگی ہے اس قدر عام  
 نہ کچھ بھون کو ہے پروا کے لیلیٰ  
 مجھے تنہا نہ سمجھیں اہل لاہور  
 مری خلوت میں ہے ہنگامہ بزم  
 بتاؤں تم کو ہون کس باغ کا بھول  
 بتاؤں تم کو ہون کس مصر کی بو  
 عدم کی راہ کٹ جاتی کبھی کی  
 نہ لینے دے گا جنت میں بھی آرام  
 محبت ہے کہ دل میں موج زن ہو  
 وہ اپنی ذات سے اک اکبہن ہو  
 مگر ہر بات میں اک سادہ پن ہو  
 جو سچ بوجھ تو جائے سواظن ہو  
 نری جو بات ہے وہ دل شکن ہو  
 نہ میں بلبل نہ گھر میرا چمن ہو  
 مگر جو شس سخن مستہرین ہو  
 یہی دنیا ہے جو دار الحزن ہو  
 مگر جو گھر ہے وہ بیت الحزن ہو  
 کہ بلبل ناشناساٹے چمن ہو  
 نہ کچھ شیریں کو درد کو کہن ہو  
 تصور میں مرے اک اکبہن ہو  
 خوشی میں مری ذوق سخن ہو  
 جہاں ہر گل بجائے خود چمن ہو  
 جہاں غرت وطن پر خند زن ہو  
 مگر باد عزیزیان راہزن ہو  
 یہی مگر جذبہ ہر مرد وطن ہو

یہ غزل تقریباً ۱۸۵۰ء میں اس وقت لکھی تھی جبکہ اول ہی اول بتقریب ملازمت ملی بھڑکرا لاہور جانا پڑا تھا اس وقت  
 اول تو دلی سے چھاپڑا ہی سخت شاق گذرنا تھا دوسرے لاہور میں کسی سے جان پہچان نہ تھی وہاں پہنچتے ہی نہایت  
 سخت پائی اور وہاں کے ہیضہ کے بعد مدت تک چپک اور بیمار کا دور و شور رہا آخر کار راقم بھی سخت بیمار ہو گیا اس تہائی  
 اور سراسیمگی و غم اندو کی حالت میں یہ اشعار لکھے گئے تھے ۱۱

گرین نظرون سے سب باتیں پُرانی  
کھلا حالی اور الفت سے ہو خالی!  
یہ سب تم صاحبِ جون کا حسنِ ظن ہے  
لکھا ہے اُس نے کہتے ہیں سخنِ ترک

مگر ہم کو ابھی اس میں سخن ہے  
مُدھوم تھی اپنی پارسائی کی  
کیون پڑھاتے ہو اعتلا بہت  
ہم کو بھی اور کس سے آشنائی کی  
مٹھ کھاتے چھپاؤ گے ہم سے  
ہم کو عادت ہے خود نمائی کی  
لاگ میں ہن لگاؤ کی باتیں  
سُرخ میں چھپے لڑائی کی  
ہم سے باتیں کرو صفائی کی  
ہلتے غیروں سے ہو ملو لیکن  
دل رہا پائے بند الفتِ دام  
دل بھی پہلو میں ہو تو یان کس سے  
شہر و دیار سے باغ و صحرا سے  
تو ملا کوئی غارتِ ایمان  
بہت بعدِ استانی شیدا  
تو نے بھی شرمِ پارسائی کی  
صحتِ نگاہ گاہی  
تو نے بھی ہم سے بیوفائی کی  
سوت کی طرح جس سے ڈرتے تھے  
ساعتِ آپہنچی اس جدائی کی

زندہ پھرنے کی ہر ہر حالِ  
انتہا ہے یہ بے حیائی کی

۱؎ یہ غزل بھی لاہور میں لکھی گئی تھی جبکہ غزل سابق لکھی گئی تھی آخر کے شعاریں اس لکھنؤ شاعر نے لکھی کہ کیا گیا ہو ۱۲  
۲؎ شیدائے دانشی محمد کرم اللہ صاحبِ بلوی ہیں کہ اُس زمانہ میں کبھی کبھی فکشر کرتے تھے اور شیدائے خالص کرتے تھے ۱۳  
۳؎ رشکی آنر بیل نواب محمد علی خان برادر رئیس جہانگیر آباد کا تخلص ہے ۱۴

ق

کر دیا غورِ جہنم تو نے  
 دُور پہونچتی تھی اپنی آزادی  
 کیوں نہ آئیں گے یاں اسی ہمدم  
 گوشِ لبِ تھلائے تھے ہم آج  
 صبر کا ہے بہت بڑا انجم  
 ابتداءِ وفا ہے سر دینا  
 دل سے قاصدِ بنا کے وعدہ صیل  
 ایک عالم کو خوش کیا ہے رشک  
 ہم کو کس سے خفا کیا تو نے

جی میں کیا ہے جو بختِ ایا آج  
 حالی اپنا کہا سنا تو نے

ق

کر کے پینارِ دوی دو تو نے  
 رہبرِ توشنہ لب نہ گھبراننا  
 شیخِ جبِ دل ہی دیرینہ لگا  
 دور ہوئے دلِ مالِ اندیش  
 ایک ہی گاہِ وار کر کے نگاہ  
 دلِ دین کھوکے آئے تھے سویر  
 جان سے پہلے دل لیا تو نے  
 اب لبِ چشہِ بختا تو نے  
 آگے مسجد سے کیا لیا تو نے  
 کھو دیا عمرِ سر کا مزا تو نے  
 کیا کیا چشمِ آشنا تو نے  
 یاں بھی سب کچھ دیا خدا تو نے

خوش ہے امیدِ خلد پر حالی  
 کوئی پوچھے کہ کیا کیا تو نے

ق دل کو دردِ آشنا کیا تو نے  
 طبعِ انسان کو دی سرشتِ وفا  
 درِ دل کو دردِ اکیا تو نے  
 خاک کو کیا کیا تو نے  
 قتلِ عاشق روا کیا تو نے  
 وصلِ جانانِ محال ٹھہرایا

تھانہ خبر غم بساط عاشق مین  
 جان تھی اک دہال فرقت مین  
 تھی محبت مین ننگ منت غیر  
 راہ راہ کو جب کہ سین نہ ملی قطعہ  
 قطع ہونے ہی جب لگا پیوند  
 تھی جان کا رداں کو دہنی راہ  
 ناؤ بھر کر جہان ڈوبی تھی  
 بڑھ گئی جب پلہ کو مہر سپر  
 جب ہوا لکٹ مال رہزن ہوش  
 جب ملی کام جان کو لذت درد  
 جب دیا راہر کو ذوق طلب  
 پردہ چشم تھے حجاب بہت  
 عشق کو تاب انتظار نہ تھی  
 حرم آباد اور دیر خراب  
 سخت فیر طبع تھے احباب  
 پھر جو دکھا تو کچھ نہ تھی یارب  
 کون بوجھے کہ کیا کیا تو نے  
 عشق کو راحت فر کیا تو نے  
 شوق کو جان گز کیا تو نے  
 جذب دل کو رسا کیا تو نے  
 درمچنا نہ داک کیا تو نے  
 غیر کو آشنا کیا تو نے  
 عشق کو رہنما کیا تو نے  
 عقل کو نا خدا کیا تو نے  
 اس کو اس سے جدا کیا تو نے  
 بادشہ کو گد کیا تو نے  
 درد کو بے دوا کیا تو نے  
 سعی کو نارسا کیا تو نے  
 حسن کو خود نسا کیا تو نے  
 غرہ اک دل مین داک کیا تو نے  
 جو کیا سب سب کیا تو نے  
 ہم کو جا دو نو کیا تو نے  
 کون بوجھے کہ کیا کیا تو نے  
 حالی اٹھا لاکے محفل کو  
 آخر اپنا کیا کیا تو نے

اس شعر میں پیر و پسر کا اشارہ حضرت یعقوب و یوسف علیہم السلام کی طرف اور اگلے شعر میں بادشاہ سے

مراد ابراہیم ابن ادہم رحمہ اللہ ہیں

# رباعیات

## توحید

کانٹا ہے ہر اک جگر میں اٹکا تیرا      حلقہ ہے ہر اک گوش میں اٹکا تیرا  
مانا نہیں جس نے بھگوانا ہو ضرور      بھٹکے ہوئے دل میں بھی ہر کھٹکا تیرا

ایضاً

ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا      آتش پیمانہ نراگ گایا تیرا  
دہری نے کیا دہر سے تغیر کچھ      انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

ایضاً

طوفان میں ہر جب جہاز چکر کھاتا      جب قافلہ دادی میں ہر سر ٹکراتا  
اسباب کا آسرا ہر جب اٹھ جاتا      دان تیرے سوا کوئی نہیں یاد آتا

ایضاً

جب لیتے ہیں گھیر تیری قدرت کے نلوں      منکر بھی چکار اٹھتے ہیں تجھ کو مجبور  
تھافش کو ظلمت کئی سہی جی کی راہ      خورشید کا شش بہت میں بھیا ارجبور

توحید

جب یوسی دلون پہ چھا جاتی ہے دشمن سے بھی نام تیرا چھو اتی ہے  
 ممکن ہو کہ سکرین بھول جائیں اطفال لیکن انھیں دکھ میں مان ہی آتی ہے

ایضاً

مشی سے ہوا سے آتش آگے پان کیا کیا نہ ہوئے بشر پہ اسرار عیان  
 پرتیرے خزانے میں نزل سے اب تک گنجینہ غیب میں اسی طرح ہسان

ایضاً

ہستی سے ہے تیری رنگت بس کے لیے طاعت میں ہو تیری آبرو سب کے لیے  
 ہر تیرے سوا سائے سہارے کمزور سب اپنے لیے ہیں اور تو سب کے لیے

ایضاً

کیا ہوگی دلیل تجھ پر اور اس سے زیادہ دنیا میں نہیں ہے ایک دل جو کہ ہوشاد  
 پر جو کہ ہیں تجھ سے لو لگائے بیٹھے رہتے ہیں ہر ایک لہجہ و عنہم سے آزاد

نعت

زہا کو تو نے محو تجید کیا عشاق کو مست لذت دید کیا  
 طاعت میں ہاند حق کی سا جھکی کوئی توحید کو تو نے آکے توحید کیا

ایضاً

بظاہر عرب کو محترم تو نے کیا اور اُنیوں کو خیرام تو نے کیا  
 اسلام نے ایک کرواروم و ستارہ بچھڑے ہوئے گلہ کو بھڑو نے کیا

ایضاً

ایضاً کو ہر تیری دل آست شربت شرب کو ہر تیری آقا شربت شربت

سچے ایسی ہوگا کتاب ظاہر و باہر و درجہ و بالا اسکے جو خزانہ غیب میں مخفی ہو گا ان لم یکن ہو

ارادہ ہی کو خستہ نہیں کچھ بچ کر  
آبا کو بھی ہے تیری اوتے شرف

ہندو سے لڑیں گہر سے بیر کرین  
سحر سے بچیں اور شر کے عوض خیر کرین  
جو کہتے ہیں یہ کہ ہے جہنم دنیا  
وہ آئین اور اس بہشت کی بیر کرین

ترک شعر عاشقانہ

بلبل کی چین میں ہزارانی چھوڑی  
بزم شعرا میں شعر خوانی چھوڑی  
جب کہ دل زندہ تو نے ہکو چھوڑا  
ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی

پیران زندہ دل

خوش رہتے ہیں دکھ میں کامرانون کی طرح  
ہیں ضعیف لڑتے پہلوانوں کی طرح  
دل انکے ہیں ظن انکے جو کرتے ہیں تیر  
ہنس بُل کے پیری کو جو فتن کی طرح

نیکی اور بدی پاس پاس ہیں

جو لوگ ہیں نیکیوں میں مشہور بہت  
ہوں نیکیوں پر اپنی نہ مغرور بہت  
نیکی ہی خود اک ہی ہو گروہِ خلاص  
نیکی ہی نہایتیں ہو کچھ دور بہت

امتحان کا وقت

ناہر کہتا تھا جان ہو دین پر قربان  
پر آیا جب امتحان کی زد پر ایمان  
کی عرض کسی نے کیے اب کیا ہو صلاح  
فرمایا کہ بھائی جان تجھے ہے تو جان

عشق

ہے عشق طیب دل کے بیماروں کا  
یا گھر ہے وہ خود ہزار آزاروں کا  
ہم کچھ نہیں جانتے پہ اتنی ہو خبر  
اک مشغلہ دیکھ پے بیکاروں کا

نیکیوں کی جانچ

نیکیوں کو نہ ٹھہراؤ بد اسے فرزند  
اک آدمہ ادا ان کی اگر ہو نہ پسند

کچھ نقش انار کی لطافت میں نہیں ہوں اس میں اگر گلے سڑے دل نے چند  
دوستوں سے حجاب توقع

تا زلیست وہ محو نقش معہم رہے جو طالب دوستانِ معصوم رہے  
اصحاب سے بات بات پر جھگڑے صحبت کی وہ برکتوں کے محروم رہے

### شراب اور جوانی

ہو بادہ کش پر نہ جوانو مفتون گردن پہ نہ لو عقل خدا داد کا خون

خود عہدِ شباب اک جنونِ ہواب تم کرتے ہو فردن جنونِ پیکل اور جنون

### غور و سب علیہوں سے بدتر ہے

مکن نہیں یہ کہ ہو بشرِ عیب سے دو پر عیب سے بچے تا بھستہ و ضرور

عیب اپنے گھٹاؤ پر خبردار رہو گھٹنے سے کہیں اُن کے نہ بڑھ جائے غور

### گفتار و کردار میں اختلاف

جو کرتے ہیں کچھ برباد کتے ہیں وہ کم ہوتے نہیں ساتھ جمع دم اور قدم

بڑھتا گیا جس قدر کہ حسنِ گفتار بس اتنے ہی گھٹنے گئے کردار میں ہم

### شرط قبول

مکن ہے کہ جو ہر کی نہ ہو قدر کہیں پر قدر کہیں بغیر جو ہر کے نہیں

عینہ کو نہ لینِ مفت یا مکان ہو مگر عنبر کی جگہ نہ لے گا کوئی سرگین

### طالب کو سوچ سمجھ کر پس رہنا چاہیے

ہوں یا نہ ہوں پہ اہل عرفان یقین پڑے کہ طالب نہ ہوں ناوان کہیں

مکان کہ کو ہوا احتیاج چار آنکھوں کی اور ایک کی بھی پیچھے دالے کو نہیں

### عالم و جاہل میں کیا فرق ہے

ہیں جل میں سب عالم و جاہل ہمسر ہا نہیں فرق اسکے سوا نہیں نظر

سہ  
دم و دوی  
اور قدم علی



عالم کو ہے علم اپنی نادانی کا  
جاہل کو نہیں جہل کی کچھ اپنے ضمیر  
موجودہ ترقی کا انجام

پوچھا جو کل انجام ترقی بشر  
یاروں سے کہا پیرِ مغان نے ہنس کر  
باقی نہ رہیگا کوئی انسان میں عیب  
ہو جائیگے چھل چھلکے سب عیب ہنر

سرف کو کیونکر فراغت حاصل ہو سکتی ہے  
اک منقسم سرت نے عابد سے کہا  
عابد نے کہا یہ ہاتھ اٹھا کر سوئے خرچ  
کر میرے لیے حق سے فراغت کی دعا  
محتاج کر اس کو جلد اسے بارِ خدا

کام کی جلدی  
یان رہنے کی جلت کوئی کیا پاسو  
آتا ہو اگر آج توکل جاتا ہے  
جو کرنے ہیں کام اُن کو جلدی ٹھٹھاؤ  
طلبی کا سپام وہ چلا آتا ہے

غرض

ہے نفس میں انسان کے جہلی مرض  
ہر سی پہ ہوتا ہے طلبگارِ عوض  
جو خاص خدا کے لیے تھے کام کیے  
دیکھا تو نہان اُنہیں بھی تھی کوئی غرض

انقلابِ روزگار

بس بس ہزاروں گھراڑ جاتے ہیں  
گرا گرنے کے علم لاکھوں اکٹھے جاتے ہیں  
آج اس کی ہر نوبت توکل اسکی باری  
بن بن کے یونہیں کھیل گرا جاتے ہیں

تقاضا ہے سن

حالی کو چکل مسرہ خاطر پایا  
بوچھا باعث تو ہنس کے پتہ پایا  
رکھو نہ اب انگلی صحتوں کی اُمید  
وہ وقت گئے اب اور موسم آیا  
بسکونہ گانی کا بھر و سہ نہیں  
کوئی بڑا کام نہیں کر سکتا  
دُنیاے دنی کو نقشِ مانی سمجھو  
رودادِ جہان کو اک کسانِ سمجھو

پر جب کرو آغاز کوئی کام بڑا ہر سانس کو سحر چاودانی سمجھو

### انتہائے زوال

آبا کو زمین و ملک پر اطمینان اولاد کو مستی پہ قناعت کا گمان  
بچے آوارہ اور بے کار جوان ہیں ایسے گھرنے کوئی دن کے گمان

### شان ادبار

صحرائے جبرایا ایک چیل میدان برسات میں سبزہ کا نہ تھا چٹان  
مادوس تھے جسکے جوتے سو بھقان یاد آئی ہیں قوم کے برابر کشتان

### نفاق کی علامت

ہر زخم میں آنسو بچ کے لایں ہونا شیریں سخن سے شہد فاق ہونا  
مکمل نہیں جب تک کہ خود و لیلیٰ نفاق آسان نہیں تہ تبول خلافت ہونا

### مسلمانوں کی بیماری

جب تک کہ ہمدردی و شمن اخوان بچا ہوتا نہیں مومن کا ابا یاں بچا  
ہم قوم کی خیر مانگتے ہیں حق سے سنتے ہیں کسی کو چپ مسلمان بچا

### مکر و ریا

حالی بہ راست جو کہ چلتے ہیں سدا خطرہ انھیں گر گناہ ڈر شیرون کا  
لیکن ان بھیڑیوں کو واجب ہر حد بھیڑوں کے لباس میں ہیں جھج جھوٹا

### جوہر قابلیت

ہیں بے ہنرون میں قابلیت کے نشان پوشیدہ ہیں و حیون میں اکثر نشان  
عاری ہیں لباس تربیت سے ورثہ ہیں طوسی رازی انھیں نشان

### علم

اسے علم کیا ہے تو نے ملکوں کو نہال غائب تو جہان سے وہاں آیا زوال

اُن پر ہوئے غیب کے خزانے مفتوح جن قوموں نے ٹھہرایا تجھ کو اہل مال

اے علم کلیں گنج شادی تو ہے اسہر چشمہ نعمت و آبادی تو ہے  
آسائش و جهان ہر سایہ میں ہے دنیا کا وسیلہ دین کا ادی تو ہے

ایضاً

سے تجھے نہال جبینی غرب کی بہن مشرق کو وہ قضی تجھے اے علم نہیں  
شاید اے علم ماہِ شب کی طرح رہتی ہیں شاعین ہی محوِ دین

خاندانی عزت

بیٹا بھلے یہ جب تلک دولت سے عزت نہیں اس کو باپ کی عزت سے  
سوچو تو ہے کھات کا نسب بھی عالی ہزاروں کو شرف نہیں پڑا نسب سے

عزت کس چیز میں ہو

دولت کہا مجھے ہو عزت ہو جان فرمایا ہنر نے میں ہونے کا نشان  
عزت بولی غلط ہو دو نو کا بیان میں بھید ہوں حق کا جو نیکی پر بیان

توقع بجا

ہیں یار رفیق پر صحبت میں نہیں ساتھ ہی ہیں عزیز لیک نہت میں ہیں  
اُن بات کی انسان ہو توقع ہو عبث جو نوع بشر کی خود جلیت میں نہیں

عقل اور دوستی متضاد ہیں

ہے عقل میں جھگڑ رکھی اور بیٹی اتنی ہی مغالطہ ہے یہاں اور خوشی  
وہ دوست نہیں جس نے کیا فکر کمال ضد تین ہیں دوستی و دور اندیشی

عیش و عشرت

عشرت کا اثر تلخ سا ہوتا ہے ہر تفریقہ پیغام بگاہوتا ہے

جس قوم کو عیش و دست پاتا ہو نہیں کہتا ہوں کہ اب دیکھے کیا ہوتا ہے

### عیش و عشرت

اے عیش و طرب تو نے جہان راج کیا سلطان کو گداغنی کو محتاج کیا  
ویران کیا تو نے مینو اور بابل بغداد کو قرطبہ کو تاراج کیا

### غیبت

دروغ ہو ہر اک بزم کی اب غیبت میں بدگوئی خلق ہے ہر اک صحبت میں  
اور دن کی بڑائی ہی پہ ہر خروبان خوبی کوئی باقی نہیں جہاں است میں

### عشق

اے عشق کیا تو نے گھرانوں کو تباہ بیرون کو خربت اور جوانوں کو تباہ  
دیکھا سدا سلامتی میں تیری قوموں کو ذلیل - خاندانوں کو تباہ

### سبب و اسباب

دیکھو جس سلطنت کی حالت درہم سمجھو کہ وہاں ہے کوئی برکت کا قدم  
یا تو کوئی سیکم ہے شیر دولت یا ہے کوئی مولوی وزیر عظم

### دین و دنیا کا رشتہ

دنیا کو دے دین نے اسرارِ حکم و نیانے کر دین کی تھائی جسم  
گر دین کی ہمنون بہت ہے دنیا و نیانے بھی احسان نہیں دیتی کم

### آزاد گانے راستبازگی تکفیر

یاروں میں چاہا جب کی عیب و گنا کافر کمار اہل نظر نے انھیں اور گراہ  
چھوٹے کو نہیں ملتی شہادت جنت لاتا ہے خدا کو اپنے دعویٰ پہ گواہ

ہے یعنی کفر و ضلالت ایسی چیزیں ہیں جن کا علم خدا کے سوا اور کسی کو نہیں ہو سکتا مثلاً شیخ اکبر کو بعض بڑے صدق کہا جاتا ہے اور بعضوں  
ذہن پر اور یہ بات کہ وہ فی الواقع صدق تھے یا نہ تھے خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا پس جس شخص میں کوئی ایسی برکت یا خلقی برکت یا شے  
موجود ہو جس کا کفر یا تقیید کرنے میں بات ہو جیسے کسی چھوٹے بڑے کو شہادت ملے اور وہ اپنے دعویٰ پر خدا کو گواہ قرار دے ۱۲

## بے پروائی و بے غیرتی

اسباب پہ گر نظمِ جهان کا ہر مدار اُس قوم کا چیتا ہے حالی دشوار  
عزت کی نہیں ہے جس کو ہرگز پڑا ذلت سے نہیں ہے جس کو ہرگز کچھ ہوا  
عفو باوجود قدرتِ تمام

موسیٰ نے یہ کی عرض کہ لے بار خدا مقبول ترا کون ہے بندوں میں سوا  
ارشاد ہوا بندہ ۷۲ راہ ہے جو لے سکے اور نہ لے بدی کا بدلا

## سمجھتی کا جواب نرمی سے

فتنہ کو جان تلک ہو دیکھ تسکین زہر آگ کوئی تو کچھ باتیں شیریں  
غصہ غصے کو اور بھڑکاتا ہے اس عارضہ کا علاج باطل نہیں

## ہمت

تیرے اک مورچہ زیرِ دیوار دیکھا کہ چڑھا دانہ کو لیکر سوار  
آخر سرِ پام لیکے پہنچا تو کہا مشکل نہیں کوئی پیشِ ہمت شہسوار

## کم ہمتی

جبرِ یہ و قدرِ یہ کی بحث و تکرار دیکھا تو نہ تھا کچھ اس کا مذہب مدار  
جو کم ہمت تھے ہو گئے وہ مجبور جو باہمت تھے بن گئے وہ مختار

## پیشانی

انجام ہے جو کفر کی طغیانی کا ٹرہ ہے وہی غفلت و نادانی کا  
لذت سے ندامتوں کی جانتا ہے زونخ بھی ہر اک نامِ پیشانی کا

ماسکت بہ وفاتِ اب ضیاء الدین چمن خان مرخوم میر بخش دہلوی

قمری چہ نہ طاووس نہ کبک طناز آتے ہی خزان کے کر گئے گریب از

تھی باغ کی یاد گار اک ٹبل زار  
سوا سکی بھی گل سے نہیں آئی آواز

ایضاً

غالب ہے نہ شیفہ نہ تیر بانی  
وحشت ہو نہ سالک نہ انور بانی  
حالی اب اسی کو نرم یاران سمجھو  
یاروں کے جو کچھ دلغہ میں دل پر بانی  
محنت

محنت ہی کے پھل ہیں ہر اک اس میں  
محنت ہی کی بکتن ہیں ہر حسرت میں  
موسے کو ملی نہ قوم سی جو بانی  
جسہمک نہ چراغین بکریاں بدین میں

گدائی کی ترغیب

اک مرد تو انا کو جو سائل پایا  
کی میں نے ملاست اور بہت شرمایا  
بولا کہ ہو اُس کا اُن کی گردن پیال  
دے دیکے جنھوں نے مانگنا سکھایا

تکفیر اہل اسلام

کہنا فقہا کا مومنوں کو بے دین  
سننے ملتے یہ ہو گیا ہم کو یقین  
مؤمن سے ضرور ہو گا مرقعہ ال  
تکفیر بھی کی تھی فقہائے کرامین

ترک عاشقانہ گوئی

کچھ قوم کی ہم سے سو گواہی سن لو  
کچھ چشمہ جان میں اپنی غباری سن لو  
افسانہ قیس و کوہن یاد نہیں  
چاہو تو لکھا ہم سے ہمارے سن لو

تنزل اہل اسلام

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھو  
اسلام کا اگر نہ ابھرنار دیکھو  
مانے نہ کبھی کہ مدہی ہر جزر کے بعد  
دیا کا ہمارے جو اُترنا دیکھو

۱۔ یہ اُن شعراءِ دہلی کے نام ہیں جن کے ساتھ راقم کو ربط و اتصال تھا۔ انھوں نے عام اس سے کہ وہ شاعر

و نامور ہوں یا انھوں ۱۲ (حالی)

## اول کوشش اور بعد نما

کوشش میں ہر شرط ابتداء انسان سے  
بھر چاہیے مانگنی مددِ نیروان سے  
جب تک کہ نہ کام دیکھتے بازو سولیا  
پانی نہ نجات نوح نے طوفان سے  
کام کرنا جان کے ساتھ ہر

ہے جان کے ساتھ کام انسان کیلئے  
بنتی نہیں زندگی میں بے کام کی  
جیتے ہو تو کچھ کیجئے زندوں کی طرح  
مردوں کی طرح جیسے تو کیا خاک جیسے

## جھوٹی نمائش

ہیں جھوٹ کے سچ میں سب سمونے والے  
بننے والوں سے کم ہیں ہونے والے  
گھڑیاں تہی ہیں جھکی جیون میں مدام  
اکثر ہیں وہی وقت کے کھونے والے  
چند عیب بہت سی خوبیوں کو نہیں مٹا سکتے

موجود ہر بیرون ات میں جس کی ہزار  
بدظن نہ وہ عیب اس میں اگر بیون دوچار  
طاؤس کے پار نے زشت پر کر کے نظر  
کر حسن و جمال کا نہ اُس کے انکار  
سکوت درویش جاہل

مصرعہ جو یوں فلیفہ خوانی میں ہیں آپ  
خیر انہی بچتے بے زبانی میں ہیں آپ  
بولین کچھ کچھ سے یا نہ بولیں حضرت  
معلوم ہو سکو جتنے پانی میں ہیں آپ  
محدون کا طعن مسلمانوں پر

کتا تھا اکل اک شکر قرآن و خبر  
کیا لیں گے یہ اہل قبلہ باہر راہ  
کچھ دم ہے تو میدان میں آئین و تر  
کتا بھی ہے شیر انہی گلی گے اندر

۱۔ بچے جب تک کہ کشی دینا ہی ۱۲۔

دہری کا الزام گور پرست پر  
 اک گور پرست نے یہ دہری سے کہا  
 ہو گا نہ شقی کوئی جہان میں تجھ سے  
 دہری نے کہا کہ کیا خدا کا سن کر  
 اس سے بھی گیا کہ جسکے لاکھوں ہوں غلام

### دانا کا حال ہر نادانوں میں

کیا فرق ہے سماعت و نوجوانوں میں  
 دانا کی کی باتوں میں اور نادانوں میں  
 غربت میں ہر اجنبی مسافر جطرح  
 دانا کا یہی حال ہر نادانوں میں

### رخسارم کی حمد

دھوئے کی ہولے رخسار مر جا باقی  
 کپڑے پہ ہر جب تلک کہ وضعا باقی  
 دھوئے خوش سے رہتے کو پہ اتنا نہ کڑ  
 دھتیار سے کپڑے پہ نہ کپڑا باقی

### ایسی تعریف سن کر تاک چھٹا دانا

تعریف سو کھل جاتے ہیں نادان فی الفور  
 داناؤں کے لیکن نہیں ہرگز طور  
 ہوتے ہیں بہت وہ سچ سن کر خوش  
 مقصود یہ ہو کہ ہوتا شیش کچھ اور

### حسن ظن اصل حال نہیں چلتے ہیں

صوفی کو کسی نے آزمایا ہی نہیں  
 نیکی میں شک اسکی کوئی لایا نہیں  
 ہو سکے راج کچھین بھی شاید کچھ کھوٹ  
 پراسکو کسی نے بان نہایا ہی نہیں

### دینداروں کی برائیاں دین کو عیب لگاتی ہیں

پاتے ہیں زبوج حال اہل اسلام  
 اسلام پہ طعنہ زن ہیں اقوام تمام  
 بد پرہیزی سے بگڑے اپنے پیار  
 اور مفت میں ہو گیا سبھا بدنام

### شکر عقیقی

منزل ہے بعید باندھ لوزاد سفر  
 مولج سہمے بحر رکھو کشی کی خبر



گاہک چوکس ہر لچلہ بال کسرا ہلکا کرو بوجھ ہے کھٹن راگنذر  
انسان کی حقیقت

ممکن ہے کہ ہو جائے فرشتہ انسان ممکن ہو بدی کا نہ رہے اس نشان  
ممکن تو ہر سب کچھ یہ حقیقت یہ ہے انسان ہوا تک ہی قرن الشیطان  
سلاطین کا عشق

ہر سبب بڑا ہے عشق کا سبب کمال بہت میں ہر شاہوت کے خصوصاً نایل  
سلطان ہو اگر ظل الکی تو عشق ہو ظل الکی کے لیے وقت نوال  
وقت کی مساعدت

اے وقت بگاڑ کا ہر سبب چارہ پر تجھ سے بگڑنے کا نہیں ہو یا را  
ہو جائے گر ایک تو ہمارا ساتھی پھر غم نہیں بھر جائے زمانہ سارا  
بڑھاپے میں موت کے لیے شیا رہ رہنا چاہیے  
کی طاعت نفس میں بہت عمر بسر انجام کی رکھی نہ جوانی میں خبر  
کیفیت شب اکٹھا ہو اب حالی مجلس کرو برخاست ہو وقت سحر  
دولت میں ثابت قدم رہنا بہت مشکل ہے

ڈر ہے کہ پڑے نہ لقمہ دل سے دھوا زردار ذرا سوچ سچھکر ہونا  
جس طرح کہ سونے کی کوئی ہر محک ہو جو ہر انسان کی کوئی سوتا  
حد سے زیادہ غصہ قابل عفو ہو

غصہ پہ کسی غصہ آتا ہے دین جتنا کہ ہے وہ عقل و دانش کے قرین  
آپ سے جہاں پہ ہو گیا تو باہر پھر کس ہوں آزر دہ کہ تو تو ہی نہیں  
سفہا کی مع و ذم

کرتے ہیں سفید گزشت تیری کر شکر کہ ثابت ہوئی عصمت تیری

پر مہرِ کریم وہ گر نصیب اعدا رکھ یاد کہ اچھی نہیں حالت تیری

### مرضِ پیری لا اعلان ہو

اب ضعف کے پتہ سے نکلنا معلوم پیری کا جوانی سے بدلتا معلوم  
کھوئی ہو وہ چیز جس کا پانا ہو حال آتا ہے وہ وقت جس کا ملنا معلوم

### اسراف

سرت نہ بس اپنے حق میں کانٹے بوئیں نعمتِ خدا کی راہ گمان یوں کھولیں  
گر بخل پہ لوگ اُن کے ہنسن بہتر ہے اس سے کہ فضولیوں پہ اُن کی روئیں

### ردِ سوال

یہ سچ ہے کہ مانگنا خطا ہے نہ صواب زیا نہیں سائل پہ مگر قہر و عتاب  
بہتر ہے ہزار بار اموں دن بہت سائل کے سوال سے تلخ جواب  
کھانا بغیر بھوک کے مزا نہیں دیتا جو دیکھ کے چکھ کے دل سے بھائے ہیں ہیں  
کھانے تو بہت میسر آئے ہیں ہیں جو تو نے کبھی کبھی کھلائے ہیں ہیں  
پر سب لذت تھے وہ کھانے ای بھوک

### علم و عمل کا سرمایہ مال و دولت سے بہتر ہے

چھوڑ دے کمین جلد مالِ دولت کا خیال مہمان کوئی دن کے ہیں دولت ہو کہ مال  
سرمایہ کرو وہ جمع جس کو نہ کبھی اندیشہ فوت ہو نہ ہو خوف زوال

### اچھوتوں کو برا سننے میں بھی مزا آتا ہو

رکھتے نہیں وہ مہر و شہ کی پڑا جو کر کے بھلا خلق سے سنتے ہیں بُرا  
دن گالیوں کا ہو چکو چپکا حالی آتا نہیں اُن کو کچھ دعاؤں میں مزا

## شکر یہ صبح کلام رستم

جوشِ خرم بادہ جامِ خالی میں ہوا      پھر دلولہ پیدلِ حالی میں ہوا  
تسلیم نے دی کچھ سطحِ دادِ سخن      تجھ کو بھی شک اپنی بے کمالی میں ہوا  
احسان بے منت

احسان کی ہے گرصہ کی خواہش تکو      تو اس سے یہ بہتر ہے کہ احسان نہ کرو  
کرتے ہو اگر احسان تو کرو دوسے عام      اتنا کہ جہان میں کوئی ممنون نہ ہو

## قانونِ بد اخلاقی سے مانع نہیں ہے

منا نون ہیں بیشتر یقیناً بیکار      حاشا کہ ہو ان پر نظرِ عالم کا مدار  
جونیک ہیں انکو نہیں حاجت انکی      اور بد نہیں بنتے نیکان سبز نہار  
مخالفت کا جواب خاموشی سے بہتر نہیں  
حق بول کے اہل شر سے اڑانا کہیں      جھڑکے گی مدافعت اور آتش کین  
گر چاہتے ہو کہ چپ رہیں اہلِ خلافت      جز ترک ہو اب کوئی تدبیر نہیں  
ٹیکس

واعظ نے کہا کہ وقت سب جاتے ہیں ٹل      اک وقت سے اپنے تو نہیں ٹلتی اجل  
کی عرض یہ اک سیٹھ نے اٹھ کر کہ حضور      ہے ٹیکس کا وقت بھی اسی طرح اٹل  
انسان اپنے عیب اپنے سے بھی چھپاتا ہے

جیسا نظر آتا ہو نہ ایسا ہوں میں      اور جیسا سمجھتا ہوں نہ ویسا ہوں میں  
اپنے سے بھی عیب ہوں چھپاتا ہے      بس تجھ کو ہی معلوم ہے جیسا ہوں میں

مولوی سلیم الدین مرحوم نازولی تعلیم ہے پور غلص تعلیم نے چند قلم اردو فارسی کے ماقم کے کلام کی تائید میں  
اس وقت بھیجے تھے جبکہ مرتبہ فکرِ شکر کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ ان قلموں کے جواب میں یہ رباعی لکھی گئی تھی ۱۲

## بڑھاپے میں عاشقی کا دم بھرنا

آہن پیری میں شیخ ابھرتے نہیں یون      دل دیتے ہیں پرجی سے گذرتے نہیں یون  
تھے تم تو ہر اک قید سے آزاد بسندا      جو چیتے ہیں اس طرح وہ مرتے نہیں یون

## واعظوں کی سخت کلامی

اک گہر نے پوچھے جو اصول اسلام      واعظ نے دشتی سے کیا اس سے کلام  
بولاکہ حضور مقتدا ہوں جس کے      ایسی قلت اور ایسے مذہب کو سلام

## نواب قارا اقبال الدولہ بہادر کی شان میں

توفیق نے اُس کی چھوڑ دی ہر راہی      اقبال پہ جس نے فحش بانی پائی  
حالی لے جاے کون بازی ان سے      ہے جن کی رگوں میں خون آصفیٰ ہی

یہ رباعی مسئلہ میں جبکہ راتم حیدر آباد میں مقیم تھا اور نواب وقار الملک ممبئی سے پولو میں بازی جیت کر  
آئے تھے لکھی تھی گڑا کی خدمت میں بھی نہیں گئی خون آصف جاہی میں اس بات کا اشارہ ہے کہ حضور سے قرابت  
قریب رکھتے ہیں اور اقبال کے لفظ میں اُن کے خطاب کی طرف اشارہ ہے ۱۲

# رباعیات قدیم

ہر عیب کی خواہش ہر کی عادت      مشکل سے بدلتی ہر بشر کی عادت  
چھٹتے ہی چھٹتے گا اُس گلی میں جانا      عادت آور وہ بھی عمر بھر کی عادت

مرنے پہ مرسے وہ روز شب روئینگے      جب یاد کرینگے مجھے تب روئینگے  
الفت پہ وفا پہ جان نزاری پوری      آگے نہیں بڑھتے تھے تو اب روئینگے

فرت میں بشر کی رات کیونکر گزے      اک خستہ جگر کی رات کیونکر گزے  
گذری ہو جس بغیر بان ایک گھڑی      یہ چار پہر کی رات کیونکر گزے

یاد اُسکی بہان و درد نام اپنا ہے      خالی نہ ہو کبھی وہ جام اپنا ہے  
کس طرح نہ بتائیے کہ ہے نام اُس کا      کس طرح نہ بتائیے کہ کام اپنا ہے

کیا پاس تھا قول حق کا اللہ اللہ      تنہا تھے پہ اعدا سپہ فراتے تھے شاہ  
میں اور اطاعتِ یزیدِ بدگراہ !!!      لا حول ولا قوۃ الا باللہ

خُرکتا تھا اسے تل شہنشاہ سے مل      گرہ نور بہر حق آگاہ سے مل  
سرگشتگی کوئے ضلالت کب تک      اسد سے ملنا ہے تو چل شاہ سے مل

گر کفر میں فرعون کا ثانی نکلا      اک شام میں بیداد کا بانی نکلا  
سمجھا تھا نہ تھا بجز غفلت کی یزید      وان میل سے بھی زیادہ بانی نکلا

# قصیدہ ترکیب بند سدس اور چند قطعے مختلف مضامین پر بہ ترتیب اوقات تحریر

## ۱۔ قصیدہ نعتیہ

سخن زبان کے لیے اور زبانِ جان کے لیے  
عداوت اس کی عذاب الیم جان کے لیے  
محبت اس کی حصارِ حسینِ امان کے لیے  
رہا نہ تفرقہ روز و شبِ زمان کے لیے  
رہی نہ آمد و رفت چمن خزان کے لیے  
فرغ قوم کے اور شمعِ دو زبان کے لیے  
دُعا اس کا کعبہ مقصودِ انس و جان کے لیے  
زمین سربِ سجود اسکے آستان کے لیے  
رضائے خاطر یارانِ جانفشان کے لیے  
کشائشِ گرہ کین و دشمنان کے لیے  
گہ انکسارِ مداراتِ مہمان کے لیے  
کین نماز میں تعجیلِ ناقوان کے لیے

بنے ہیں رحمتِ سلطان و وہ جان کے لیے  
وہ شاہ جس کا عددِ جیتے جی جہنم میں  
وہ شاہ جس کا محاسبِ معافیت میں مہم  
وہ چاند جس سے ہوئی ظلمتِ بہانِ محم  
وہ پھول جس سے ہوئی سعیِ باغبانِ مشکور  
ہالِ مکہ کا۔ ماہِ دوہستہ شریب کا  
گھر اس کا نورِ قرآن و مہبطِ جبریل  
سہرِ گرمِ طواف اس کی بارگاہ کے گرد  
وہ خطہ خطہ تفقد وہ دسہمِ الطاف  
وہ گو نہ گو نہ مدارِ وہ بات بات میں ہر  
گہا منتخارِ مقابل میں اہلِ نجات کے  
کہیں ہلاک میں تاخیرِ قومِ سرکش کے

۱۔ یہ قصیدہ ۱۲۷ھ کا لکھا ہوا ہے اس سے پہلے فوت میں کبھی کچھ نہیں لکھا گیا اسکو اپنی قدیم شاعری کا نمونہ

سمجھ کر دستورِ سابق رہنے دیا ہر کہیں کچھ تصریح نہیں کیا گیا ۱۳

صفائے قلب حسودان کینہ خواہ کے ساتھ  
 کہیں مقدمۃ الجیش انبیاء و رسل  
 مدینہ مرجع و ادا کے اہل مکہ ہوا  
 اسی شرف کے طلب گار تھے کلیم و سیح  
 بس اب غول کا کھسکا نہ راہزن کا خطر  
 شفیق خلق سر اسر خدا کی رحمت ہے  
 شفاعت نبوی ہر وہ ہرق عصیان سوز  
 خدا کی ذات کریم اور نبی کا خلق عظیم  
 اسی کا دین ہو کہ ہے گلشن ہمیشہ بہار  
 عجب و کج نہ عصیان سے کس طرح ہو۔ اگر  
 مریض حرص نہ ہو پائے کب شفا جنت تک  
 نہ حرفت نہ صورت نہ سست نہ کام لب لبیک  
 ارادہ عرش تک اک آن میں ہو بچنے کا  
 گرم کا دیکھیے دامن کمان تلک ہونسلخ  
 زمین پہ بٹھرا ہے ادا ہی شاہ عرش نشین  
 اسی سے ہوتا ہے ظاہر عیار استعداد  
 اگر نصیب ہو شرب میں جا کے شربت گ  
 اگر بقیع میں گز بھڑ مین میسر آئے  
 سلایا اس کا جو نقش قدم تصور میں  
 حریت نعت پیر نہیں سخن حالی  
 نبی کا نام ہو درد زبان رہے جب تک

دعا سے خیر بداندیش و بدگمان کے لیے  
 کہیں وہ خاتمۃ الباب استان کے لیے  
 کہیں سے رتبہ یہ حاصل ہوا مکان کے لیے  
 نوید است پیغمبر زمان کے لیے  
 ہوا وہ قافلہ سالار کاروان کے لیے  
 بشارت است عاصی و ناکوان کے لیے  
 کہ حکم خس ہر جان کفر و جہان کے لیے  
 گنہ گرن کو کرین رخصت انس و جان کے لیے  
 و گزہ ہر گل و گلزار ہے خزان کے لیے  
 وہ نا خدا نہواں سب بیکران کے لیے  
 وہ چارہ گر نہواں مدد جانتان کے لیے  
 حقیقت خب معلوم کے بیان کے لیے  
 کیا تھا غم الوہ نعم نے کمان کے لیے  
 ہو میزبان خدا جب کہ یہاں کے لیے  
 رہی نہ اب کوئی فوقیت آسمان کے لیے  
 محک ہو حجب نبی دیکھے امتحان کے لیے  
 پیون نہ آب بہت عمر جاودان کے لیے  
 کروں نہ طول اہل روضہ جنان کے لیے  
 بوم شوق میں بوسے کمان کمان کے لیے  
 کمان سے لاپے اعجاز اس بیان کے لیے  
 سخن زبان کیلئے اور زبان ان کے لیے

## ۲۔ ترکیب بند مرتبہ ۱۲۵۵ھ ہجری

مرثیہ جناب مرزا اسد اللہ خان مرحوم دہلوی متخلص غالب

کیا کہوں حال دروہستانی	وقت کوتاہ و قصہ طولانی
عیش دنیا سے ہو گیا دل سرو	دیکھ کر رنگ عالم منانی
کچھ نہیں خبر طلسم خواب و خیال	گوشہ نفرت و بزم سلطانی
ہے سراسر فریب کہ ہم و گمان	تاج فقور و تخت خاتانی
بے حقیقت ہو قفل موج سرب	جام حبشید راح ریحانی
لفظ ہل سے نطق اسیرانی	حرف باطل ہو عقل یونانی
ایک وھو کا ہے سخن داؤد می	اک تاشا ہے حسن کنعانی
نہ کروں تشنگی نین تر لب خشک	چشمہ خضر کا ہو گرہ پانی
لون نہ اک مشت خاک کے بد سے	گرے حاتم سلیمانی

بھرستی بجز سرب نہیں

چشمہ زندگی میں آب نہیں

جس سے دنیائے آشنائی کی	اُس سے آخر کو کج ادائی کی
تجھپہ چھوٹے کوئی عبث اے عمر	توبے کی جس سے یونانی کی
ہے زمانہ وفا سے بیگنا نہ	ہاں قسم مجھ کو آشنائی کی
وہ بے مہر ہے کہ ہے اسکی	صلح میں چاشنی لڑائی کی
ہے یہاں حفظ وصل سے محروم	جسکو طاقت تہوجہ دانی کی
ہے یہاں حفظ وضع سے مایوس	جسکو عادت نہو گدائی کی



خندہ گل سے بے بقا تر ہے      شان ہو جس میں دلربائی کی  
 جس کا سد سے نار و اتر ہے      خوبیاں جہیں ہوں خدائی کی  
 بات بگڑی رہی سہی افسوس      آج خاقانی دستانی کی  
 رشک عسریٰ فیض طالب د  
 اسدا سخاں غالب د

بہل ہند مر گیا بہتات      جسکی تھی بات بات میں اک بات  
 نکتہ دان نکتہ بیخ نکتہ شناس      پاک دل پاک فات پاک صفات  
 شیخ اور بزلہ شیخ شوخ مزاج      رہندا اور مرج کرام و ثقات  
 لاکھ مضمون اور اسکا ایک ٹھول      سو تکلف اور اسکی سیدھی بات  
 دل میں چھتا تھا وہ اگر مثل      دیکو کتا تھا دن اور رات کو رات  
 ہو گیا نقش دل پہ جو لکھا      قلم اس کا تھا اور اس کی دوات  
 تھیں تو دلی میں اسکی باتیں تھیں      یچلین اب وطن کو کیا سوغات  
 اسکے مرنے سے مر گئی دلی      خواجہ نور شہ تھا اور شہر برات  
 یان اگر بزم تھی تو اس کی بزم      یان اگر ذات تھی تو اسکی ذات  
 ایک روشن دماغ تھا نہ رہا      شہر میں اک چراغ تھا نہ رہا  
 دل کو باتیں جب اسکی یاد آئیں      کیسکی باتوں سے دل کو بہلا لیں  
 کیسکو جا کر سنائیں شعر و غزل      کس سے داد و سخوری پائیں  
 مرثیاس کا لکھتے ہیں احباب      کس سے اصلاح لیں کہ ہر جائیں  
 بست مضمون ہے نو طہ استاد      کس طرح آسمان پہ پہونچائیں  
 لوگ کچھ پوچھنے کو آئے ہیں      اہل میت جنازہ ٹھہرائیں  
 لائیں گے پھر کمان سے غالب کو      سوے دفن ابھی نہ لے جائیں

اسکو انگون پہ کیوں نہ دین ترچھ  
اہل انصاف غور نہ سرائیں  
قدسی و صائب و اسیر و کلیم  
لوگ جو چاہیں ان کو ٹھہرائیں  
ہے سب کا کلام دیکھا ہے  
ہے ادب شرط منہ نہ کھلوائیں  
غالب نکتہ دان سو کیا نسبت  
خاک کو آسمان سے کیا نسبت

نثر حسن و جمال کی صورت  
نظم غنچ و دلال کی صورت  
تہنیت اک نشاط کی تصویر  
تغزیت اک ملال کی صورت  
قال اُس کا وہ آئینہ جس میں  
نظر آتی تھی حال کی صورت  
اس کی توجیہ سے پکڑتی تھی  
شکل امکان محال کی صورت  
اس کی تاویل سے بدلتی تھی  
زنگ ہجران وصال کی صورت  
لطف آغاز سے دکھاتا تھا  
سخن اُس کا آل کی صورت  
چشم دوران سے آج چھپتی ہے  
انوری و کمال کی صورت  
لوح امکان سے آج مٹتی ہے  
علم و فضل و کمال کی صورت  
دیکھ لو آج پھر نہ دیکھو گے  
غالب ہیشال کی صورت

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ  
کہیں ڈھونڈھے نہ پائیں گے لوگ

شہر میں جو ہر سو گوار ہے آج  
اپنا بیگانہ اشکبار ہے آج  
نازش خلق کا محل نہ رہا  
رحلتِ خسرو و زنگار ہے آج  
تھا زمانے میں ایک رنگین طبع  
رخصتِ موسم بہار ہے آج  
بار اجاب جو اٹھاتا تھا  
دوشِ اجاب پر سوار ہے آج  
تھی ہر اک بات بیشتر جس کی  
اُسکی چپکے جگر نگار ہے آج

دل میں مدد تھی غلش جسکی  
دل مضطرب کو کون دے تسکین  
تعلقی غم کبھی نہیں جاتی  
کس کو لاتے ہیں بہر دفن کہ قبر  
دہی بر بھی جگر کے پار ہے آج  
ما تم یار غمگسار ہے آج  
جان شیریں بھی ناگوار ہو آج  
ہستہ تن چشم انتظار ہو آج  
غم سے بھرتا نہیں دل ناشاد  
کس سے خالی ہوا جان آباد

نعت معنی کا گنجدان نہ رہا  
ساتھ اُس کے گئی بہار سخن  
ہوا ایک ایک کاروان سالار  
رونق حسن تھا بیان اس کا  
عشق کا نام اس سے روشن تھا  
ہو چکیا حسن و عشق کی باتیں  
اہل ہند اب کرینگے کس پر ناز  
دندہ کیونکر ہے گا نام لوگ  
کوئی دیا نظر نہیں آتا  
خوان مضمون کا میزبان نہ رہا  
اب کچھ اندیشہ لکھڑاں نہ رہا  
کوئی سالار کاروان نہ رہا  
گرم بازار گل رخاں نہ رہا  
قیس دفراد کا نشان نہ رہا  
گل و بلبل کا تر جمان نہ رہا  
رنگ شیراز و اصفہان نہ رہا  
بادشاہوں کا حق خوان نہ رہا  
وہ زمین اور وہ آسمان نہ رہا

اٹھ گیا تھا جو پایہ دار سخن  
کس کو ٹھہرائیں اب مدار سخن

کیا ہے جہین وہ مرد کار نہ تھا  
شاعری کا کیا حق اس نے ادا  
بے صلہ مع و شعر بے تحسین  
نذر سائل تھی جان تک لیکن قطعہ  
اک زمانہ کہ سازگار نہ تھا  
پر کوئی اس کا حق گزار نہ تھا  
سخن اس کا کسی پر بار نہ تھا  
در خور بہت اقتدار نہ تھا

ملک و دولت سے بہرہ ور نہوا <sup>قطرہ</sup> جان دینے پہ اختیار نہ تھا  
 خاکساروں سے خاکساری تھی سر بلندوں سے انکسار نہ تھا  
 لب پہ احباب کے بھی تھا نہ گلا دلیمن اعدا سے بھی غبار نہ تھا  
 بے ریا فی تھی زہر کے بدلے زہرائس کا اگر شمار نہ تھا  
 ایسے پیدا کہاں ہیں ست خراب ہمنے مانا کہ ہوشیار نہ تھا  
 منظر شان حسنِ فطرت تھا  
 معنی لفظ آدمیت تھا

کچھ نہیں فرق بلوغ و زندان میں آج لیل نہیں گلستان میں  
 شہر سارا بنا ہے بیت حزن ایک یوسف نہیں جو کنعان میں  
 ملک کیسے ہوا ہے بے آئین اک فلاطون نہیں جو یونان میں  
 ختم تھی اک زبان پشیمانی ڈھونڈتے کیا ہو سید و زمان میں  
 حصر تھی اک بیان میں نگینی کیا دھڑا ہے عقیق و مرجان میں  
 لب جادو بیان ہوا خاموش گوش گل واپو کیوں گلستان میں  
 گوش معنی شنو ہوا بیکار مرغ کیوں نعرہ زن ہرستان میں  
 وہ گیا جس سے بزمِ روشن تھی شمع جلتی ہے کیوں شبستان میں  
 نہ رہا جس سے تھا فروغِ نظر سر نہ بتا ہے کیوں صفائے ان میں

ماہ کا مل میں آگئی ظلمت

آبِ حیوان پہ چھا گئی ظلمت

ہند میں نام پائیگا اب کون سکے اپنا بٹھائے گا اب کون  
 پہننے جاتی ہو اس سے قدر سلف ان پر ایمان لائیگا اب کون  
 اس نے سب کو بھلا دیا دل سے اس کو دل سے بھلائیگا اب کون

مٹی کسی کی نہ جین گنجائش  
 اس سے بنے کو بیان ہم آتے تھے  
 مر گیا قدر دان ہنس سخن  
 مر گیا شہنشاہ مذاق کلام  
 تھا بساط سخن میں شاطر ایک  
 شعرین نامستام ہے حالی  
 کہ لکنا فیہ من یکتا و یویل  
 وہ جگہ دل بین پائیگا اب کون  
 جا کے دلی سے آئیگا اب کون  
 شعر ہم کو سنائے گا اب کون  
 ہم کو گھر سے بلائے گا اب کون  
 ہم کو چالین بتائے گا اب کون  
 غزل اس کی بنائے گا اب کون  
 دھتار سے مع الثقات طویل

### ۳۔ قصیدہ نعیمیہ

میں بھی ہوں حسن طبع پر مغرور  
 خاک ہوں اور عرش پر ہر دماغ  
 مجھ سے اٹھیں گے اُنکے ناز ضرور  
 مجھ سے برتر ہے میری طبعِ عنور  
 خاکساری پہ میری کوئی نہ جلسے  
 میرے دل میں بھرا ہوا ہے غرور

۱۔ اس قصیدہ کی تہذیب علیحدہ یا مستلزمہ کے فیاضات میں سے جو یہ وہ زمانہ ہے کہ دلی میں نادر شاعر کا خاکہ ہو چکا  
 مومن - دوق - آرزو - نقاب - اور تہذیب ایک ایک کے ایک کے خداتہ ہو چکے ہیں اور میدانِ باطل خالی ہے۔ انہیں دنوں میں سیکڑا رام کے  
 بازار میں کیا شاعر قرار پایا مصراع طبع پر تیغ لین ٹپے دھوکے لکھیں جرج و ستون کی جاڑیجا تھیدج آفرین سے داغ میں غزل آگیا  
 تھا اور جن کی داد کی ترغیب پر وہ غزلین لکھی تھیں وہ کسی وجہ سے باوجود صرار کے شاعر میں شک ہے میرا اپنے خرابار کی بے انتہائی  
 سے شاید ایسی کسیانی نہیں ہوتی یہاں اگر شاعران لوگوں کی بے انتہائی سے جگہ ہر جگہ اپنے شرا کا تہذیبان تھجہ ایسی  
 خام خیالی کے جوڑ میں اس قصیدہ کی طرز تہذیب لکھی گئی تھی مطلب یہ تھا اگر ارگ ہمارے تہذیبین کرتے تو ہم آپ ہی اپنے تہذیب  
 سیان تھوہنئے ہیں کیونکہ اس اند کے خیالات کے موافق اس بات کا یقین تھا کہ جملہ کج کل عمارت کی گرم بازار میں شہنائی  
 کے تہذیب سے ہوتی ہو وہی طرح شاعر بھی ہونا سے انی جاتی ہو لیکن جب تھانہ مد سے زیادہ بڑھ گیا تو تھانہ اپنی فطرتی  
 تہذیب ہوا۔ لہذا تھانہ کا خاکہ تہذیب شاعر پر کیا گیا۔ تاکہ فقر کے لیے ایک وجہ پیدا ہو جائے ۳

نہ گنوا اہل عصر میں مجھ کو  
 چشمہ آبِ حضر کی مانند  
 دل سے داوا اپنی لیچکا ہوں بہت  
 مثل یہ صفت دکھائے جو ہر ذات  
 جیسے شہباز ہو قفس میں اسیر ۱  
 لکب و قمری کو رخصت پر واز ۲  
 جو نہ سمجھے مجھے کہ کیا ہوں میں  
 لذت ہے سے جو نہ ہو آگاہ  
 جسکے آنکھیں نہ ہوں نہ کیا جانے  
 پہلے ہوگی کسی کو مست رہنر  
 کہ وہ دل کا بیان کروں کس سے  
 سخن حق کی داد لون کس سے  
 دل آباد مفت ہے ہنران  
 مزدہ خسرو کو وصل شیرین کا  
 ہننے دیکھی تمیز اہل نظر  
 ہے غرض ان کو صوبت نمودن سے  
 ہو کسی شے سے ان کی گرمی بزم  
 ہے فقط روشنی سے ان کو کام  
 ہے بیان قائل انا مردود  
 آپ اپنے سخن سے ہوں مخطوظ  
 یان اگر کام ہے تو شیرین سے

میں بہت کھینچتا ہوں آپ کو دور  
 چشم اہل جہان سے ہوں مستور  
 مجھ کو پروا نہیں کہ ہوں مشہور  
 جب کو بکنا ہو مفت یاں منظور  
 ہوں زمانہ کے ہاتھ سے مجبور  
 بال و پر مفت صعوہ و عصفور  
 اس سے شکوہ نہیں کہ ہر عندور  
 اُس کو کیا تدر خوشہ انگور  
 روز روشن ہے یا شب ویکور  
 اٹھ گیا اب جہان سے یہ دستور  
 بات کھوتی نہیں مجھے منظور  
 سن چکا ہوں فسانہ منصور  
 ہو چکا حنائی ہنر منصور  
 ہو چکی سعی کو کہن مشکور  
 ہننے دیکھا مذاق اہل شعور  
 نالہ دل ہو یا فوائے بطور  
 داستان ہو وہ یا کہ درس زبور  
 موم ہوا صل شیخ یا کافور  
 ہو وہ فرعون وقت یا منصور  
 دل اصحاب گو نہ ہو مسرور  
 قصر خسرو کے اور ہیں مزدور

دل احباب پر نہیں چلتا  
 ہوں تماشائے شہر نابیدنا  
 دریکتا ہوں اور ہوں بے آب  
 چشمہ پیدا و کاروان تشنہ  
 اس زمانے میں غریب ہوں بین  
 صاحبِ قدر و جاہ ہے جب تک  
 کاش اس عہد میں مجھے پائے  
 کاش دان دیتے مجھے کہ جہان  
 کون سمجھے مجھے کہ ہوں کیا چیز  
 کون دیکھے مرے چین کی بہار  
 جس سے ہوتا ہے خستہ سینہ بھوش  
 جس سے ہوتا ہے کور پر واد  
 شرح نقطہ کی گر کروں تحریر  
 ترک عشق بتان کرین عشاق  
 گر کروں ذکر لذت طاعات  
 چھپرے دون گستاخانہ نثار  
 کرنے جاؤں جو حق سے عذر گنا  
 لون طائف سے داد حسنِ کلام  
 وہ شہنشاہ امتی جس کا  
 سحر میرا کہ رہیو غیر سے دور  
 ہے برابر مرا خفا و ظہور  
 ماہ کامل ہوں اور ہوں بے نور  
 بادہ پُر زور و آبِ کسمنِ محمود  
 جو وطن سے ہولاکھ منزل دور  
 کار فرما ہے چین میں نفعور  
 نقبِ سخن جب کہ قبلہ جہور  
 منتہی کھتا موح کا فور  
 انوری ہے نہ عرفی و شاپور  
 مر گیا عند لیث نیسا پور  
 ہے زبان پیری وہ دم سا طور  
 ہے مری سخن میں وہ لعل نور  
 تنگ ہو عرصہ نقوش و سطور  
 جھڈ سے سن پائین گستاخ جو  
 تلخ کردون مذاقِ فریق و مجبور  
 دل خسرو میں ڈال دون ناسور  
 لے کے آؤں نوید عفو قصور  
 گر لکھوں نعتِ سرور جہور  
 یان گنگار اور دانِ مغفور

۱۔ ہندیب نیشاپور سے مراد نظیری ہے۔ لیکن اگر وہ ہوتا تو اس سے زیادہ لہر کیا قدر کرتا جیسا کہ شیخ

علی حزمین نے سودا کی نسبت کہا تھا کہ در پوچ گووان ہند غنیت است۔ ۱۳

وہ خداوند خدائی جس کا  
مژدہ اے مستضعیف کہ بان  
لب شیرین کلام سے اسکے  
اثر فیض غام سے اس کے  
چرخ کو دے اگر وہ حکم سکون  
صرصر تھر تھر گر چلے اس کی  
جس طرٹ ہو وہ گرم نظارہ  
ہو جہان لطف سے وہ سایہ کن  
بات پوچھو تو سوے چرخ نگاہ  
ہو سکے اس کی خوبون کا شمار  
اے ترا پایہ نغم سے بر تر  
مین ترے در پہن کے آیا ہون  
کچھ نہیں زاد راہ پاس اپنے  
طبع غالب ہو اور مین مغلوب  
بہر غفلت مین ہون سراسر غرق  
چھوڑتی ہی نہیں خودی امن  
مہر فرزند و خواہش زرد سیم  
ایک بیمار اور سودا زار  
نفس آثارہ اور دیو مرید  
نفس سے جو کام چاہیے تیجے  
حسد و بغض و غیبت و بہتان

یان سبکسار اور وان ماجور  
سعی ہوتی ہے بے کیے مشکور  
دوست بھی شاد غیر بھی مسرور  
کعبہ آباد و سگدہ معمور  
ہو غلط فہم سنن و شہور  
بند ہو مسلک صبا و ذوق  
جلوہ گر ہو ادھر سے لعلہ طور  
موجزن ہو وہاں سے چشمہ نور  
سینہ دیکھو تو علم کا بخور  
نعمتین حق کی ہون اگر محصور  
اے ترا نام عرش پر سطور  
نام تیرا شفیع روز نشور  
گر امتد عفو رب غفور  
نفس قاہر ہے اور مین مقبور  
نشہ بکریں ہون بالکل چور  
ہون بہت اپنے اہل سے مجبور  
طبع جاہ و تکبر عیش و سرور  
ایک رنجور اور سسونا شور  
یہ ہے انھی تو وہ ہر گلب عفور  
بھوٹا ہوا فریب ہوا زور  
بخل و حرص و ہوا و فتن و غور



ایک جو چوڑے بن نہیں آتی      ہے وہ خدمت کہ چپ ہوں مامور  
دل لگے بندگی میں کیا امکان      لب پہ ذکر حق میں کیا مذکور  
ایہ عقل ہے غور جنوں      دل بیتاب ہے نہ جانِ صبور  
معاصی میں تلخیِ نخلت      نہ عبادت میں چاشنیِ مضور  
حقِ اٹل ہے مری سلمانی      جیسے رنگی کا نام ہو کا فور  
ہاں گر کچھ امید بندھتی ہے      تیرے زمرے میں گر ہوا عشور  
بب ترے کاروان میں جاہو بچا      پھر رہا باسِ حنلہ کتنی درو  
دوری آستانِ والا سے      ہے بہت تنگ حالیِ مجور  
قلبِ دعا ہے اے شفیقِ اُمم      بسکہ بیتاب ہے دلِ رنجور  
جاگے تیرے درپے کشتیِ عشر      جب کریں بحرِ زندگی سے عبور

جیتے جی دل میں یاد ہو تیری

مرتے دم لب پہ ہو ترا مذکور

ہم قصیدہ رحمتہ نامتہ

نواب کلب علی خان مرحوم رئیس مایہ کی شان میں

ظہر حق کلب علی خان جسکے بذلِ جود      ہند سے لے تا عرب میں خاصٹی عامی گواہ  
صاحبِ علم و عمل اور تابعِ احکامِ دین      زائرِ قبرِ نبوی اور حاجی بیتِ امدی

یہ قصیدہ ۱۲۹۱ھ میں اس وقت لکھا گیا تھا جبکہ نواب مرحوم علی گڑھ کے مدرسۃ العلوم کا پٹن ہونا منظور کیجئے تھے  
اور بارہ رو ہسپتال کی جاگیر پیشہ کے لیے مدرسہ کے اخراج کا واسطہ اور کئی ہزار روپیہ نقد بطورِ چنڈ کے دیکھے تھے  
مگر حصارِ ان کی خدمت میں پہنچا نہیں گیا اور اسی لیے ناتمام رہا۔ اسکے اولِ آخر کے کچھ اشعار ضائع بھی ہو گئے ہیں ۱۲

شاعری میں فردوسی مین فارابی عصر  
 دولتِ برطانیہ پُرس کی فرزند سی کا حق  
 اسکی سہیت لڑتے ہیں مقرب اور جلیس  
 مرجع ارباب علم و فن ہوا اس کا باب فیضِ قطعہ  
 گل زمین ہند میں تھے جو درخت باردار ۲  
 گر مناظر ہیں تو ہیں سر و قراہل کلام ۳  
 دروہ اہل یقین یا مجمع اہل سلوک ۴  
 شاعر شیریں نفس یا شاطر سنجیدے ۵  
 بے بدل ہو الغرض جو ہے اس باغین ۶  
 بہرہ درہن فیض سے تیرے ملا دو دوست  
 بار محصولات سے یاں تک ہوئی ہلکی کہ اب  
 خیر تیری ہے حصار عافیت تیرے لیے  
 نعمتیں حق کی یہ ستمیں گی سیٹی زنیار  
 خوانِ نعمت پر ہی تیرے میمانوں کا جوم  
 ہے یقین تجھ پر پڑے صحابِ محشر کی نگاہ  
 دولت و اقبال روز افزون تیری ہو عیان  
 پرورش پاتی تھی چلے سایہ دولت میں قوم  
 کچھ گھرائے رہ گئے ہیں جو کہ آستے ہیں نظر  
 یہ اگر بتے نہ کشیدیاں اس طوفان میں  
 رہ گئی تیری خیر یا ہی سے شرم اہل فضل  
 بل گئے تھے گوہرِ درج شرافت خاک میں

صوت روح افزا و صورت آئینہ خد  
 دولت عثمانیہ کو اس سے پیوند و لا  
 اور ثروت پرین نازان مجرم و اہل خطا  
 یہ وہ دعویٰ ہے کہ خود دربار ہو اس کا گوا  
 اُن کو چُن چُن کر بیان لایا چمن بندِ سخا  
 اور محدث ہیں تو ہیں سرِ شہمہ علم و ہرے  
 نکتہ چینیان محبلی خروہ گیرانِ شفا  
 فیلسوف متدل یا عارف علتِ ربا  
 بلبل جاؤ تو ہوا گل رنگین ادا  
 اے خوشاودہ سرزمینِ صبر ہو تو فرمان روا  
 باز منت سے ترے پشت رعیت ہے و دنا  
 سیر ہو کر تجھ کو دیتے ہیں بہت بھوکے دعا  
 ہر بھلائی کی ملی وہ چند گر تجھ کو حبا  
 نام پھر زندہ ہوا خوانِ خلیلِ السد کا  
 جب کہیں کس نے کیا حق میرا بنی کا ادا  
 جو کہ حامی قوم کے ہیں اُن کا حامی ہے خدا  
 لے گئی اُن کو ہوا کر موجِ سیلابِ فنا  
 ہند میں اب تکیہ گاہ امتِ خیر اور ملے  
 کشتیِ اسلام تھی منجھ بھاریں بے نا خدا  
 در نہ انکی جنس کا گاہک ہیان کوئی نہ تھا  
 خاک سے تو نے اٹھایا اُن کو اور بخشی جلا

ہو رہے تھے دو دمانِ علمِ دولتِ جانِ لب  
کولِ مینِ بودالگا ہے جو پے تہذیبِ م  
ہے یہ وہ احسان جسکے بارنت سے بھی  
تیرے ظلِ تربیتِ مین گرہا یہ نوہ سال  
فرض اگر کیجیے اُسے دیوارِ کاخِ آرزو  
اور اگر کیسے کہ ہے یہ قوم کی کشتِ مراد

## ۵۔ قصیدہ نامِ سامِ مرقومہ ۱۲۹۲ھ

سرشید احمد خان دام بقاؤ ہم کی شانِ مین

پہنان نہین ہو یا رُوس پر کھلا ہوا ہو  
ہے اک لکیرِ باقی جس پر فقیرِ مین ہم  
اس پر بھی اے عزیز ہے جاے خرقہ کو  
قبلہ ہے وہ ہتھارا جو گھر ہے سب پہلا  
دی ہے وہ مصلحِ کل حق نے کتابِ تمکو  
بخشی تھیں حکومتِ حکمت تھیں عطا کی  
اس دورِ آخری مین جب تون بگڑ چلے تم  
سرسبز چاہتا ہو جو قوم کو حبانِ مین  
وقت اپنا کام اپنا جان اپنی مال اپنا  
دارا اس پر قوم کے مین وہ قوم کی سپر ہے

۱۔ یہ قصیدہ اس وقت لکھنا شروع کیا گیا تھا جبکہ مدرسہِ علوم کا بنیادی پتہ لاڈ لٹن اپنے اٹھارے رکھ چکے تھے  
اور سرسبز کامِ تعجب کی نگاہ سے دیکھے جانے لگے تھے۔ مگر بسببِ کمزورتی دینوی کے پورا نہ ہو سکا۔

ہمدرد قوم ایسا ہنسنے سنا نہ دیکھا  
تعلیم کی بھاری بنیاد اُس نے ڈالی  
بعد از قرونِ اولیٰ کس نے کیا بتاؤ  
یہ درو اُس کو جد کی میراث میں ملا ہو  
ملکوں میں جس کا چرچا بہت ہو رہا ہو  
سید نے کام آکر جو قوم میں کیا ہو

### ۶۔ قطعہ مرتبہ ۱۳۰۳ھ

مرثیہ ہمیں برابر رستم جناب خواجہ امداد حسین مرحوم

کل سوگ میں بھائی کے اُسے دیکھ کے چپ  
خاموش کبھی ہنسنے بچھے یوں نہیں دیکھا  
شادی میں تری تہنیتیں ہنوستی ہیں  
ہنستا ہے نہ روتا ہے نہ بذلہ ہے نہ فوج  
دُشیا ہے یہ اک دار فناء جس کا اٹھنا  
ہو جائے اگر انسان یوں نہیں ہر پنج و شوش  
اک آہ بھری سُن کے چالی نے کہ جس سے  
فرمایا کہ موجوں سے بھڑکے نہیں آگاہ  
حالی ہی کو معلوم ہے حالی کی حقیقت  
اُسے ہیں سدا بھائیوں سے بھائی چھڑتے  
پر بھائی ہو جس شخص کا حالی کا سا بھائی  
جس بھائی نے بیٹوں کی طرح بھائی کو پالا  
جس بھائی کے آغوش میں ہمیشہ اُسے سنبھالا  
شفقت سے دیا جسکی بھلا مسر پر کو  
جیتا بھی رہا بھائی اگر اُس بھائی کے پیچھے

حالی سے کہا ہنسنے کہ اے بھرمانی  
کیا ہو گئی وہ تیری طبیعت کی روانی  
ماں میں بھی دیکھی ہو تری مرثیہ خوانی  
کچھ کہ تو سہی ولیم یہ کیا تو نے ہوٹھانی  
سب خاک سے تاج ختم افلاک ہو فانی  
کس طرح دلون کے ہون عیان از نہانی  
دل ہل گئے اور سب اہو ہو گئے پانی  
ساحل پہ ہیں جو راہ سپر قاصدی دانی  
مشکل سے کسے ملے کی غریزون کو دکھانی  
موت ایک آگے ہے ضرور ایک کے آتی  
غم بھائی کا مرنے کی ہوا سے کشانی  
سو گئی ہوئی کھیتی میں دیا باپ کے پانی  
جس بھائی کے سایہ میں کٹی اسکی جوانی  
دی آنے کبھی دل پہ نہ بھائی کے گرائی  
لذت نہیں جینے سے نصیب اسکو اٹھانی

دل مردہ ہو حالی کی طرح جس کا غمزد  
یہ چپ نہ لگائے کسی دشمن کو بھی اللہ  
بولین گے بھی سوار نہ سنیں گے بھی ہانہین  
پر آہ کلی وہ جو ہے مرجھا گئی دل کی  
بانی ریگا داغ سدا بھائی کا دل پر  
کیا ٹھونڈتے ہو اسکی طبیعت میں دانی  
یہ چپ نہیں مرجانیکی ہو دل کے نشانی  
یہ ناؤ ہے ہر طرح ہین پار لنگھانی  
مشکل ہو وہ منہس بول کے آپس کی سنی  
ہر چند کہ فانی تھا وہ اور نہ بھی ہین فانی

### ۷ قطعہ مرتبہ حسنہ ہجری

بجناب نواب سر آسمان جاہ بہادر مدار المہام سرکار عساکر

کہ اگر میرا ہر اک رد نگاہ ہو جائے زبان  
اُس نے ممتاز کیا بھیجے شاہی فرمان  
نہ کیا میں نے کبھی طاقت اور صدر زمان  
اور نہ ایسا کوئی جو ہر جوہریت میں گران  
جسکے جلد میں نہ اس لطف کا ہوتا شایان  
ڈھونڈھ لیتے ہیں کہیں عید بڑی حسان  
خار و گل و دوزن کو کرتا ہو نہال آبدان  
لک میں اُس کا ثنا خوان ہو ہر اک پیر جوان  
آنکھ اسلام کی خود جن کی طرف ہو نگران  
ہے وہ عالم پہ ہو یہ انہیں محتاج بیان  
ہو نہ تعلیم تو ہیں سب کوئی اون کے ہمان  
اور نہ وزن ان کا نرا وزن حکومت کی گران

آسمان جاہ کی خدمت میں حالی کی عرض  
شکر ممکن نہیں اس کا کہ مجھے کچھ بیٹھے  
نہ ہوئی مجھے کوئی خدمت سرکار نظام  
نہ کوئی مجھ میں ہنر ایسا کہ ہو لائق ستار  
حق نہ تھا دولت عالی پہ کوئی حالی کا  
ہاں مکرزات میں ہر فیض رسانی جن کی  
ہین زنی ہنر و بے ہنری کے جس طرح  
آسمان جاہ کا اک میں ہی نہیں شکر گلا  
یاں وہ اُن کھیتوں کو دیکے آیا ہے پانی  
قوم اس وقت ہو تعلیم کی جتنی محتاج  
عزت آسودگی اور ملت و مذہب اُن کا  
پھر نہ قدر اُن کی کچھ آنکھوں میں خلائی کی بلند

در د کا جان لیا اُن کے کہ یہ ہو در مان  
جن میں کچھ نظر آتے ہیں تہی کے نشان  
چشم عالم میں سچائی پہ اپنی بُر مان  
بذل کرتے ہیں بے تربیت اہل زمان  
ملک پر قوم پہ تاویر یہ گاہِ حسان  
جس پہ موقوف ہو بہو دی نسل انسان  
یہی تدبیر ہے جس سے ہے ملک آبادان  
یہی حکمت ہو کہ ہوتے ہیں بک جس گران  
کی ہمیشہ کے لیے ایک وان نہر روان  
اُس نے چاہا کہ ہے پاس گل بانی نہ نشان  
نہر جاری سے ہے ذات الکی سوائفِ حسان  
حامی علم جو خریدار کمال انسان  
شکر احسان کا کرتے رہیں بعد از حسان  
اور ہر ملک کن لجا واداسے جہان  
ایک کی ایک زاد میں ہے پستیبان

آسمان جاہ پر برکت ہو خدا کی جس نے  
مدرسے قوم کے اس ملک میں جو زمین ممتاز  
اُن کی امداد سے نوابی کی ہے قائم  
کرتے ہیں زندہ جاوید بنی نوع کو۔ جو  
ہے مدارس کی اعانت وہ نکوئی اجسکا  
یہی بخشش ہو یہی جو در اس الحسان  
یہی امداد ہو جس سے ہو زمین سرسبز  
یہی قوت ہو کہ ہوتے ہیں قوی جس ضعیف  
دی لگا ایک نے پانی کی سزاہ سبیل  
اسکی خواہش تھی کہ ہوتے رہیں پیاسے سیراب  
برکتیں علم کی جو ملک میں پھیلانے ہیں  
بخت اس ملک کے جس ملک میں ایسا ہو زیر  
اب خدا سے یہ دعا ہو کہ جہانیں جہتیک  
آسمان جاہ سے ہو تقویت ملک کن  
دولت قیصری و دولت آصفیابھی

### ۸ قصیدہ مرتبہ شہ جری

تہیت سیاقِ قطر۔ یہ جنابِ نواب سر آسمان جاہ بہادر مدارِ ملہام سرکار عالی

خوشی کا عید کی حق ہر کوئی بحسبِ لایا  
کہ اپنے صبر کا انعام ہم نے بھر پایا

مہِ صیام گیا اور روزِ عید آیا  
کیا خدا کا ادا شکر روزہ دلون نے

کہ تیس روز کے پیاسوں کا روزه کھلوا یا  
 کہ جیسے طفل ہو مکتب سے چھوٹ کر آیا  
 کہ گنج اُٹھون نے ہے گویا خرابہ بین پایا  
 کہ دن خدا نے نائیش کا اُن کو دکھلایا  
 خدا نے سیکڑوں روٹھون کو آج منوایا  
 خوشی نے دی ہو زمانہ کی کچھ لپٹ کا یا  
 ہے ایک خان سے شمع نے سب کو چھلایا  
 سمان نشاط کا ہو شہر وشت پر چھایا  
 جو غم سے شہر میں آج ایک ل ہو کھلایا  
 جو دشت میں کوئی پودا ہے آج مچھایا  
 تو کچھو غم کا عوض غمزدوں نے بھر پایا  
 اس انسا طہ غافل ہو جو کہ اتر آیا  
 اُٹھون نے آب کا دھوکا سرب پر کھلایا  
 جنھون نے خلق میں ذکر جمیل بھیل لایا  
 جنھون نے علم کا بجھتا چراغ اُکسایا  
 جنھون نے قوم کے افسردہ دل کو گرمایا  
 جنھون نے لطف سے حشی دل کو پرچایا  
 کھلایا بھوکوں کو بے پوش شتون کو پہنایا  
 مینہ اپنی داد و دیش کا اُٹھون نے برسایا  
 قضاے دہر کو خلق حسن سے مہکایا  
 لیا سنبھال اُسے جس نے ہاتھ پکڑ لایا

رہن منت ساقی ہن بادہ خوار مت سام  
 گئے ہن ایسے مساجد سے متکلف جیش خوش  
 شگفتہ آئے ہن اس طرح عیگدہ سے لوگ  
 حسین چالو میں پھولے نہیں ساتے آج  
 غمزدوں دست گلے ملتے پھرتے ہن باہم  
 حکیم ہن متفکر نہ راہ اسیر دہ  
 غنی ہن شال میں ست اور گلم ہن کھال میں ست  
 اُدھر ہے فصل بہار اور ادھر ہے عید فطر  
 کھلے ہن اُسے عوض دشت میں کھڑوں پھول  
 ہزاروں سرد خزان ہن شہر میں ہر سو  
 اگر خوشی کا زمانہ کی ہے یہی عالم  
 مگر یہ عاریتی انسا طہ ہے سب بیچ  
 فریفتہ ہوے جو ایسی ایسی خوشیوں پر  
 خوشی ہے جس سے عبارت ہو خوشی انکی  
 جنھون نے دین کے گرتے ستون کو کھٹا  
 جنھون نے نکات امراض کو کیا شخص  
 جنھون نے خلق سے اپنا بنایا غمزدوں کو  
 خیر رضیوں کی لی جاہلون کو دی تسلیم  
 ہوا زمین پر جس سال آسمان ٹنک  
 ہواے دہر اگر ہو گئی کبھی فاسد  
 سدا غمزدوں کی امداد پر ہن جوتیار

ہمیشہ ہنگنے والوں کو بے دریغ دیا  
 نہ سمجھا آپ کو اک یاسان سے بڑھ کر  
 نہ پائی کھانے میں لذت نہ چہین سے بوئے  
 دغا میں شیر مگر وقت رحم مورخیت  
 وہ سمجھے یہ کہ کوئی قافلہ ہوا تاراج  
 وہ چونک اٹھے کہ گویا قیامت آہو بجی  
 نشاط و عشرت جاوید کی یہاں کو تو یہ  
 سنا تھا کان سے جو ذکر خیر عہد سلفت  
 بشیر دولت و دین صدر عظمیٰ امرا  
 جو ظل حق ہو رعیت کے سر شاہ دکن  
 ہمیشہ جسکو ہے بہبود ملک یہ نظم  
 اٹھایا فتنہ نے جب سرفرو کیا اُس کو  
 بنائے نظم و نسق جس نے رکھی شور مچی  
 دکن کو جس نے کیا مچ خواص و عوام  
 نہ کوئی ملک میں سرکش رہا نہ فرمان  
 بل انتظام کے رشتہ میں پڑے تھے بہت  
 لگا گئے تھے وزیران رشتہ جو پودا  
 ترقی اب یہ تمدن میں کی ہو بلکہ وہ نے  
 زمان حال سے ماضی کو دیجیے کیا نسبت  
 خدا دراز کرے عمر عظمیٰ الامرا  
 زمین پہ سایہ فگن جب تک آسمان ہے

نہ مانگ سکتے تھے جو ان کے گھر پہ ہو گیا  
 انھوں نے لطف حکومت اسی میں کچھ پایا  
 ستم رسیدہ کا جب تک کہ حق نہ دلویا  
 کسی کی آہ سنی اور دل اُن کا بھرا یا  
 جو شاہ راہ میں پتا کسی نے کھڑا کیا  
 جو در پہ آ کے کوئی داد خواہ چلا یا  
 دل ایسا جن کو عنایت خدا نے فرمایا  
 سو آنکھ سے وہ وزیر دکن نے دکھلایا  
 نہیں ہے بس کا کوئی قرب شہ میں ہمایا  
 تو عظمیٰ الامرا ظل حق کا ہے سایا  
 رفاہ و امن ممالک میں جس نے پھیلایا  
 پُر اعلیٰ میں جہان عقہہ اسکو بٹھلایا  
 مشیر کار خرد پروردگار کو ٹھہرایا  
 دکن کا جس نے کڑھایا جہان میں بھوایا  
 جفا و ظلم کو توڑا غرور کو ڈھلایا  
 سو مٹکے کی طرح ایک ایک بکھلوا یا  
 وہ صاحبی میں وزیر زمان کی پھل لایا  
 کہ اپنی حالت پیشین سے خود ہے شرایا  
 اندھیری جھپائی ہوئی تھی کہ دن نکل آیا  
 دکن کو جسکی حکومت نے دن یہ دکھلایا  
 رہے دکن پہ حضور نظام کا سایا



تھی کوئی چیز نہ حالی کے پاس لائق نذر  
سویہ چکا سر نہ چیز پیش لایا  
یہی بس اس کے لیے ہو گا مایہ نازش  
جو اعظم الامرائے قبول فرمایا

### در قطعہ مرتبہ ۱۰۸

تہنیت ولادت فرزند ارجمند شہستان اقبال جناب نواب سر آسمان جاہ بہادر ملہام سرکار عالی

فیض رب فیہ لمن سے فرد ملے اہل کن  
دی بشیر دولت دین کو وہ خیر اللہ نے  
جسکو پیری کا عصا سمجھا خلیل اللہ نے  
جسکے پلنے سے ہوا داؤد ممنون قضا  
جسکے بدلہ میں علی الرغم شہادت پیشگان  
جو بضاعت ہو گدگی اور دولت شاہ کی  
جس سے مستثنیٰ ولی ہیں اور نہ عارت بنیا  
صدر اعظم کو دیا صد شکر خالق نے خلقت  
یہ سپر یارب بحق عترت خیر الورے  
صدر اعظم کی طرح دربار آصفیہ میں  
دولت و ثروت کو اسکی ذات کے لگ جگہ نشان  
سیرت و عادت میں اسکی نکلے آن اجداد کی  
لک آصف جاہ میں سر آسمان جاہ اور

۱۰ اس میں یہ اشارہ ہے کہ نواب سر آسمان جاہ بہادر حضرت عسکر فاروق رضی اللہ عنہ کی

## ۱۰۔ قصیدہ مرتبہ ۱۳۰۹ھ

ہم نہ بھولیں گے کبھی وہ تیری صبحِ ناز  
 پھر کیا آنکھوں کے آگے اپنی اک عالمِ نیا  
 اسکے کچھ آثار دیکھے تھے یاں شکرِ خدا  
 آگے بلبرہ کے سوانہ میں لگا اُس کا پتلا  
 جھولیاں اُسے گلے میں دربرِ ریشہ صدا  
 دولتِ عالی کو جن کی ذات پر ہے (سکا  
 سلطنت کے جوہرِ اعجاز اور زار کے قوسے  
 وہ لرستانِ خجل ہوشِ کعبتِ تی فضا  
 دی وہ عزت، شکرِ جگہ ہو نہیں سکتا ادا  
 آگے یاں سمجھے کہ ہے مہمانِ نوازی چترِ کیا  
 اُس نے کلفت کو سفر کے دل سے بالکل مٹا  
 جو کہ جاہو نچا دکن میں، بس میں کا ہوا  
 جو دکن میں آگے دینے جو وطنِ دل ہو چلا  
 نام پر دیتا ہے جس کے جان ہر چھوٹا بڑا  
 اسن و آزادی کی رہنے کمانی ہو برسوں پہا

اے صفر کی دوسری۔ روزِ دوشنبہ مرجیا  
 ہنسنے رکھا آگے جب بلبرہ کی سرحد میں قدم  
 غرتِ قومی رستہ سنی تھیں سدا آنکھیں جسے  
 کھنچ میں جس فخر کے پھرتے تھے اک سچے علم  
 جیساک کو تھکے تھے گھر سے کچھ بیکاری قوم  
 پہنچے لپٹے ان کو وہ اعیانِ دارِ لہک سے  
 قوم لو ہے جن یہ فخر اور ملک کو ہو جن ناز  
 صدرِ اعظم نے ہمیں بخشا اقامت کے لیے  
 ہم غریبوں کو سمجھا کر اک سفارتِ قوم کی  
 پیشتر مہمانِ نوازی کا فقط سنتے تھے نام  
 کی ہو نوابِ اقتدارِ لہک کے جو رحمت  
 یہ بقولہ ہند میں مدت سے ہو ضربِ المثل  
 ہے دکن کی وہ بھی شاید مسافرِ سردی  
 وارثِ ملک کن ہو آج وہ محبوبِ خلق  
 ہم کہیں و کھڑا کے مہدافت میں ہے

اے یہ قصیدہ، ماہِ تبرہ ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۳۰۹ھ میں بمقامِ حیدر آباد دکن پڑا اگر سرسید صاحبان ہوا اور مع اکثر  
 رفقا کے مبین سے ایک اقم بھی تھا بطورِ ڈیپوشن کے مٹرن کالج علی گڑھ کی طرف سے حضور کا نظام میں حاضر ہوئے تھے  
 ایک جلسے عام میں پڑھا گیا تھا جس کے صدرِ انجمن جناب نواب قادر الامام بہادر تھے ۱۳۰۹ھ

کس طرح ہوتے ہیں مقبول جہاں قربان  
کس طرح ہوتے ہیں دلیں خلق کے محرم وفا  
تو یہ سمجھو حق حکومت کا کیا اس نے ادا  
گلہ اپنے گلہ بان پر جان دل سے ہر خدا  
ان کی خوشحالی پہ ان کی تازہ دردی ہو گوا  
خلق کو سرسبز دیکھا آگے یا ان سے سوا  
آگے دارالہلک میں دیکھے محل گردون فنا  
بیوٹے نعیم و نعیم سے ٹھہر کر بیوٹا  
جیسا بے پروا نظر آتا ہو بان ایک اک گدا  
بے قصہ تکلف بے قصع بے ریا  
ایک کی تقریب میں ہمد میں سب سے ہم نوا  
ایک پر ترجیح کچھ رکھتا نہیں بان دوسرا  
ہے دکن کو ہر کوئی اپنی ولایت جانتا  
رہ گذر کی سیر نے منزل سے غافل کر دیا  
کہہ نہیں سکتے کہ بیداری کتنی وہ بلا خواب تھا  
واقعہ مورا در سلیمان کا ہمیں یاد آ گیا  
اُسے گر جان اپنی ہم قربان کرین تو ہر بجا  
شکر سے اُسکے نہیں ہو سکتے ہم عہد برا  
دولت عالی مدد کرتی رہی اس کی سدا

جانتے ہیں ہم کہ بستی ہے رعیت کس طرح  
کرتے ہیں کس نثر اور انشون سے تخیز قلوب  
کر لیا محکوم کے دلیں اگر حاکم نے ٹھہر  
ہے یہی شاہ دکن کی گلہ بانی کی دلیل  
ہو چھنے چھنے کی اہل ملک حاجت نہیں  
دیکھتے آئے تھے جیسے راہ میں ہم سبزہ زار  
راہ میں دیکھے تھے ہم نے کوہ اگر گردن شکوہ  
عالموں کی سخت گیری میں ہیں سب آبدان  
اغذیا میں ہم وہ استغنا نہیں اپنے کہیں  
جتنی یاقوتی ہیں میں سب بکھتی ہیں ہمیں جل  
ایکے تھواریں بے غدر ہیں سارے شریک  
دولت عالی نے حق سب کو برابر میں دیے  
پارسی رند و مسلمان یا سیمیں کوئی ہو  
ہم کو بان کہنا تھا کچھ اور کہہ کر بھولے سچ کچھ  
قصہ کوہ - بار جب ہم کو ملا دربار میں  
دیکھ کر اپنی رسائی تخت اصفیاء تک  
حضرت والا نے جس شفقت سے کین نہیں قبول  
جس توجہ سے سنی روداد تو می در سنگاہ  
جبے کالج کی علی گڑھ میں بنا ڈالی گئی

سلسلہ پاشاہ ہر اُس عمل کی طرت جو کہ لواب وقار الامرا ہمارے ہمہ حیدر آباد کے باہر حاجب جنرل بہادر پرنسپل  
حضرت کر کے اپنے رہنے کے لیے بنوایا ہو اور اُس کا نام فلک ٹاٹ لکھا ہو ۱۲

جو لکھا یا تھا درخت اُس کی ہمیشہ لی خبر  
 اب کہ وقت آکر ٹپا تھا باقی کالجِ پخت  
 شکلیں جسطح کی تھیں قوم کی اولِ بخل  
 خود علی گڑھ کالج اور اُس کے دروہو ارب  
 ہند میں باقی ہین نسلیں جب تک اسلام کی  
 کی ہے سرسید نے جو کوشش فلاحِ مین  
 پر یہ سرسید سے بڑا پار ہونا تھا محال  
 تھا پڑا سید کا سچ پوچھو تو خشکی ہین جبار  
 ہے روایت یہ کہ ہجرت کر کے ختمِ المین  
 جسطح ہوتی ہو بانیِ سانپ کی جاکے پناہ  
 ہے بلاشبہ دارِ لہک آصفیاء بھی  
 ذی لیاقت جتنے تھے ہندستان میں نجات  
 ترینین اور خانقاہین مددِ سوادہ مسجدین  
 حج بیتِ امد سے جو ہر مسلمان پہاؤ فرض  
 اول آنا چاہیے یا ان استطاعت کے لیے  
 خرچ سے ہاتھ اک مسلمان کا ہو اگر اترینک  
 خواب آتے ہین دکن کے اُس کو سوتے مین نظر  
 ہند میں کرتے ہین کوشش جو فنا خلق ہین  
 چلتے چلتے انکی گاڑی بھی انا جاتی ہو جب  
 ہے دکن کی اور مسلمانوں کی یار و مثال

دسبم باقی دیا یاں تک کہ بار آور ہوا  
 دولتِ عالی نے شرطِ دستگیری کی ادا  
 کی اسی دریا دلی سے اُنکی پھر حاجت روا  
 راگ گائین گے سارا احسان آصفیاء کا  
 جیتے جی ہو گئی نہ اُس کے طوقِ نیک زما  
 اُس کو ہے لے اہل مجلس اک زمانہ جانتا  
 دولتِ عالی اگر بنتی نہ اُس کی نا خدا  
 دولتِ عالی نے اُس خشکی مین لگنا دہی ہوا  
 پونے ٹیر بین تو یہ ارشادِ یار دین سے کیا  
 ہو گا لمجا اب مدینہ بھی یونینِ اسلام کا  
 ہند میں اب مرکزِ اسلام ہے رو دُریا  
 دولتِ عالی نے چُن چُن کر لیا سبے بلا  
 سب کی ہوتی ہو ٹاس طرسو بے چوں دچرا  
 ہے دکن آنا قدم شک نہیں اسین  
 کیونکہ ہے بے استطاعت حج کو جانا نا  
 ہو دکن کی سمت وہ گردن اٹھا کر دکھتا  
 قوم کا بچہ ٹل سے جب ذرا آگے بڑھا  
 اور مدد کو جن کی ان حاضر ہو ہر چھوٹا بڑا  
 کھینچے کو اُس کے جاتا ہے ہین سے لپٹا  
 اک نمند ہو کہ ہر سو چین ہے طوفانِ بیا

لے جگہ کی یا بچہ کارِ ایلوٹ نہیں کچھ سکتا تو یوں کی چوڑی کے آگے تیر لیل لگا دیو ہین مسکو پٹیا لکھتے ہین ۱۱

لعلکہ امواج نے پرے لیے اُسکے اڑا  
 بچ رہے ہیں جو وہ ہر سوار نے دین سے پنا  
 اس محیط بے کران میں ایک برق کے سوا  
 ہے مسلمانوں کو اب بے دیکے جس کا آسرا  
 یارب اس زورق کو تو موجِ حوادث سے بچا  
 بالِ بال اپنا ہے جسکے شک میں جکڑا ہوا  
 انجمن کے منفرد ہو نیکی دی جس نے رضا  
 جسکے قدموں میں یہ زیبا ہو کر دین بھینچا  
 قوم کو دی عزت اور انکی امیدیں دین ٹھا  
 ورنہ ہو حالی دکن کی دلفریب آئے ہو  
 قافلہ سے ٹھٹھ نچائے قافلہ سالار کا

تھا جبار کا سین بھرا دلِ فضلِ احیاء سے  
 دوسرے والے تھے جو وہ ڈوب کر اچھلے نہ پھر  
 کوئی کشتی بیاہا آتا نہیں اُن کو نظر  
 ہے وہ زورق فی اشل سرکارِ آصفیاء کی  
 ہے دعا جنوقت تک بانیِ عہد میں ہے  
 ختم کر حالی ساسِ عظمیٰ ہم پر سخن  
 تقویت جسکی ہر شکل ہماری حل ہوئی  
 پھر ادا کر جان و دل سے شکرِ صد انجمن  
 جس نے قومی انجمن میں بن کے صد انجمن  
 لیے اذنِ صدرِ محسن کیجے پھر قصدِ وطن  
 باندھ لیجئے جلابِ رختِ نفوسِ ہر کہ ساتھ

## ۱۱۔ قطعہ مرتبہ ۱۳۰۹ ہجری

بمقام حیدر آباد دکن

یاں جلا کر دی ہر جو عزت ہیں سرکار نے ادل اُنکی شکر کرتے ہیں اہلِ اہل و عیال

۱۳۰۹ ہجری میں جو راقم اور مولانا محمد شبلی نے اور دیگر بزرگ حضرات نے قلم اُتار لیا۔ سر سید محمد خان بہادر کے  
 ہمراہ علیگندہ محمدان کالج کی طرف سے بطور ڈیپوٹیشن کے حیدر آباد دکن میں بمقتور سرکارِ عالی نظام حاضر ہوئے تھے  
 اس موقع پر ایک عام جلسہ عہدِ امتدادِ قوافلِ قارلارِ بہادرِ شیراز میں منعقد ہوا تھا۔ جس میں راقم نے اور مولانا محمد شبلی  
 اور بعض اور صاحبوں نے کچھ تقریریں سرکارِ عالی کے شکر میں پیش کیں۔ جلسہ کے بعد جناب صدرِ انجمن نے مجھ کو  
 اور مولانا محمد شبلی کو خاص طور پر ہمارے تقریر کے لیے دولتِ خانہ پر طلب فرمایا تھا۔ اُن  
 اپنی نظم پڑھنے سے پہلے یہ قطعہ جو اس وقت موزون کیا گیا تھا، راقم نے پڑھا تھا ۱۲

خدمتِ الامین ہیں اک عرض کرنی چاہتے  
شاعری جسکو سمجھتے ہیں کمال بنائے دھر  
شکر کرنا تھا ہمیں سب کا رعلی کا ضرور  
گرچہ کی ہر کوشش ان نظموں کے کفن میں بہت  
رہ گیا ہے اس کوشش میں باقی اک قصور  
اور تو کچھ خوبیاں شاید ملین ان میں مگر

عرض کرنے کی اجازت ہوا اگر اپنے تئیں  
جو لیاقت اس میں ہر وہ کار وہ ہم میں نہیں  
چند نظموں انجمن میں اس لیے تھے پڑھیں  
اور جگہ نگشت رکھنے کی نہیں چھوڑی کہیں  
دگدگ فرمائیں گے سرکار اس ہے یقین  
جھوٹ۔ جو شمار کا زیور ہر وہ انہیں نہیں

### ۱۳۔ قطعہ مرتبہ ۱۳۰۹ بمقام حیدر آباد

در شکر اصفانہ و لطفہ پیش گاہ جناب نواب سر آسمان جاہ ہباد

اے بشیر دولت و دین ناب شاہ دکن  
مجھ پسنہ رایا ہر جو لطف کرم سرکار نے  
جو کہ ہوتے ہیں جہان میں ہر وہ قصور سے  
کوئی دنیا میں نہیں ہوتی بغیر اسکے قوت  
پر بلا مقصود جب حالی کو اس سے بلا  
قدر دانی گزرا نہ میں پو نہیں ہو جائے عام  
یار باس سرکار کو ہر جس سے عالم فیضیا

اے معات دکن کا ذات پتیری مدار  
شکر اس کا کر نہیں سکتا ادا میں زینہ دار  
پہلے ہولیتے ہیں صد مشکلوں وہ دچا  
ہے اسی پر کامیابی کا زبانی کی مدار  
بے تردد بے تزلزل بے طلب انتظار  
پالین بے مانگے مراد میں اپنی سب ایثار  
جب تک دنیا ہے دنیا میں رکھو برقرار

### ۱۴۔ ترکیب بند مرتبہ ۱۸۹۱ء بمطابق ۱۳۰۹ھ

جو محض ان پو کیشیل کا نفرس کے چھٹے اجلاس میں بمقام علی گڑھ پڑھا گیا  
شکر اس نعمت کا یارب کرے کیونکر زبان - تو نے رکھا ہم کو یان فقر و غنا کے درمیان  
اس نظم میں متوسط درجہ کے لوگوں کی حالت کو فقر اور اغنیاء دونوں کی (بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰ پر)

جب ہوے بھروسے کو بخشی تونہ ان خان خورش  
 جب ہوے پیاسے تو بخشتا آبِ شیریں لہرِ خشک  
 اٹھا لکنا چاہا بدن جب تو دیا تونے لباس  
 کھانے پینے کو یکے برتن میں تونے عطا  
 سونے اور آرام کرنے کو دیا بسترِ چین  
 رہنے سنے کو دیے گھر تو نے ہم کو ہر جگہ  
 آنے جانے کو دیے دوپا تو یان تونے ہمیں  
 راہ اور بے راہ کیسان جن کو ہنگامِ خرام  
 کی سواری بھی عطا اکثر جو پیش آیا سفر  
 سیم و زر و وقت ضرورت ہم کو تو دیتا رہا  
 آبرو تو نے ہمیں دنیا میں ہی اور اتنا باز  
 نعمتیں اکثر ہمیں بعد از مشقت تونے دین  
 راحتیں اکثر بیشتر آئین تکلیفوں کے بعد  
 پر نہ اتنی سعادۂ احسا پہ جو گدے گران  
 پر نہ ایسا ہوسراچی جسکی یاروں سے نہان  
 پر نہ ایسا جسکو حسرتِ نکین خرد و کلان  
 پر نہ ایسے ٹوٹنے سے جکے ہو خور زبانی  
 پر نہ ایسا جس سے اٹھتا ہو طبیعت پر گران  
 پر نہ ایسے ہو تعلق جن سے مثلِ حرمِ جان  
 جن سے ڈرے بھاگنے کا اور گزرنیکا گمان  
 کواہ سدا راہ جن کا اور خندق اور کو ان  
 پر نہ ایسے تختِ فرعون کا ہو چہر گمان  
 پر نہ اتنا ہو نگہبانی میں جسکی ہم جان  
 پر نہ ایسی جس سے ہوں فسودِ بیکے زمان  
 تاکہ تیری نعمتوں کی قدر ہو ہم پر عیان  
 تاکہ کھو بیٹھیں نہ ہم ان اخوان کو رایگان  
 وقت پر کرتار ہا بارانِ رحمت کے نہال  
 قحط اور طوفانِ دلوں سے بچا یا بالِ ال

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۹، حالت بہتر نہا گیا ہے متوسطین سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اپنی ذاتی کوشش اور سلفِ ہلپ سے دولتِ عزت نیکنامی یا علم و فضل میں اپنی پہلی حالت سے ترقی کر کے اپنے ہمسایوں میں امتیاز حاصل کیا ہو۔ ادنیٰ درجے سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنی پست حالت سے آگے بڑھنا نہیں چاہتے یا چاہتے ہیں مگر نہیں بڑھ سکتے۔ اعلیٰ درجے سے وہ لوگ مراد ہیں جو دولت و عزت کے لحاظ سے ایک ممتاز حالت میں پیدا ہوئے مگر اس حالت سے ترقی کر کے کی ضرورت نہیں دیکھتے اور نیز اس حالت پر قائم رہنے کی فکر اور اس سے حذر کرنے کا کچھ انداز نہیں کرتے ۱۲ حالی۔

الحمد اُس فقر و ناداری سے سو بار اٹھ کر  
چاپلوسی جا کے کرتے ہیں سفہوں کی فقیہ  
دزن میں علم و فضیلت جتنے ہر ہم سنگ کو  
فقر و حاجت میں نہوا انسان کو جب غریب  
بھیک منگوائے جو اکھلاوے یہ چوری کئے  
ہو سکے محتاج سے طاعت نہ یاد اس کی  
گر زبان آلودہ اُسکی شکوہ تھدیر سے  
گر نیلون کی نذر پر بھی آجائے وہ  
اگلے زہر آتا کہ ہو جائے مذاق نیم تلخ  
کہ دیئے عام کی مانگے دعا اللہ سے  
اور کبھی چاہے کہ ہو دنیا میں کوئی انقلاب  
بے خلاوت اسکی دنیا اور مذہب کا دین  
رات اُس کی حسرت آگین اور دن اندوہین  
گو کہ بدتر فقر سے یارب نہ تھی کوئی بلا

لوٹری جاتے ہیں بن جسکی بدلت شیر نر  
ناکسوں کے ناز و بیجا ستے ہیں اہل ہنر  
وہ ملک تزدانہ خرد دل سے آتے ہیں نظر  
پھر نہیں کوئی بُرائی فقر و حاجت سے  
بت گنوائے ابر و دکھوائے پھر اے در بدر  
لے سکے محتاج جو رو کی نہ چون کی خبر  
اور کبھی بوچھاڑ اس کی آسان پر پر  
ہو نہ سب و شتم سے سیری اُسے دود و پر  
کھول دے غنیمت کا دفتر اہل دولت کی اگر  
تا کہ دولت مند بھی کچھ دن رہیں آسیدہ گر  
تا کہ ہو جائیں بلند اور سب نیر و زبر  
خوفناک اُس کا ارادہ نیست اُس کی پر خطر  
شام اُسکی پر نحوست اور شوم اُس کی سحر  
تھا مگر ثروت میں اُسے بھی آبادہ شور و شر

فقر سے تو نے بچا یا یہ بھی کم نعمت نہیں

پڑوی ثروت تو اس کے شکر کی طاقت نہیں

اس بے مرد آزادی تھی بہت کل بنگال  
ڈھیر ہے بارود کا تو بچے بنگال  
جس طرح جذباتِ نفسانی کو بھڑکاتا ہوا  
نفس انسان میں اگر بالفرض ہو کوئی کمال  
اور ہوئے سلب آدمی سے آؤ تیکے خصال

نفسِ دہشت تھا پھر ہوش میں آنما محال  
نفسِ آبرہ اور اُس پر چھڑا مال و جاہ کی  
باد صحر آگ کو اس طرح بھڑکاتی نہیں  
بضم کرنا اور بچا نامال دولت کا ہو پس  
ورنہ مال و جاہ و کمالت کا جہان آباد



کرنے اسکے لیے سب مال و دولت کے حال  
 آکے خیرات نے دیے واسطے اسکے حال  
 مغربین جہل و دیوانہ کے گوناگون خیال  
 چہونہوں میں ایک گویا نکالے دیوان  
 خواہش میں اس طرح جکڑا ہوا ہوا بال  
 ہو گئی فرزند و زن پر زندگی اسکی وبال  
 پھر نہیں گنجینہ قارون کچھ آگے اسکے مال  
 ہر سمندر سے بھی اُس کی پیاس کھینا حال  
 جس قدر ثروت میں ہر شہر واپس اُتدال  
 گلشنِ دولت کے ہون کو دیکھتے بھی اگر

دیکھ لے رہا ہوا نفسِ دینِ حذرانِ ہر حذر

فقر کی دولت سے اور ثروت کے فتنہ سے ہری  
 یہ جو ہر پرزخ میان کمند و دستِ مہی  
 مانستے ہیں ہم حذر و فرخ سے اور جنت سے بھی  
 منزلِ اغوات سو بار ایسی جنت سے بھلی  
 ہیں اچھ کھا اور چڑھائی ہے اُدھر البر کی  
 ہیں حسد و کبر کے امراض مہلک سے بری  
 دیکھ کر ادنیٰ کو کر لیتے ہیں اپنی دلِ مہی  
 لے کے چھوٹوں سے بہک جاتا ہو گرفتار بھی  
 اغنیاء میں ہیں فقیر اور دینِ فقیران میں غنی  
 کیونکہ حالت گاہ گاہ اُن پر بھی گزری ہو

عقل ٹھہراتی ہے جو افعالِ انسان پر علم  
 فقر میں تھا نفسِ فانی امانہ حسنِ واد سے  
 خواہش میں بولِ نفس میں ابیدہ ٹھہرتے لکین  
 آپ کو گنتے لگا بالا ترازا بناے جنس  
 مسرف بے زر ہو جیسے قرض خواہوں میں کھرا  
 جھک پڑی طبعِ دنی کے غلِ خیرت کی طرقت  
 اور اگر بھوت اسکے سر پر چڑھ گیا اسرار کا  
 آگیا غالبِ طبیعت پر گرفتِ شفاء و حرص  
 باؤ پر تلوار کی چلنا نہیں شاق اس قدر  
 گلشنِ دولت کے ہون کو دیکھتے بھی اگر

ہے عجب دنیا میں نعمت درمیانی زندگی  
 چین ہو دنیا میں گر کچھ تو اسی حالت میں ہے  
 فقر و ثروت فی اشل ہون و فرخ اور جنت اگر  
 دخلِ شیطان کا جو چین ایسی جنت کو سلام  
 اس کٹھن منزل میں ہے بٹیا ہی اک بخیل  
 رکھتے ہیں فقر و غنا میں جو کہ حالت میں ہیں  
 اپنے سے اعلیٰ کی حالت پر اگر آتا ہو شک  
 سُن کے ہو جاتے ہیں سیدھے ہر دین کا فر دناز  
 لذتِ فقر و غنا دونوں سے ہیں نہ آشنا  
 جو گزرتی ہے گدا پر اُس سے ہیں وہ باختر

استحان دولت کی بھی ہین کچھ نہ کچھ جھیلے ہوئے  
کیونکہ ہر گھونٹ میں اس کے ہستی وہی  
اس بے جب گیتے ہین عسرت ابنا ہو جس  
جوش ہمدردی سے کل اسکا ہوجاتا ہو جی  
اور نہیں کرتے زبان طعن پیدا ہوئی دا  
جبکہ سنتے ہین کسی ستم کی از خود ہر تنگی  
مست کی بے انتیاری تشنگی غمور کی  
دار و امانت اکسا پاک کی ہر سرب لپٹ کر

جنت اور رنج ہر سب اعرافین پر جاوہ گر

گندم اور زقوم دونوں انکے ہین پیش نظر

دل توانا اور قوی یارو کی ہستیاں ہو ہو  
منشکین اکثر انہیں قوم کی ہوتی ہین جل  
ہو انھیں کے دم سے جو ہے گرمی سنگامہ کج  
ساری قوی مجلسوں کی زیر ہستیاں ہے ہو  
ہے جہان دولت بھی ہین نظم دولت کے قیل  
ہمک کی دولت ہین ہر جوش و کوشش کے ہو  
ہاتھ ہین انکے ہین ہتھے عقل و دانش کے ہر کام  
عقل و دانش ہین ہر جن ملکوں کی شہرت کے ہو  
ہین گداؤں کے وسیلے اور شاہوں کے شیر  
ہویت سیکھتے ہین ان سے سب چھوٹے بڑے  
یہ ہون تو علم کی پوچھے نہ کوئی بات یاں  
پاؤ گے انہیں طیب ہانہیں ادب ہانہیں خطیب  
پاؤ گے ان میں ہندس پاؤ گے ان میں حکیم  
کرتے ہین اخلاق انہیں اور اعلیٰ ان سے اخذ  
ان میں قوموں کے ہر مسلح ان میں ملکوں کے قیل  
چھوٹے ہین رشتہ دوست بھی ہندس دین

دوم سے ہر داستان کے قوم کا سارا نظام

یہ اگر گڑھے تو چھو قوم کا بگڑا توام

ہر دو قوموں کی اور ملکوں کی عزت اس سے ہو  
ہر جہان قوموں میں یک رنگی و وحدت اس سے ہو

گر نہ ہو ہر حال میں ان کی مصلح پر نظر  
کھیلتی ہر جسطح بتیس انتوں میں زبان  
گھاٹیاں فقر و غنا کی ان کے ہین و لون طن  
ایک جانب بستی فطرت ہو اور دُون مہمتی  
جھٹکٹے گر اسطرح تو منت کھڑے ٹھہرے انھیں  
ڈھل گئے گر اسطرح تو اس بلا میں بھینس گئے  
برکتیں اسد کی اس قوم پر جس قوم میں  
ہیں معطل اغنیا اور بے نوا کو تاہ دست  
جو قوی ان کو ہے ہین کام میں لائیں انھیں  
فرض ہین جو انکے ذمہ خالق اور مخلوق کے  
قوم ہو کر ناتوان تو تقویت بخشیں اسے  
گو نجات انسان کو کردہات دنیا سے نہیں  
کام دنیا میں سناوے ہین جنوں کے قوم کے  
سائے بھگتاتے تھے بایں ہاتھ سود دنیا کے کام

ہین مفاسد گرد و پیش ان کے فراہم سرسیر  
ہے انھیں بھی شریو ان بچ بچ کے ہنا عمر بھر  
اور رستہ بیچ میں ہے بال سے بار یک تر  
ایک جانب مستی و غفلت ہو اور کبر و تکبر  
وہ جو اڑنے کے لیے حق نے دیے تھے بال میں  
جسمیں بھنپ جاتی ہو کھی بٹھک میٹھا جان کر  
رہ سپر یہ طبعت والا ہو سیدھی راہ پر  
سب کی پڑتی ہو انھیں کے دست ہما نہ دیر نظر  
تا کہ زندوں کی طرح ہو زندگی ان کی بسر  
ان میں سرگردان رہیں پوانہ دار آکھوں پہر  
کیونکہ اس کے ضعف سے ہو ان کی قوت کو ضرر  
جن سے بچا گوشت سے ناخن چھٹا ناہو مگر  
تھے کمون سے وہ کردہات میں آلودہ تر  
اور دلائن سے ہمیں قوم کی کرتے تھے سر

جسطح اس انجن کے رکن آئے ہین تمام

قوم کی خاطر ہزاروں چھوڑ کر دنیا کے کام

جس سے جان آتی ہو مرد و عین و طاقت ہے یہی  
مالی کو کرتی ہو جو پرست وہ توت ہے یہی  
قوم جس دولت کی بھوک ہے وہ دولت ہے یہی  
دانہ کو کرتی ہو جو خرمن وہ برکت ہے یہی  
راحتیں جسکی طفیلی ہین وہ رحمت ہے یہی

قوم کو ہو اس جسکی وہ جماعت ہے یہی  
اتفاق قوم ہو اقبال و دولت کی دلیل  
مال و دولت نامبارک ہے ہو اگر اتفاق  
یا نیکل ایک لک ہو شہر اور ملک قائم مقام  
رایگان جائیگا یا ر دن کا نہ یہ بچ سفر

فرد فرد آتے ہیں جو جاتے ہیں یا کسے جمع  
 تم ہمارے کام آؤ ہم تمھارے کام آئیں  
 قوم کی خدمت میں ہر ضرورت کی شان  
 قوم کی ذلت کو سمجھیں ذلت اپنی سب عزیز  
 سال بھر رہتا ہر نقش اس انجن کا یادگار  
 گرا ہے قوم کے سر کل کو یہ جمع وسیع  
 اتفاقاً گر کبھی ہو جائے یہ ہنگامہ سرد  
 ہر کبھی افراط باران اور کبھی ہے قحط آب  
 کال ہے گراس برس تو ہر سہان اگلے برس  
 دیگ تو پکتے ہی یہ پکتے گی دھیمی آنچ نین  
 لے تین جسکی بدلت دل وہ ملت ہر ہی  
 جس سے کل جلتی ہر دنیا کی وہ حرکت یہی  
 جو کہ جواتی ہے خادم کو وہ خدمت ہے یہی  
 ملک میں غرت اب رہنے کی صورت ہر ہی  
 جو کبھی برہم نہیں ہوتی وہ صحبت ہے یہی  
 جزیرے افزون ہر جہاں وہ رحمت ہے یہی  
 ڈر نہیں اس کا کہ خود قانون قدرت ہے یہی  
 طینت عالم میں خاصیت دعیت ہر ہی  
 جو خبر دیتی ہے کثرت کی وہ قلت ہر ہی  
 کچھ ابال آیا تو ہے اس میں غنیمت ہر ہی  
 انجن ہر قوم کی ہنگامہ شادی نہیں  
 ایک دن کا کام کچھ رومانی آبادی نہیں

### ۴۱۔ شمس مہتاب

مرتبہ جناب حکیم محمود خان مرحوم دہلوی

اے جہان آباد اے اسلام کے دارالعلوم  
 لے کہ تھی علم و ہنر کی تیرے اک عالم میں دھوم  
 تھے ہر دور تجھ میں اتنے جتنے گردون پر خرم  
 تھا افاضہ تیرا جاری ہند سے تا شام و روم  
 زیب تیا تھا لقب تجھ کو جہان آباد کا  
 نام روشن تجھے تھا غرناطہ و بغداد کا  
 تیری طینت میں رویت تھا مذاق علم دین  
 جیسے اُمّی تجھ میں تھے عالم نہ تھے ایسے کہین  
 ہند میں جو تھا حدت تھا وہ تیرا خوشہ چین  
 تھی حدت غیر اسے پائنت تیری سرزمین

تھا نقیہ بھی سلم تیری خاک پاک کا  
بہیقی وقت تھا ایک اک نقیہ اس خاک کا

شاؤ و نادر تھا تصوف میں کوئی تیرا نظیر  
تیرے کھنڈرون میں پڑے سوتے ہیں ہنہ منہ تیر  
آب و گل کا تیرے تھا گویا نصرت سے خیر  
تھا کبھی انوار سے جن کے زمانہ مست تیر  
آج جس دولت کا بازار جہان میں کمال در

تیرا فرستان اس دولت کا مال ہے

طب میں گویا نبیوں کا رتبہ آگے تھا قدم  
جب کہ تو آباد تھا دنیا میں لے باغ ارم  
آن کر اس نے لیا تھا دوسرے لہجہ میں جزم  
بھرتے تھے تیرے اطباء بھی میحالی کا دم

ہند میں جاری تھی سے طب یونانی ہوئی

شہر شہر اس جنس کی یان تجھ سوار آئی تھوئی

خاک اسٹیمین تیری جیسے جیسے نکلتے در  
راس ہتھی آب و ہوا تیری سخن کو جھپٹتے در  
ایک جہان شیدا بیانی سے جوان کی باخبر  
سر و کوہو گی نہ راس اتنی ہند اسے فاقہ ترا

حسن صورت میں اگر ضرب المثل تو تھا تو تھا

حسن معنی تیرا حصہ لے جہان آباد تھا

لیکے ساتھ اسلام نکلا تھا عرب سے جو علوم  
دولت و اتہال کا جب تک اہ تجھ پرجوم  
جنین تھی اسلامیوں کی چار عالم میں مہوم  
کھیتوں پر تیری ابر آتے تھے انکے چھوٹے چھوٹے

آئی گلشن میں نہ تیرے بھول کر فصل خزان

تیری سرحد میں رہا ہر علم دانش کا بیان

جس طرح تھا فضل دانش میں ترا مشہور نام  
کھے تمدن میں بھی بیرون ترے بھو و رات نام

۱۱ فاقہ تر قد کے قریب ایک قطعہ زمین ہو جہان کا سر و خوبی و دنیا بانی و راستی میں ضرب المثل ہو ۱۲

۱۳ نوشا و اور خلع و شہر قدیم ترکستان میں تھے جو حسن خیزی میں مشہور تھے ۱۴

آدمیت کھنکھاتے تھے تجھ سے خاص و عام  
 غمیری و بدوی تری تقلید کرتے تھے ملام  
 رہم میں آئین میں اضلاع میں اطوار میں  
 طرز میں انداز میں رفتار میں گفتار میں  
 رہ گیا باہر سے آکر جو کہ تجھ میں چند سال  
 ڈھل گئے سا بچے میں گویا اسکے حادث اور خیال  
 آکے بن جاتا تھا یا ان نقصان انسان کا کمال  
 تیرے پر چھا دین سے موتی بن کے جاتے تھے سفال  
 آتے ہی انسان کی کالی پٹ جاتی تھی بان  
 چا دین میں اور بھی رت مکمل آتی تھی بان  
 تیرا سمورہ تھا اک عالم میں مرج اور آب  
 آن کر لیتے تھے یاں ٹھیک جہان کے انتخاب  
 بستے تھے اطراف آگے تجھ میں شمع و شاپ  
 کروا تھا تیری آبادی نے ملکوں کو خراب  
 جگھٹا تھا تجھ میں کن کن فرس و دم و زنگ  
 دستہ تھا گویا کہ تو گلہاں نے رنگارنگ کا  
 لیکن آخر طبع و دوران کا ہے جیسے اقتضا  
 ہر تری کی ہے حد ہر ابتدا کی انتہا  
 جب کہ دورہ اپنا تو دنیا میں پورا کر چکا  
 وقت لے جان جان تیرا بھی آخر آگلا  
 گردش افلاک کے ہونے لگے بد بھلی مار  
 چہرے گلشن پہ بھی کوئی آخر کی کرے بہار  
 تجھ پہ دارا غلامت انقلاب آنے لگے  
 نیسے تجھ کو تباہی کے خطاب آنے لگے  
 طالع مشفق کے پیغام عتاب آنے لگے  
 یزید بختی کے نظارہ دن کو خواب آنے لگے  
 دولت اقبال کا بیڑہ نہ لگا خوش خبر  
 تجھ سے لے کر ارجلوم آنے لگا علم و خبر  
 ہو گئے تیرے محدث راہی دار السلام  
 تر گئے دیباست رت تیرے مفتی اور امام  
 ہو گیا رخصت جہان سے تیرا جاہ و احتشام  
 رفتہ رفتہ ہو گئی سب صاحبی تیری تمام

جلسین ہم پوین زبیر دیوان ہوئے  
 خافا ہیں چراغ اور سے ایران ہوئے  
 چل دیے نوبت بہ نوبت سے شاہِ اروا ب  
 مرث گئی تیری طبابت چھٹ گئے تیرے طبیب  
 جاگ جاگ آخرت اکو سو گئے تیرے نصیب  
 اس گلستان سے نہ اٹھی پھر صد اکسب  
 جنگو کھو بیٹھے نظیر ان کہیں پایا نہ پھر  
 جو گیا اُس کا کوئی قائم مقام آیا نہ پھر  
 کر گئے اخلاق اور آداب سب تجھ سے سفر  
 گر گیا نظروں سے تیرا سب جلالِ جاہ و فر  
 چھڑ گئے تاجِ شرف سے تیرے سب نعل و کمر  
 تجھ کو لے دانا خلعت کھا گئی کسکی نظر  
 علم ہے باقی نہ اب دولت تیرے پاس  
 لے نکل پڑ مرده تیری کیا ہوئی بوا س  
 دورِ آخر میں کہ تیرا تیل تھا سب جل چکا  
 بجھتے بجھتے تھا کچھ اک تو نے سنبھالا سلیا  
 خاکِ یانِ تیری پھر اگلے دہل بے بہا  
 جن سے روشن ہو گیا کچھ دن کا نام سلات کا  
 عہدِ ماضی کا سماں کھنڈن سبھی چھا گیا  
 خواب جو بھولا ہوا مدت کا تھا یاد آ گیا  
 جاہِ مکتِ قوم کی گو تیرے میں کچھ باقی رہتی  
 پر نہ کی عرض ہنرمین تو نے اب بھی کوتاہی  
 اس بزرگی سے گزاری میر جوین نے صدی  
 پھر گئی آنکھوں میں پھر تصویرِ دور اکبری  
 علم دینِ مشرکت طلبِ تاج و نجوم  
 دال دی پھر اپنی لئے جا سو ہر فنِ مہم  
 ملک میں ہر سود ہی پھر بول بالا تھا ترا  
 تھا جہانِ علم و ہنر کو دون کا بالا تھا ترا  
 تھی جہانِ کچھ روشنی وہ سب اجالا تھا ترا  
 پھر جو دکھا غور سے وہ اک سنبھالا تھا ترا  
 چاند نکلا تھا کہیں سے جو وہ پھر گنا گیا

چارون کی چاندنی تھی پھر اندھیرا بھیا گیا

علم دے علم کے دریا بہا کر چل دیے      دوا عطاں قوم سوتون کو جگا کر چل دیے  
کچھ سمجھو رہے تھے کہ سحر اپنا دکھا کر چل دیے      کچھ سمجھا تھے کہ مردوں کو جگا کر چل دیے

ایک تختہ زرہ گیا تھا تیری ٹوٹی ناؤ کا

لے گئی سیل فنا اس کو بھی لے لی تھا

چاچکی تھی تجھ سے گولے شہر غطت قوم کی      ہو چکی تھی آبر و مدت سے رخصت قوم کی  
پر کچھ اک محمود خان دم سے تھی پت قوم کی      اٹھ گیا وہ بھی جہان سے آہ قیمت قوم کی

کیا دکھا کر اب اولیائے سلف کو یا تو

نماز اب کس پر کرتے گا اے جہان آباد تو

تجھ میں ہر دلی اکوئی اب ایسا مستحق جہان؟      نازش دار الخلافہ مرجع ہندوستان  
ہندو سے لے تا عرب کشمیر سے تا اندمان      بچہ بچہ کی زبان پر نام ہے جہاں روان

نیم جانوں کا مسیحا اور غریب کا طبیب

خود حکیموں کا معالج اور طبیبوں کا طبیب

ہے کوئی اب تجھ میں مہر ایسا کتنا مؤثر زمان؟      واقعات زندگی کر دیجئے گراؤں کے بیان  
تجھ میں اک افسانہ ناواقف اسرا و رستان      ہے تعجب نیز الحی مسیحا محمود خان

یا وہ اک جو ہر لگے تھا جو ہر انسان سے

یا سکتے اب نہیں ایسے جو ہر کان سے

اس کا تھا دیوان خانہ ملک کا وارا شفا      خلق کا ذرات رہتا تھا جہان تا تابنا بھا  
مفت بیماروں کو اُس کے در سے ملتی تھی دوا      فکر نذر اے کا تھا اُن کو نہ شکرانہ کا تھا

اُس کے استغنا سے جھکا جاتا تھا سر و کار

اور عنایت سے کنول جاتا تھا کھل نور کا



بے حقیقت اُس نے سمجھا مال دولت کو سدا تھے برابر اُسکے نزدیک اغنیا اور بیوا  
 گو طیب اور ڈاکٹر تھے شہر میں بے انتہا کوئی مفلس کا نہ تھا پر سان حال اُسکے سوا  
 کرتے ہیں جو دعویٰ ہمدردی فوج بشر  
 اُس نے باطل کر دیے تھے انکے دعوے سرسبز  
 طب مسلمانوں کی لی اس کی سچائی نے تمام وراثت اُسکی شرم کی ہو چکی ہوتی تمام  
 رونقِ طب جدید اور اس پر میل خاص عام در سگا ہوں اور دوا خانوں کا اُسکے نظام  
 دیکھ کر تھا اک زمانہ اُسکی خوبی کا مقرر  
 طب یونانی گئی تھی خلق کی نظر دس گر  
 سرچون دیکھ دیکھ آلات و اعمال و جیل آگیا تھا رے میں نہ وہ عقادوں کی خلل  
 دین مگر اُسکی سچائی نے سب اُمین بدل طب یونانی گئی کچھ دن کو پھر گر کر سنبھل  
 سلطنت اور عقل بھتی جس فوج کی تہت فزا  
 ایک طاقت اُسکے حملوں سے ہوئی عجز  
 کو کہ جاتے تھے شفا خانوں میں خاص عام پر اُلجھ جاتے تھے سخت امراض میں بیمار جب  
 خلق کا پھر لجاؤ ماویٰ اُسی کا تھا طب اُسکے بیماروں کو گویا بوس ہوں ایجان باب  
 سو تدبیر و معالج کی خطا کا ڈرنہ تھا  
 موت کا ڈر تھا مگر مُلک کا ڈرنہ تھا  
 رکھتے ہیں آلات پر سرچون بھر دیا جس مرد کرتے ہیں معلوم جو جوان سے امراض شہ  
 وہ بتا دیتا تھا سب کچھ رکھ کے انگلی مضرب اُسکی اک انگلی پر تھے قربان سو تھرا ماسٹر  
 بارسا تھیں بی بی بی بی اہل صنعت کی جہاں  
 جاہو پختی تھی نگاہ دور بین اُسکی زبان  
 شہر کے مرنے والے پیر و جوان خرد و کلان تھے قوی پشت اُسکے ایسے جیسے پشتِ سہو مکان

جسکو ششہ دیدیا لکھ کر وہ یہ سمجھا کہ ہاں      زندگانی کے ابھی کچھ اور دن باقی ہیں یاں  
 گو کہ ماتم ملک میں ہو اسکا ہر سو آجکل  
 پر گئی بس شہر تیری جان ہی گویا کھل  
 کیا عجب پیدا ہوں پھر ایسے طیب چارہ گر      جو کہ شخص مرہن میں رکھتے ہوں غارتِ نظر  
 خلق کو تیکہ بہر جن کی رائے اور تہہ سیر پر      شہر میں ہن منج کل ملک میں ہوں نامور  
 جمع ہوں محمود خان کے ذات میں انکی کمال  
 ہے یہ سب ممکن مگر محمود خان ملنا محال  
 راستی اور راستبازی سکی تھی ضرب المثل      اُسکے کاموں میں ریا تھی اور نہ باتوں میں غل  
 امتحان کے وقت جب تھا نظم عالم میں خلل      راستبازوں کی گئی تھی ٹھیک جبکہ سونگل  
 کھوٹ اُسے اُس نے زمین نکلا وہ اصل طح  
 آگ میں تپ کر کھرا رہتا ہر کندن جلا طح  
 وہ زمانہ جبکہ تھا ولی میں اک محشرِ بیا      نفسی نفسی کا تھا جب چاروں طرف غل پڑا  
 اپنے اپنے حال میں چھوڑا بڑا اکتا مبتلا      باپ سے فرزند اور بھائی سے بھائی تھا خدا  
 موجزن تھا جبکہ دریا ہر کتابیہ و بجلال  
 باغیوں کے ظلم کا دنیا پہ نازل تھا و بال  
 دیکھ کر یاروں کو جب آنکھیں جڑا جاتے تھو یار      ساتھ دینا تھا کسی کا موت ہونا دو چار  
 یار سے یار آشنا سے آشنا تھے شرار      شہر میں تھی چار سو گویا قیامت آشکار  
 آگ تھی اک شعلہ ایسی کہ تھا جس خطر  
 جل جائیں اُسکے شعلے کی میں خشک تر  
 ہو رہا تھا جبکہ کھوٹے اور کھوٹے کا امتحان      کر رہا تھا اپنے جوہر خاک کا چٹلا عیان  
 ایک جانب تھی اگر خندق تو ایک جانب کنون      بال سے باریک تر تھی راہ ان کے درمیان

راہِ رود گد امین تھے اور راہِ پر خونِ مہِ خطر  
 اُس نے دکھلایا کہ یوں چلتے ہیں سیدھی راہ پر  
 مجرم دہے جرم میں تھا حاکم کو اشتباہ  
 عدل تھا مجرم کا دشمن اور بری کا عذر خواہ  
 مجرموں کے جرم پر دیوار و در تھے سب گواہ  
 پر نہ تھا کوئی شفیق ان کا کہ جو تھے بے گناہ  
 ایسے نازک وقت میں مدد کی جو اپنے کی  
 اہل انصاف اس کو بھوکے ہیں نہ بھولے کبھی  
 بالیقین جن مجرموں کو اُس نے سمجھا بے خطا  
 مارشل لا میں بڑے ان کی گواہی کا دیا  
 چین سے بیٹھا نہ جبت تک ہو گیا اک اک رہا  
 جو کہ تھے نادار کی ان کی اہانت پر ملا  
 زرد یا کھانا دیا کب ٹڑا دیا بستر دیا  
 بے ٹھکانوں کو ٹھکانا بے گھروں کو گھر دیا  
 قصے جھگڑوں میں کبھی ٹپنکی جسکی خون نہ تھی  
 دی گواہی جسے ہرگز جھوٹی یا سچی نہ تھی  
 جسے شہرِ نیک عدالت کی کبھی دھبی نہ تھی  
 ہاتھ سے جسے بڑوں کی ان اتبک می نہ تھی  
 بیگناہوں کیلئے وہ ات دن چکر میں تھا  
 پاؤں اس کے عدالت میں تھا اور اک گھر میں تھا  
 جبکہ غنقا تھی دیانت میں ابنا، الزمان  
 تھی امانت جسکی اسکے پاس ہلکی یا گران  
 خون میں پاس اپنے رکھا اسکو مثلِ لبان  
 کی حوالے لاکھوں کے جب ہوا اس میں امان  
 ایک عالمِ ناخدا ترسی میں جب بیباک تھا  
 اُس کا دامن تھا کہ ہر دھبے سے بالکل پاک تھا  
 وضع داری میں تھا اُس کا زمانہ میں بدل  
 وضع میں اسکی تعمیر تھا نہ عادت میں خلل  
 دقت کی تاثیر کا اسپر نہ چلتا تھا اعلیٰ  
 انقلاب دھڑکی زد سے گیا تھا وہ مکمل  
 اسکے لگے ان نئے سانچوں کی کچھستی تھی

اُس پہ چلتی کچھ زمانہ کی زبردستی تھی  
 کی تھی جو بچپن سے طرز زندگی اختیار  
 اُسین فرق آیا نہ وقتِ دسپین تک زنیار  
 کوہِ راسخ کی فتح تھا ایک حالت پر قرار  
 وضع اُسکی جو کہ تھی وضعِ سلف کی یادگار  
 قوم کے از یاد رفتہ خواب کی تعبیر تھی  
 عہدِ عالمگیر اکبر شاہ کی تصویر تھی  
 سر پہ دُنیا کے علایق کا تھا گویا رگران  
 پر ہر اک حالت میں لگی پھول سی ہستی تھی  
 پاگل دنیا میں پر دنیا کے غم سے برگران  
 رنج ہو یا ہو خوشی جب جا کے دیکھو شادان  
 ظاہرِ پابند تھا دنیا کی رسمِ درہ کا  
 دل گر پابا تھا ایسا جیسا اہلِ اسکا  
 متبض اُسکو نہ کمزوریات میں پائیا کبھی  
 غم سے دنیا کے نہ پیشانی پہ بل لایا کبھی  
 دل کسی بادِ مخالفت سے نہ کھلایا کبھی  
 تلخی دوران سے چٹون پر نہ میل آیا کبھی  
 کی بسر دارِ لجن میں بزمِ عشرت کی طرح  
 عمر کا فی دونخ دنیا میں جنت کی طرح  
 مٹ گئی افسوس اک ایسی سلف کی یادگار  
 قوم میں جسکی مثال آئندہ کم دیکھیں گے یار  
 گل کھلائے گی نئے گلشن میں اب بادِ بہار  
 رنگ ہوگا جنینِ لبیکن بوہوگی زنیار  
 کرتے ہیں جہانِ حوادث کی نظر انجام پر  
 قوم میں اک ہم کو سناٹا سا آتا ہے نظر  
 اک زمانہ تھا کہ تھا ہم سے موافق روزگار  
 اہلِ علم و فضل و دانش کا نہ تھا ہم میں شمار  
 ایسے حاملِ خیر دنیا میں نہ ہو گئے کشتِ زار  
 جیسے مردمِ خیر تھے اسلام کے شہرِ دیار  
 مرنا تھا کابل تو کابل تر نظر آتا تھا  
 سوچ آتا تھا نکل جب پڑ چھپاتا تھا

ایسا بپہنچی ہر ہم میں نوبت قحط الرجال  
ایک لکھ جاتا ہے دُنیا سے اگر صاحبِ کمال  
دوسری لکھی انہیں دنیا میں پھر اسکی مثال  
ذات باری کی طرح گویا کہ تھا وہ ہیال

ظاہر اب وقت آخر ہے ہماری قوم کا  
مرثیہ ہے ایک کا اب توجہ سناری قوم کا

سننے ہیں حالی سخن میں تھی بہت سعت بھی  
تھیں سخنوں کے لیے چاروں طرف اپنی کھلی  
داستان کوئی بیان کرتا تھا حسن و عشق کی  
اور تصوف کا سخن میں رنگ بھرتا تھا کوئی

گاہ غزلین لکھ کے دلِ یار دنگا کرتے تھے لوگ  
گہ تصنیفِ بڑھ کے خلعتِ امر صلی پاتے تھے لوگ

پہلی ہم کو جمالِ نغمہ اس محفل میں کم  
راگنی نے وقت کی لینے دیا ہم کو نہ دم  
نالہ و سرِ یاد کا ٹوٹا کہین جا کر نہ سم  
کوئی یارِ رنگین ترانہ چھیڑنے پائے نہ ہم  
سینہ کو بی میں رہے جیتا کہ نہ میں م  
ہم ہے اور قوم کے اقبال کا ماتم رہا

## ۱۵۔ ترکیب بند مرثیہ ۸۹۳۷ مطابقت ۳۱۳۷

جو محمد بن ابو کبشیل کا نفرنس کے ساتویں اجلاس میں مقامِ دہلی پڑھا گیا

یہ خاک آج جس پر میں جمع اہل آرا  
اس باغ میں بہار میں جو جو گزر چکی ہیں  
کل جشنِ شمع تھا یارِ آج جشنِ شادی  
بلبلین کے آج مہمانِ خاقان ہیں اور ملائین  
فیروزش کی ہے کل ٹھٹھے سے آواز آمد  
تغلق کا آج شکرِ تیرے در کے مقابل  
یار ہو چکے کرشمے کیا کیا ہیں آنکھ کا  
آنکھوں کے روبرو ہے گویا سات وہ سارا  
ہر دمِ عروج پر ہے اسلام کا تارا  
اصطخر ہے کہ دلی بلبلین ہے یا کہ دارا  
دو ٹھٹھا بنا ہوا ہے تیرے سے شہر سارا  
ہر ہر نعمت ہے سب راہ میں منت آرا

مغلون کے اڈر ہے ہین کل جشن فتح و نصرت  
آتا ہے آج بابر لودی پرستخ پاکر  
کل سور یون مین ہر سونجے ہین شادیانے  
ہو جشن نستخ پھر آج چغتائیون مین ہر پا  
جس مضموم سے ہر گھر گھر جشن جلوس اکبر  
شاہ جہان خوشی سے پھولا مین ساتا  
تیاری اس خوشی مین جشن عظیم کی ہے  
اطراف ہند سے ہین اعیان ملک لے  
ارکان سلطنت ہین سب اپنے تخت حاضر  
تیمور سے زمانہ ہے بر سر مدار  
ہین شوق شاہ نو مین پر و جوان خود آرا  
مغلون کا آرا ہے گردش مین کچھ تارا  
اقبال نے ہے گویا مغلون سے قول ہلا  
ہے گرد اسکے آگے جشن قباد و دارا  
تعمیر ہو چکے ہین شہر و نصیل و بارہ  
گویا کہ ہے جہان مین جشن سدا دوبارہ  
پاکر حضور شہ سے سب جشن کا اشہارہ  
بالائے تخت طاؤس ہے شاہ جلوہ آرا

وہ جشن کرنوالے کو خاک مین بنان ہین  
چرشن انکے ابتک سب نیلستان ہین

اے خاک پاک دہلی اے تخت گاہ شاہان  
ہنگامے اس مین پر لاکھون ہین گرم ہر سو  
تقریب جشن جہین ہو کچھ نہ جزا خوش  
پالین و صدر کا ہو جہین نہ کچھ افتاد  
جن کو نہو بلادا حاکم کا اور نہ دست غن  
خاوم ہون جب قدر و ان عزیم فوج ہون  
خاطر کسی سے چاہے کوئی نہ وان تو اشع  
ظہر مین جسکو چاہین وہ آپ میر مجلس  
پیش نظر ہین ترے سب اگلے ساز و سامان  
پر کوئی جشن قومی آتا نہیں نظر یان  
ملکون سے حج آکر جہین ہئے ہون اخوان  
خز و بزرگ کی ہو جہین نشست یکسان  
لایا ہو کھینچ کر دل ان کو نہ حکم سلطان  
مخدوم جتنے ہون ان سب قیم پر یون قربان  
ہون خود ہی میران ہ اور خود ہی میران  
چاہین جہین بنائین وہ آپ میر سامان

سلطان سکندرا کا کہتے ہین جشن سکند و جشن ہر جکی نسبت کہا جاتا ہو کہ دنیا مین سب سے اول حبشہ نے پھر چین

اگر بنگلہ کی خوشی نہ ہن بڑی مضموم سے ایران بن کیا تھا ۱۲

آئے ہوں اس عرض سے سب مل کے تاکہ چین  
ہندوستان میں کیونکر پاتی رہے نشانی  
سکین تو کیونکہ سکینِ ذلت سے وہ گھرانے  
اُن مددِ یوں کا کیونکر جاری رہے افاضہ  
جو مسجد میں ہیں ہر ذکرِ خدا سے واحد  
جو کچھ ہے بھائیوں کی تقدیر میں وہ سر پہ  
اے غم نشینِ اسلام اے معدنِ سلاطین

دنیا میں کس طرح ہوں سر سبز پھر سلمان  
اُس قوم کی کہ تھا کل چنگے وہ زیرِ فرمان  
اعزاز نے تھا باندھا چنگے بڑوں سے بیان  
جن کے سبب ہو زندہ تمام حدیثِ قرآن  
محفوظ حادثوں سے کیونکر ہوں انکے ارکان  
اپنی طرف سے لیکن ہر سعیِ فرضِ انسان  
اے پائے تختِ سادات اسی ارکانِ مغلان

تو جن گاہ شاہان ہر عہد میں رہا ہر  
ایسا بھی حسن کوئی تجھ میں کبھی ہوا ہر

شاہِ یوں کے جن تھے وہ یہ جن قوم کا ہے  
دولت کے تھے وہ جلوے ملت کا ہر نقشہ  
بے روح تھے وہ قالب ہو میں روحِ خوشی  
سیلے نہ وہ بچھڑتے روح اُن میں گرہ ہوتی  
وہ دن گئے کہ نازان تھی قومِ سلطنت پر  
اس سلطنت یہی ہے بل بیٹھنا ہمارا  
گر گشتہ بخت جسکو پھرتے ہیں ٹھوڑے ہم  
وہ مشکلیں کریں گے اب حل نہیں تھیں کچھ  
ہم میں اگر مخالفت کچھ ہوں اس اجتن کے  
فوجِ ملک کو اکثر سمجھا ہے فوجِ دشمن  
نادم ہوے ہیں لیکن روشن ہوا ہر جب دن  
قدر ایسی مجلسوں کی مدت میں ہوگی ہم کو

شوکت میں وہ بڑے تھے عظمت میں یہ بڑے  
کاغذ کی تھیں وہ نادین بڑا یہ نوح کا ہے  
موجِ سرباب تھے وہ یہ چشمہ لبثا ہے  
رہتا ہے آندھیوں میں روشن یہ دیا ہے  
اب قوم کو خدا کا یا اپنا آسرا ہے  
یہ چھت نہ سمجھو سر پہ سایہ ہما ہے  
لگتا ہے کچھ تو اس کا لگتا ہیں پتہ ہے  
جن مشکلوں کا ہم کو اور تم کو سامنا ہے  
معدور ہیں وہ اُن سے شکوہ نہ کچھ کلا ہے  
حملہ ملک پہ اپنی اپنوں نے خود کیا ہے  
انسان سے یہ ہمیشہ ہوتی رہی خطا ہے  
اب تک ہر دروون نے مضطر نہیں کیا ہے

ہوتی ہو قدر ان کی بنتی ہو جان پر جب  
لا تے ہیں تب یہ ناوین جب پڑا دوتا ہو  
گو سب جہاز والے خطرے سے بچیں  
پر رنگ نا خدا کا کچھ فی سا ہو رہا ہے  
آفات بحر سے ہیں نا واقف آفتاب  
ہنستے ہیں بنا خدا پر روتا ہو نا خدا جب

گلشن میں فصل گل کے سب چکے نشان ہیں  
پر چین سے غنادل گلشن میں غم خوان ہیں  
طاؤس و کبک بخش خوش گلشن میں مرغمان  
اور بیٹھے ہاتھ ملتے گلچین و باغبان ہیں  
غفلت کی چھارہی ہو کچھ قوم پر گھٹا سی  
بی فکر و بخیر ہیں بوڑھے ہیں با جوان ہیں  
اتر اتے ہیں سلف پر و آپ نا خلت ہیں  
فضل و کمال اُن کے کچھ میں ہو تو جانین  
کھیتوں کوئے لو پائی اب بہ رھی ہو گنگا  
تم سے تھے تو تھا موعزت کو قوم کی کچھ  
اک خضر رہنے رستہ سب بھا بتا دیا ہے  
خدرت میں ان کی حالی کہتا ہو یاد ہے  
دنیا میں گرہے رہنا تو آپ کو سنبھا لو  
عرصہ ہوا کہ ہم کو آنکھیں دکھا رہے ہیں  
جو اپنے ضعف کا کچھ کرتیں نہیں ہمارک  
گھر پال اور گر چھ ہیں اُن کو نگلے جاتے  
سنبھلو و گر نہ رہنا یا ان اس طرح پڑے گا

غفلت میں مبادا اب وز برد کھائیں  
دھندلے سے کچھ نشان ہیں جو کہٹ گائیں



# اشعار متفرقہ

انہیں اکثر وہ اشعار ہیں جو لوگوں کی فرمائش پر خاص خاص نعتوں پر اردو یا فارسی وغیرہ میں لکھے گئے ہیں

## تمہید قہ شادی عروسی

ایک ہے ایک نعمت اسکی بندوں پر سوا  
جس نے جو مانگا وہی اس نے مہیا کر دیا  
سپ کو موتی دیا موتی کو دی آب اور ضیا  
اس دی دنیا کو رونق اس آنکھوں کو جلا  
کل چھٹی تھی جبکی ہوں آج انکے بیاہ کا  
تاکہ صورت سے ہو ظاہر شکر انعام خدا

ایضاً

نکاح کی کون سی نعمت کا خالق کی ادا  
اسکی قدر کے خزانوں میں نہیں ہرگز کمی  
نخل تر کو پھل دیا اور پھل کو بخشا رنگ و بو  
اکمیتوں کو بیٹھ دیا مان بپ کو اولاد دی  
عمر سزا فزون عطا فرمائی پھر اولاد کو  
تو اس کے شکر یہ میں ملے باہم شاد ہوں

لب آب یا صحن گلزار ہو  
مے و نعمت ہو یا ہو چنگ رباب  
کہ ہوں ایک جا جمع احباب  
غریز اور پیاروں سے غرت بڑھو  
ہیں اس بزم پر لاکھ گلشن نثار

چھٹی بیاہ یا تیج تہوار ہو  
گل و لالہ ہو یا ہو عطر و گلاب  
یہ سارہی خوشی کے ہیں آج  
بزرگوں سے محفل کی شوکت بڑھو  
جہان اسطرح جمع ہوں چار یار

ایضاً

شکر کہ از فضل خدای جهان      وقت خوش انپروہ برآمد عیان  
شادی دل را سبب آمد بدست      فرصت بزم طرب آمد بدست  
تا شود از دست دم اہل کرم      کلبہ ما غیرت باغ ارم

ایضاً

رفت آسیب زستان باد نوری وزید      دوستداران را بشارت باد و باران انورید  
طرح بزم خستہ می باید گر باید نہاد      نفس شکر آہی و مہم باید کشید

ایضاً

سَلَامٌ مِنْ مُحَمَّدٍ مُسْتَكِينٍ      بَلِيَّةِ الْخَيْرِ وَالْبَرَكَاتِ تَنْزِي  
سَلَامٌ مِنْ دَفْدَرِ رِيحٍ وَرَاحٍ      وَبَيْنَ يَدَيْهِ لِلْإِحْبَابِ بُشْرَى  
وَدَعْوَى شَهِيدَيْنِ وَغَائِبَيْنَا      مِنَ الْأَخْوَانِ وَالْخَلَائِطِ طُرَا

خاتمہ رقعہ شادی

فَاطِمَةُ الْغَيْثِ فِي الدُّنْيَا رَاكِعَةٌ      رَهْنَةُ بَنِي يَارَاتِ الْأَحْبَابِ

ایضاً

ہزار دیدہ و دل فرس راہ یارانے      کہ او سرت یاران سرت اندوزند  
بہ شادی و طرب ہمہ گر شوند انبار      ہزار رخ ز سر فرع دلی برا فروزند

ایضاً

کار احباب ساختن بتوان      دوستان را تواختن بتوان  
تا بہ دھرا برو باد خواہد ماند      او شما لطف یا دخواہد ماند

اشعار غزل ناتمام

اس ننگی کے ہاتھوں چین ایک نپایا      یہ جان ہو بدن بین یا خار پسین بین

حاضر ہو جبے دل ہی ہر باغ و باغ کیسان  
ہے اک خراش دل من دہو کہ بھرنے آئے  
تو اپنے بھولے پن سے شیدا ہوئی ہر روز  
ہم دوستو گئے بھی تو کیا گئے چمن میں  
زخمی ہو قیروان بنیں اور شکست ختم میں  
اے فاختہ دھیلے ہے کیا سزاؤں میں

ایضاً

کس مست دریا رو ہوا ہوا انقلاب  
خود بتائے گاتھین دور زمان  
ان پہ ہم قربان ہیں وہ سپہ نثار  
آگیا یاروں کے قراروں میں حق  
بے وفاؤں اور وفاداروں میں حق  
ہر بہت پیار و نین اور یاروں میں حق

ایضاً

گر نہو نیت گدا میں منق  
ہیں دستا دار اور بھی لیکن  
آسے کیوں شاہ کی عطا میں فرق  
ہے مری جان وفادار میں فرق

## اشعار قصیدہ نام تام

یاد ابام کہ تھی باغ جوانی پہ بہار  
نشہ میں چڑھتے اک بارہ پُر زور کے ہم  
سرچہ دیو قوی آسے چڑھتا تھا اپنے  
روکنا تھا جیسے غارہ خندق کو بان  
رہتے تھے اس شرمست کی صورت کی قید  
پند گہوتے تھے جتنے کہ زیادہ دل سوز  
خیر خواہ اور تھے غمخوار مری جتنے  
ملکے بھولیوں جان میں جان آتی تھی  
اب انگلیں ہیں وہ دلیں خیز نگین باقی  
نظر آتا تھا خزان میں بھی زمانہ گلزار  
جسکا راحت میں گفت میں کرتا تھا فنا  
یاو تھا جسکا نہ عاقل نہ سیانے کو آنا  
ہم تھے اُس تو سن سر زور نے بات ار  
ہاتھ سے جس نے شربان کے تڑالی ہو مہا  
ہم کی صحبت تھے اتنے ہی زیادہ بزار  
ان کی صورت کی ہمیشہ میں چڑھتا تھا شجار  
بننے اور لٹنے پر زور سیت کا تھا اپنی مدار  
تیرے لے عمر گئے ایسے کمان لیل و نہار

## صدائے گدایان قوم

ڈھونڈتے تھے خضر مبارک کو یان آئے ہیں ہم  
 ڈھونڈتے تھے خضر مبارک کو یان آئے ہیں ہم  
 ہند میں اسلام کا پھول اچھلا تھا جو چین  
 علم جو زندہ کیا تھا آپ کے اجڑانے  
 قوم کو بیٹھیں ہے جو عباسیوں کی یادگار  
 تاکہ ہو معلوم سب کو قوم کی حالت ہو کیا  
 خود غرض ٹھہرائیں یا سنا رہا گیا  
 خضر سب سچا ہیں ان کے قوم ہو چکا فیصل  
 ہو بنی ہاشم کی ہمان پروری ضرب المثل  
 تشنگی اپنی بھائی ہوگی اسے آب حیات

چھوڑ کر ٹھکانا ہوا اک کاروان آئے ہیں ہم  
 سخت عبرت خیر لیکر داستان آئے ہیں ہم  
 لیکے اس کا مژدہ نفل خوان آئے ہیں ہم  
 آج اس درباری کے نوح خوان آئے ہیں ہم  
 جستجو میں کسی مثل لے کے یان آئے ہیں ہم  
 اس لیے لڑے گلے میں بھولیاں آئے ہیں ہم  
 دلتین یہ کہے سب خاطر نشان آئے ہیں ہم  
 فرد غرت کے مٹا کر ب نشان آئے ہیں ہم  
 اس لیے یان بن ملک پہمان آئے ہیں ہم  
 لیکے ٹھہرین قوم کی سوکھی زبان آئے ہیں ہم

## مژدہ قدم حضور شاہزادہ ولیز درہند

مژدہ ہوا اہل مشرق اب دن بھر تھا  
 گلہ کی اپنے لینے آیا خبر کہاں سے  
 ہندوستان بھی تجھ سے کچھ آجکل نہیں کم  
 تیرے نصیب کا تو کیا پوچھنا ہے لیکن  
 ہمان ہو آج ان کا اس شاہ کا دلی عہد  
 مغرب سے سوے مشرق آیا ہے ہتر بان  
 ہے ایسے گلہ بان پر گلہ کی جان قربان  
 اسے معدن بزرگی اسے خاک انگلستان  
 ہندی بھی ان دنوں ہیں قیمت اپنی نازان  
 رشے زمین کے سلطان جسکے ہوئے ہیں جان

اسے پنجاب کی ایک اسلامی انجمن کی طرف چند ہمت لائق چھوٹے اپنی جماعت کا نام گدایان قوم رکھا ہو یہ سنا دلاور  
 میں چند وصول کر نیکی لیے جایا کارادہ کیا تھا۔ ان کا قصہ جس کے خدوین پر اشعار پڑھے کا تھا لیکن غالباً اس کا بیان نہیں ہوا۔  
 چونکہ رئیس کا دلور بنی عباس سے ہے ان رعبا سیر کی ظلفت ہیں علم کو بہت تھی ہوئی تھی اس لیے میضرت اس طرح لکھا گیا ہے

شکر یہ عطاے مدرسہ نواب غازی الدین خان محوم واقع اجیمیری وارہ  
دہلی جنوڑ سرپس لائل لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب از طرف طلبہ  
انیکو عربی اسکول دہلی

آئیے اے ولی کے دل آرا      شہر دعا گو سب ہے تمھارا  
شکر کا ہم کو گوہنیں یارا      پر یہ ہے کننا فرض بہارا  
جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمھارا یاد رہے گا  
ہے دلی کے فخر کا بیون      شہرین آیا شہر کا محسن  
وصت تمھارا گوہنیں ممکن      رہنیں سکتے پر یہ کہے بن  
جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمھارا یاد رہے گا  
آپنے ہم پر بھیجے ہیں نسر      کیسے کیسے رعیت پر در  
جن سے ہو ہندستان منور      خضر ہے انگلستان کو جن پر  
جب تک شہر آباد رہے گا

نام تمھارا یاد رہے گا  
آر کا اک احسان کا پٹلا      آدمی کی صورت میں فرشتہ  
تمھاری فضل خدا کا      تم نے جو دلی میں اُسے بھیجا

سلسلہ چونکہ نظم منبر علی اب علویں کے لیے لکھی گئی تھی تاکہ وہ ہر مائیں کے روبرو جمع ہو کر بطور کورس کے گانے کی لے میں پڑھیں  
اِس لیے بچوں کی سمجھ کے موافق نہایت سیدھے سادے الفاظ جمع کر دیے گئے ہیں ۱۲۔

جب تک شہر آباد رہے گا

نام بھٹارا یاد رہے گا

آپ وہو اسے شہر کی ساری آہی تھی خلقت جانے عاری

تم نے لگا کر نل اک باری چشمہ حیوان کرو یا جاری

جب تک شہر آباد رہے گا

نام بھٹارا یاد رہے گا

یون تو ہیں سب احسانِ ستم سب ہے یہ اعمانِ مقدم

تھے تعلیم میں کم سب سے ہم تم نے مدد کی اپنی تہیم

جب تک شہر آباد رہے گا

نام بھٹارا یاد رہے گا

چوہلی کے جھانص و ظیفے پانچ برس کو ہکولے تھے

لطف سے سدا دلی تھے جیت لے دل آپ نے تھے

جب تک شہر آباد رہے گا

نام بھٹارا یاد رہے گا

میر سے تھا بے شہور ہمارا تھا زمین ٹکٹے کا سمارا

بانگے تانگے پر تھا گڈارا رست گیا اب خلیجان یہ سنا را

جب تک شہر آباد رہے گا

نام بھٹارا یاد رہے گا

آپ کو ہم پر جسم جو آیا گھر عطا ہم کو سہرا یا

حکم مرست کا بھجوا یا ٹوٹے پھوٹے کو بنوا یا

جب تک شہر آباد رہے گا

نام بھٹارا یاد رہے گا

دوس کے کمر جو چین ہیں اکثر      قدر ضرورت سے کچھ بڑھکر  
 بوڑوں کے رہنے کو ہیں گھر      کھیلنے کو میدان ہر سر اسر  
 جب تک شہر آباد رہے گا

نام تھا رایا در رہے گا

شہر میں جا کا کج کو عطا کی      کین اصلا عین آب ہوا کی  
 شہر کی جو حاجت تھی روا کی      شرط حکومت تم نے ادا کی  
 جب تک شہر آباد رہیگا

نام تھا رایا در رہے گا

تم میں ہیں جو جو فضائل      وہ ہیں کچھ محتاج دلائل  
 لوگ سب آج دل سے ہیں قائل      ادا سرائل - ادا سرائل  
 جب تک شہر آباد رہیگا

نام تھا رایا در رہیگا

اشعار مدحیہ

بھٹو ٹرینیں انٹرنیٹ پر لکھتے گوٹھ بہادر پنجاب - انبالہ کے ایک بانی مدرسہ کی طرف سے

قیصر ہند کے ہیں سیکڑ دن احسان جہان      اس کا پنجاب پہ ہر سب سے بڑا جہان  
 حکمران آئے ہیں پنجاب میں ایک جتنے      ایک سے ایک کا پلہ ہو عدالت میں گران  
 جبکہ سر چارلس نے پنجاب کو چھوڑا - اسلم      وقت رخصت تھا ہر اک انکو چہرست نگران  
 حال جو ہونا ہو چون کا کچھ کرمان سے      یہی احوال تھا پنجاب کا بے وہم و گمان  
 جانشین ان کے ہوئے آج کج سرائل      عہد سابق کو گئے بھول سب اپنے زمان  
 شکریہ عہدہ براؤس کے نہیں ہو سکتے      رحم انصاف ہوا ذات سے جو انکی عیان  
 اٹھ گیا سر سے جاس لکے سایہ ان کا      اقدار میں آپ نے لی آئے حکومت کی عنان

معدلت آپ کی اس وقت سے مشہور ہو جان  
نیکنامی کے لیے کام رہے آپ جان  
مشکلیں آپ سے سب ملک کی ہو گئی آسان  
چھوڑ جائیں گے ہر اک دل پہ عقیدت کے نشان

کار فرما تھے جب صنایع میں پنجاب کے آپ  
حیدر آباد میں۔ میسور میں۔ کلکتہ میں  
ہے یہ اب آپ سے امید کہ پنجاب میں بھی  
بعد سر لائل سر چارلس کے سر ڈشیں بھی

### انگریزی اشعار کا ترجمہ

جب دور تیرے دل سے ہو جائیگی سراپا  
جاسے گا ٹوٹا حیدرم اس کا طلسم سارا  
ہٹا جو کہ تجھ کو اپنا آرام دل سمجھتا  
بعد از ہلہ جو رخ کر تین نہیں چین کا  
کون آکے دے گا تجھ کو اس کے سوا سہارا  
تیری خبر دہی کچلے گا تو آکے لے گا  
پھر موسمِ خزان میں آکر ہے ہم سے ملتا

وہ دل رُبا اسیدین جن پر کہ ہے شیدا  
وہ عالم جوانی جس پر کہ ہے مفتون  
جن دوستوں کی خاطر چھوڑا ہو تو نے یہ سکو  
چل دیں گے جب سب سے اُن ٹیٹوں کی مانند  
جب ہو چکے گا آخر یہ عیش کا زمانہ  
بے مہربان سے تو نے جس کو کیا ہو غلگین  
جسطح وہ پزندہ جو فضل گل میں جا کر

### دولت اور وقت کا مناسطہ

سچ بنا تجھ میں ہے فوقیت کیا  
تو ہے انسان کی دولت یا مین  
دیکھیں ہم بھی تو کرات تری  
تجھ کو اس وقت نہیں عقل ذرا  
اس کی تو خوبیوں میں شک جانے  
لیتے ہیں تو شہِ عقیقہ مجھ سے

ایک دن وقت دولت کے کسا  
تو ہے سرمایہ عزت یا مین  
ہے زمانہ میں بڑی بات تری  
وقت سے ہنسکے یہ دولت کے کہا  
ہے عجب جس کو خدائی مانے  
سن رہے گلشنِ دنیا مجھ سے



نام اقبال ہے آنے کا مرے  
 مجھ سے پاتے ہیں ہنر تشویش  
 لاکھ رکھتا ہو کوئی فضل و کمال  
 خوبیاں لاکھ کسی میں ہوں مگر  
 چند روز آگئی میں جس کے کام  
 جس سے مجھ کو نہ سروکار رہا  
 کٹھن ذرا جب کو لگا لیتی ہوں  
 چاہتے ہیں مجھے سب خرد و کلان  
 گر نہ ہوں میں تو کوئی کام نہ ہو  
 کوئی حاجت نہ ہونسیا کی رودا  
 ہیں رکھائی سے مری سب لرزان  
 جس دنیا میں نہیں راہ کروں  
 الغرض ہے وہ مری شان عظیم  
 جڑ بٹھکتے ہیں خوشی کی ٹھب کو  
 تو بہا فخر ہو تجھ میں وہ کیا  
 وقت کسٹن کے کہا اور دولت  
 ساری تو خوبیوں کی جڑ ہے مگر  
 تو جو اپنے پہ ہے نازان اتنی  
 کیجیے سسر میں مجھے گر چشمہ  
 میں ہوں یا تو ہے اساس امکان  
 تو جو کھیتی ہے نور قہر میں ہوں

لقب ادب بار ہے جانے کا مرے  
 علم بھی ایک طفیلی ہے مرا  
 لاکھ رکھتا ہو کوئی حسن و جمال  
 مین نہ ہوں۔ تو نہیں کچھ مستدثر  
 زندہ تا حشر ہا اس کا نام  
 وہ سدا خوار و نگوں سدا رہا  
 اُس کی مین شان بڑھا دیتی تین  
 پہرے ہیں دھن میں مری پر جوان  
 کسی آفت زکا انتخاب م نہ ہو  
 در میان گر نہ غم ہو سیر  
 میرے اغماض سے ڈرتا ہے جہان  
 ہو اگر شیر تو رو باہ کروں  
 کرتے آئے ہیں جسے سب تسلیم  
 میری عظمت نہیں باد و ٹھب کو  
 جس نے مجھ سے شکھے گمراہ کیا  
 شک نہیں اس میں ذلت و ولت  
 اپنی جڑ کی نہیں کچھ کو خبر  
 اپنی ہستی سے ہے غافل کتنی  
 تو ہوں اُس پتھر کا مین چشمہ  
 پہلے دریا ہے کہ پھلی نادان  
 تو جو تو ہے تو میرا نہیں ہوں

ہے قراہ ترا اگر عطر آگین  
 ہے عیث تجھ کو تفوق کا خیال  
 جگے قبضے میں ہوں میں ہی دولت  
 لاکھ بار اُن سے اگر بھاگے تو  
 اُن کی مٹھی میں ہو تولے دولت  
 نہ کہ میں جس کا بدل ہے مفقود  
 کھوکے جھک کو کوئی پاتا نہیں پیر  
 ایک پل میری اگر دیکھے گنوا  
 تو اگر اپنی لٹا دے ثروت  
 ہیں اسی واسطے جو اہل تیسرہ  
 میرے جو لوگ کہ ہیں قدر شناس  
 جانتے ہیں حکماء عرفا  
 دل میں جن کے مری کچھ قدر نہیں  
 نہ کوئی کام ہو اُن سے انجام  
 نہ اُنھیں دین کی دولت ہاتھ آئے  
 نہ ادا صوم ہو اُن سے نہ صلوات  
 نہ مرد اُن سے کچھ اپنی کی جائے  
 گن تو ہیں مجھ میں بہت ادا دولت  
 بس زیادہ نہیں ہمت مجھ کو

میں ہوں اُس عطر کی واسد زین  
 تو ہے گراں تو میں اس المال  
 تجھ پر رکھتے ہیں وہ دست قدرت  
 بڑھ کے جاسکتی نہیں آگے تو  
 طائر رشتہ بپا کی صورت  
 جس کا نایاب ہو عالم میں وجود  
 جا کے میں ہاتھ سے آتا نہیں پھر  
 لیجے ہاتھ اُس سے ہمیشہ کو اٹھا  
 پل وہ ملتی نہیں پھر ادا دولت  
 میری ایک ایک پل ان کو ہر عزیز  
 ہے مرا جاگتے سوتے اُنھیں پاس  
 مجھ کو سہرا یہ دین و دنیا  
 اُنکی قیمت میں نہ دنیا ہے نہ دین  
 نہ ارادہ ہو کوئی اُن کا تمام  
 اور نہ دنیا کبھی اُن سے پیارے  
 نہ ہو قدرت میں حج ان کی نہ زکوٰۃ  
 نہ خیر اُن سے کسی کی لی جائے  
 ہے مگر تنگ مجال فرصت  
 بحث کی اب نہیں طاقت مجھ کو

اس میں ہو میرا سراسر نقصان  
 کہ ہے انمول مری ایک اک آن

## ناقصوں کے دعوے کا ملوک کے سامنے فروغ نہیں پاتے

ہے لیاقت جنہیں کچھ تہلیل  
 اور سمجھتے آپ کو بہن بے عدیل  
 اُن کو ایسوں سے نہیں ملنا روا  
 جو لیاقت رکھتے ہیں اُن سے سوا  
 اونٹ اگر سمجھے بڑا اپنے تئیں  
 دیکھنا لازم ہوا اس کو نہیں  
 سرین ہے جگنو کے یہ سودا اگر  
 شے نہیں مجھ سے کوئی تابندہ تر  
 چاہیے دن کو نہ نکلے زہینار  
 ورنہ ہوگا اپنے جی میں شہسار

## قطعاً تاریخ ابوتاریخی جملے برائے قرآن مجید

راقم کو فی الواقع مادہ تاریخ نکالنے کا دھبہ نہیں ہے۔ اور اگر کبھی ایسی ضرورت پیش آئی ہو تو نہایت دقت سے اکثر تحریر یا تعمیہ کے ساتھ اور کبھی حسن اتفاق سے بغیر اسکے بھی تاریخ پر سر انجام ہوئی ہو بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہو کہ مادہ تاریخ کسی دوست نے نکال دیا اور پھر مصرعے لگا کر تاریخ کے مالک بن بیٹھے لیکن چونکہ غلطی سے تاریخ کوئی کو جزو شاعری سمجھا گیا ہو اس لیے اکثر طوعاً و کرہاً بارون کی فرمائش سے اور کبھی کبھی اپنی اُچھ سے بھی تاریخین لکھنی پڑی ہیں ایک بزرگ کے پاس لوگ اکثر تعویذ گنتے کے لیے آیا کرتے تھے۔ ایک روز فرمانے لگے کہ عباسیوں کے عہد میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ لوگ ایک قفل کو بند کر کے اسکے پاس لے گئے کہ اگر فی الواقع تو خدا کا بھیجا ہوا ہو۔ تو قفل بغیر کنجی کے کھول دے۔ اُس نے کہا بھائی میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔ آہنگری کا دعویٰ نہیں کیا۔ انکا مطلب اس نقل سے یہ تھا کہ ہمتے خدا کی طلب میں درویشی اختیار کی تھی یہ معلوم نہ تھا کہ عامل اور سیانہ بھی بننا پڑے گا۔ یہی حال ہمارے ملک میں اُن لوگوں کا ہو جو شاعری میں بدنام ہیں۔ اگر کسی مصروف کے سمجھے نہیں جاتے اور درحقیقت ہیں بھی نہیں البتہ لوگوں کی غرض بھی اُن سے اس دقت متعلق ہو جاتی ہو جب کوئی ہتم بالشان واقعہ ظہور میں آتا ہو مثلاً کسی صاحبِ قلم کی مرمت ہوئی۔ یا ٹھوڑا آختہ کیا گیا۔ یا کسی کی مینا مر گئی۔ یا مرغ پالی جیتا۔ یا بی بی نے بچے دیے۔ ایسے وقت میں شعر کو مقابلہ کے امتحان کا موقع مل جاتا ہو جو شخص مادہ تاریخ فی الواقع یا صاحب فرمائش کے نزدیک سب اچھا نکال لاتا ہو اس کا فی الجملہ اعتبار رہتا ہے۔

راقم چونکہ تاریخ نکالنے میں سدا سے بیٹھا تھا اس لیے ہمیشہ اس امتحان سے کتراتا رہا۔  
لیکن بڑی بھلی چند تاریخیں جو کبھی کبھی دوستوں یا ہندگوں کی فرمائش یا اپنے دل کی  
خواہش سے لکھی تھیں ان میں سے جقدر سروسیم ہونچیں دیوان میں شامل کر دی گئیں  
تاکہ دیوان کے ضروری اخلاط میں سے ایک خلط کم نہ ہو جائے۔

## تاریخ وفات مرزا غالب مرحوم دہلی

غالب نے جبکہ روضہ رضوان کی راہ لی	ہر لب پاہ سرد تھی ہر دل میں درد تھا
اسدیت کچھ اہل شہر کی فسرگی نہ پوچھ	دنیا سے دل ہزار اپنے پرے کا سرد تھا
حالی کہ جسکو دعویٰ تکمیل و ضبط ہے	دیکھا تو دل پہ اٹھ تھا اور زنگ نہ تھا
تھا گو وہ اک سنو رہند وستان نزاد	عرفی و انوری کا گرہ ہم بسر و تھا
اس قافلہ میں آ کے ملا گو وہ سب کے بعد	انگڑوں کے ساتھ ساتھ مگر وہ نور و تھا
ہم اور صبح و شام یہ اندوہ جان گزا	دل تھا کہ فکر سال میں بے فکر و تھا
تا گاہ وہی یہ غالب مرحوم نے صدا	سچ ہے کہ خواجہ راہنمائی میں فرد و تھا
تاریخ ہم نکال چکے پڑے بغیر منکر	حقِ مغفرت کرے عجب آزاد مرد و تھا

تاریخ وفات محمد ابراہیم جوان طالب علم بی۔ اے کلاس دہلی کالج

محمد ابراہیم چون ترک جان گفت ز غفل جوانی شریر بخود

یہ تاریخ غالب مرحوم کی غزل کے ایک مصرعے نکالی گئی ہے سان کی غزل کا مقطع یہ ہے یہ لاش

بے کفن اس غشتہ تن کی ہے حقِ مغفرت کرے عجب آزاد مرد و تھا اخیر مصرعے کا اعداد ۲۷۹۲ ہوتے ہیں جہاں میں سے

لفظ تاریخ کے صمد ۱۲۱۱ اور لفظ فکر کے صمد یعنی ۳۰۰ کا مجموعہ کیا گیا تو وہ ۱۲۸۸ باقی رہے اور یہی ان کا سال و تھا

سے مختصر صورت تاریخ کی یہ ہوئی ۲۷۹۶ - (۱۲۱۱ - ۳۰۰) = ۱۲۸۸ -

گفتہ ز روئے الم سال فوتش بنیان آئین سرین جان شیرین پیڑ

تاریخ وفات سید خواجہ ناصر وزیر مرحوم دہلوی

جب ہوئے ناصر وزیر راہی ملک یقا شب اند و گین شہر کے بڑا ڈیو سپر  
دل نے کہا ہر جگہ پھیتی ہو چیز اک جدا باغ میں سرین و گل چرخ پہ مہر نسیر  
عیش میں شعر و غزل سوگ میں تاریخ مرگ غیب سے آئی ندا "خدا میں ناصر وزیر"

تاریخ طبع جغرافیہ شمالی خوافہ سید شہاب الدین حسن صاحب دہلوی

وہ جغرافیہ جس کی تھی احتیاج چھپاژدہ اے طالبان کمال  
نئی طرز کا ہے یہ جغرافیہ عیان جس سے ہر بچ سکون کمال  
ملی طرفہ تر اس کی تاریخ طبع وہ خود طرفہ ہر جیسے بے قیل و قال  
اگر سال ہجری کی ہے جستجو تو جغرافیہ خود بتاتا ہے سال  
ہو مطلوب تاریخ گر عیسوی کو اس کو جغرافیہ بے مثال

تاریخ بہ بیان سید نبائے سید مہربان علی مرحوم رئیس گل و ٹھی و بلند شہر

علی آن سید والا کہ باشد بناش مہربان جزوے زاجزا  
بود با ذات او توام سیادت چنان کہ نام او مہرست پیدا  
جو این کا شاد را بنیاد بہاد بہمد حاکم بیدار بود انا  
گروہس آن نہیں گستر کرد و جودش شد این محمود چون گلشن سراپا  
چنین گفتش حالی سال شمیر مکان بے تطیر آباد بادا



## تاریخ طبع دیوان منشی قبال حسین صاحب مخلص به عاشق

جوان مرد آزاده عاشق که نیست  
 نه صیاد و نه هواره از حسن خلق  
 نه ستار و نه پیوسته زافسون لطف  
 همه بار و از جبهه اش انبساط  
 نه پیشش که سر که برابر دیوان  
 دو سال ست کافون مهر و دفاش  
 و لے ویر پیوندنا آشنا  
 ندانم که عاشق چه افسون و سید  
 سر رشته بهیات دادم ز دست  
 کنون رانم از طبع دیوان سخن  
 درین روزها که مصروف زمان  
 عروس سخن می نیرزد و بجو  
 صد آباد بر عاشق و عشقم او  
 ز معنی به بیگانه و آشنا  
 چو دیوان اردو عاشق که است  
 به پیرایه طبع آراستند  
 سخن گش نمود از رشت در جهان  
 چو حالی ہے جت تاریخ طبع

در اقران خود کس مراد را فرین  
 بے صید آزادگان در کمین  
 کشد ز اشیا باز و شیراز عرب  
 اگر مهربان ست و گر خشکین  
 نه با بیش افتاده چین چین  
 ر بودست صبرم ز جان حزمین  
 که بودست فاسخ ز مهر و زکین  
 که در باخت خود را بهر شمعین  
 سخن ز آسمان بود رفت از زمین  
 که شد جلوه سرامه نوسه گزین  
 سخن شد همان و سخن در همین  
 به حسن اربود غیرت خود ز عین  
 که در دورنا ساز گاری چین  
 نشان دست گنجینه از آستین  
 صحنه ای طرفه گفتی ز چین  
 شنیدند از هر کنار آستین  
 ز شادی نه گنجید در بوستین  
 صنم خانه عاشق آمد سنین  
 ۱۳۰۲



تاریخ بنائے چاہ در محوطہ مدرستہ لغوم مسلمانان واقع علی گڑھ

بجواب سال بعثت ثانیہ النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

بجسں سعی جناب آنر بیل سر سید احمد خان بہار

ہدایت کیجئے اگر سال ہجرت کی محرم سے  
کلام اللہ اتر آخراۓ مبارک میں  
نیکالے یہ مبارک سن جناب سید احمد نے  
زید سال بعثت چونکہ تھی تاریخ کی خوش  
تو کیئے سال بعثت کا مہ شوال کو سید  
ہوا اس واسطے شوال مبدی سال بعثت کا  
بنایا جس نے دارالعلوم کا یہ چشمہ زینب  
کہا ہفت تالیسی سے کہ چشمہ فیض احمد کا  
۱۳۱۲ھ

تاریخ طبع ترجمہ تاریخ دربار قیصری بجواب سال عیسوی

پنجاب کے ادارہ تعلیم عام نے  
دربار قیصری کی جو تاریخ تھی چھپی  
ہیں لفظ و لکشا تو مضامین ہیں دلنشین  
چھپ کر ہوا تمام تو حالی نے یوں کہا  
ایک اور کام ملک کے حق میں کیا ہو خوب  
اب ترجمہ اسی کام تب ہو ہو خوب  
ہے ترجمہ نفیس تو طرز ادا ہے خوب  
"دربار قیصری کا موقع چھپا ہے خوب  
۱۸۸۲ء

تاریخ بنائے مہمان سر اور موضع مون واقع پنجاب بجواب سال عیسوی

مجرم آن وزیر حیدر کہ باقی ست  
ساختمہ منزل گئے چو بہر غریبان  
نام بزرگان مون زبزل و ذوالش  
تکبیر گہ ہر غریب آمدہ سانش  
۱۸۸۴ء

# تاریخی مجلے مقتبس از قرآن مجید

تاریخ وفات غفران نواب محمد مصطفیٰ خان جو دم لوی پیر جہانگیر آباد خالص شیعہ

جَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّاتٍ وَحَدِيدًا

آیہ قرآنی میں جہا صبر و اجتناء و حیدر ہے۔ چونکہ تاریخ وفات میں ایک دم کی کمی تھی اس لیے جنت کی جگہ جہات کر لیا گیا ہے جیسا کہ نواب آصف الدولہ کی شہرہ تاریخ میں بجائے فریخ و ریحان و جنت نعیم کے مہنہ دار و روح و ریحان و جنت الشعیدہ کر دیا ہے۔

چونکہ نواب مرحوم نے مرض الموت میں مرض کے شدید و آرام بے نظیر صبر و انتقال کے ساتھ برداشت کیے تھے اس لیے اس آیت کا مضمون اُن کی وفات نہایت مناسب تصور کیا گیا یعنی جناب اُردی نے بعض ان کے صبر کے بہشت اور بہشت کا لباس انکو عنایت کیا۔

تاریخ وفات نواب محمد نقشبند خان جو دم لوی نواب محمد مصطفیٰ خان جو دم پیر جہانگیر آباد

وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ

۱۲۹۲ھ

چونکہ غریزہ موصوت ایک جیمہ وکیل آدمی تھے اور اُن کی وفات غفلان شباب میں واقع ہوئی تھی اس لیے آیات اُن کی تاریخ وفات کے لیے نہایت مناسب اور موزون سمجھی گئی۔ اللہ تعالیٰ اہل جنت کے ذکر میں ارشاد فرماتا ہے کہ ”پھائے گئے اُن کو چاندی کے کنگن“ بجائے مضارع کے ماضی کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہے۔ گویا اُن کی مغفرت ہو چکی اور اہل جنت کے تمام حقوق اُن کو مل چکے۔

یہ ایک عجیب حُسن اتفاق ہے کہ باپ اور بیٹے دونوں کی تاریخ وفات قرآن مجید سے برآمد ہوئی اور پھر ایک ہی سورت یعنی سورہ دھر سے نکلی اور دونوں آئین اہل جنت ہی کے ذکر میں واقع ہوئی ہیں۔

## تاریخ بنائے آئینہ خانہ در ریاست گاہ بھاو لپور كَانَ هَ صَرُحٌ هُمَّ دُمِّنَ الْقَوَارِدِ

ہجری

۱۲

۹۶

قرآن مجید میں اصل آیت اِنَّهُ صَرُحٌ هُمَّ دُمِّنَ الْقَوَارِدِ ہے تاریخ میں اب ضرورت تکمیل اعداد اور نیز بمقتضای مقام اِنَّہ کی جگہ کا اِنَّہ کر دیا گیا ہے مگر چونکہ اس سے بھی اعداد پورے نہیں ہوتے تھے اس لیے قوارید میں الف لام بڑھا کر القوارید کر دیا گیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاں جب سبا کی بادشاہ زدی لمقیس اول ہی دُفعہ وارد ہوئی تو اُس کو شیش محل کے صحن پر جمین آئینے لگے ہوئے تھے یہ گمان ہوا کہ گویا اپنی بھرا ہوا ہے۔ اُس نے فوراً پیچھے چڑھا لیے حضرت سلیمان نے کہا "اِنَّهُ صَرُحٌ هُمَّ دُمِّنَ الْقَوَارِدِ" یعنی یہ تو ایک محل ہے جس میں فیشے بڑے ہوتے ہیں۔ تاریخ بنائیں اِنَّہ کی جگہ کا اِنَّہ کر دینے سے یہ معنی ہو گئے کہ گویا یہ وہی سلیمان کا شیش محل ہے۔

یہ تاریخ ایک دوست کی فرمائش سے جو اُس وقت بھاو لپور میں ملازم تھے بھیجی گئی تھی مگر ایسا نہ لگتا تھا کہ پسند نہیں آئی۔ نہ اس لیے کہ اس میں دوجہ اپنی طرف سے نصرت کیا گیا ہو بلکہ اس لیے کہ نواب صاحب کا نام اُس میں نہیں تھا۔

تاریخ ولادت فرزند درجہ سرسبز نواب آسمان جاہ بہار و مدار لہام سرکار عالی  
لے اللہ ماہذا بشرا ان هذا املاک کریم

اس آیت سے شین مطلوبہ یعنی ۱۳۰۸ھ سطح نکلتے ہیں کہ آیت کے جملہ ادنیٰ معنی لے آتش  
للہ ماہذا بشرا کے اعداد ۱۶۵۲ ہیں۔ ان میں سے ۱۷۰ کا تخریج اور ملک کو دیدہ کا بجا  
اسکے تعمیہ کرنے سے ۱۳۰۸ھ حاصل ہو جاتے ہیں۔

تخریج و تعمیہ کا اشارہ گویا ان ۱۷۰ املاک کریم سے ممکن تھا ہو کیونکہ اس سطح  
کا ترجمہ اگر یوں کیا جائے کہ نہیں ہے۔ ”ہذا“ مگر ملک کو دیدہ تو اس سے یہ مطلب استفادہ  
ہوگا کہ اوپر کے جملے میں ”ہذا“ کی جگہ ”ملک کو دیدہ“ رکھ دیا اور اسی طرح ۱۳۰۸ھ حاصل ہو جاتا ہے  
اصل آیت میں حاشا للہ ہو بضرورت لام اضافہ کر کے لے آتش کو دیا گیا ہے۔ آیت کا  
ترجمہ یہ ہو ا حاشا للہ بشر نہیں ہے یہ تو ہونہو کوئی مغرور فرشتہ ہے جو عورتیں زلیچا کی فریادیں پر اس کو  
لامت کرتی تھیں جب حضرت یوسفؑ دفعتاً اُن کے سامنے آئے تو اُس وقت جو الفاظ  
اُن کے منہ سے نکلے تھے اُن کو قرآن میں اس طرح نقل کیا گیا ہے۔

تاریخ وفات حسین برادر اتم جانا خواجہ اوحید مرچتہ مخلص

سَلَّمَ عَلَىٰ عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰہِ

یہ تاریخ برادر زادہ راقم حافظ اخلاق حسین سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے والد مرحوم کی وفات  
چند روز بعد عین تلاوت کے وقت قرآن مجید سے اقتباس کی تھی جس کے بے کم و کاست  
سال وفات برآمد ہوتا ہے چونکہ یہ مادہ مذکور کے خالی نہ تھا اس لیے بوجہ اتحاد کے اپنی تاریخین

کے ساتھ اس تاریخ کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔ یہ تاریخ برادر مرحوم کے سنگ قبر پر جو کہ  
 دلی میں حضرت خواجہ بانی اللہ قدس سرہ کے جوار رحمت میں واقع ہے کندہ ہے۔  
 قطعات تاریخ ازستان طبع جناب خواجہ ابراہیم حسین مرحوم تخلص بہ  
 چونکہ برادر مرحوم کی بہت سی تاریخوں میں یہ چند قطعے باقی رہ گئے تھے اور ان کی اشاعت کے  
 لیے کوئی اور موقع نہ تھا اس لیے بطور یادگار ان کو بھی اپنے دیوان میں شامل کر لیا گیا ہے۔  
 تاریخ وفات جناب مولانا قلندر علی زبیری پانی پتی غفر اللہ عنہ تخلص عالم

آن قلندر علی زبیر زمان	در نجابت زبیری و سندی
خاک پانی پت از سکونت او	در جهان شد علم بہ مستندی
مرد و باخویش برد حکمت و علم	ماند خلق بہ کوسے نابلدی
جز دل او کہ بود جملہ صفت	نقد ہر کیسہ جیدت و ردی
جز کتا کش کہ ہمہ حسنت	درج ہر نامہ نیکی ست و بدی
گفت سال وفات او مظهر	رفت عالم بہ جنت ابدی

تاریخ وفات حافظ سعد اکبر مرحوم بانی مدرسہ اسلامیہ پانی پت

چو سعد اکبر آن باری گر قوم	کہ مراہل وطن را بود یا در
سوے جنت ز دنیا رخت بہرست	ازین غم تافت دلہا ہجو آذر
در رخ آن نیک خواہ جملہ احباب	در پنج آن عکس پر ہر براہر

۱۔ کتاب سے موزنا احوال ہے ۱۲

۲۔ مولوی قلندر علی مرحوم عالم تخلص کرتے تھے ۱۳

دریغ آن در گاہ اہل اسلام      کہ ماند از مرنش بے برگ بے  
چنین سال فائش یافت منظر      شدہ جنت مقام سعد اکبر

تاریخ اورنگ نشینی حضور نواب آصف جاہ نظام الملک میر محبوب علی

بہادرام اقبالہ فرمان روئے دکن

شاہ دکن چون نہاد حبیب عباد      افسر دولت بے فرق پاپے براونگ داد  
سال جلوسش خرد گفت کہ بر شد      فتنہ و فتن و فوج و شر و فریب و فساد  
ایضا

عیان شد جو عید جلوس نظام      بے خوشتر از عید وصل حبیب  
خرد فرق اعدا تراشیدہ گفت      کہ "نقد من اللہ و فتح قدیب"

تاریخ ولادت فرزند ارجمند کا شانہ اقبال حضور نظام ام قیام

شد جو خورشید شرف طالع بشکوئے نظام      قدسیان گفتند شمع ملک و دولت آمدہ  
منظر اندر فکرتاریخ ولادت رفتہ بود      عقل گفت این لعل از کان شرافت آمدہ

تاریخ مدار لہامی نواب میر لائق علی خان مہم در سرکار عالی

دوش کردم ز عقل چند سوال      کوست حلال مشکلات و عفت  
گفتش کہ بود کہ شاہ دکن      بنشیند بہ سستہ آب و جد  
گفت جشن جلوس نشین او      در ہزار است و سی صد ست واحد  
گفتش پس کہ باشدش دیوان؟      قرعہ بر لائق علی حسان زد

گفتش شگہا درین را ۱۵ است  
گفت زودا کہ حق بہ خواہر رسد  
گفتش خواہر کے شود دیوان  
گفت "حق میرسد ہرگز خود"

تاریخ بنا و مرت مسجد لانا حاجی ابراہیم حسین صاحب انصاری

اثنا عشری پانی پتی دام ظلیم العالی

جعفری ندیبہ بنامسود  
چہر شاد دلم صادق  
بیت حق را کہ اعظم است وقیم  
کرد تعمیر کعبہ ابراہیم

بانی مسجد یعنی مولانا ابراہیم حسین صاحب کے والد کا نام اعظم علی اور ان کے چچا کا نام جعفر علی اور دادا کا  
نام صادق علی یہ تینوں نام اور خود بانی کا نام قطعہ تاریخ میں نہایت خوبی سے آیا ہے ۱۲



بسم اللہ الرحمن الرحیم

## نایاب کتابین

دیوان حالی کا مقدمہ حضرت اس خیال سے علیحدہ چھاپا گیا ہے کہ دیوان کا مقدمہ شعر و شاعری پڑھنے والے طلباء پر کتاب کی خریداری کا بار نہ ہو۔ اس میں شاعری پر

سفیانہ و مختلفہ بحث کرینگے ساتھ ساتھ اردو شاعری کے جملہ صنات پر نہایت لطیف تبصرہ کیا گیا اور اگرچہ مذہب شاعری کے بعض مقدمات عام سے اختلاف کرینگے مگر بنا پر حضرت حالی کو مورد بن نہایت اہم بیخود تردید کہا جاسکتا ہے کہ مکملہ چینون کے نزدیک بھی مولانا حالی کا مقدمہ دیوان طبع اور قابل قدر معلومات کا گنجینہ ہو قیمت غیر و عموماً

مذاہب مرزا غالب مرحوم کے اردو خطوط کا مجموعہ جسے لوگ بجا طور پر موجودہ اناضار تحریر کی بنا اور اول کے کتب میں اردو و غیر میں جو پاکیزگی صفائی اور سلاست کو نظر آتی ہے یہ بہت کچھ ایسی کا فیض ہے جسے جہاں اول پر صحت اور سادہ عبارت کے خطوط میں جیسے مطالعہ سے صحیح اور فصیح اردو لکھنے میں دلتی ہے حصہ دوم میں ہر رقعات میں چین مرزا نے لوگوں کو صلاحین یا شاعری کے متعلق کچھ ہدایات لکھی ہیں۔

میں کتابوں کے دیباچے اور تقریظیں بھی اس میں شامل ہیں قیمت غیر  
از مولانا شب علی حیدر طالب المائی نظم لکھنوی القبت بہ نواب حیدر یار جنگ دیوان  
کی تہذیب شریعہ لکھی گئی ہیں اگرچہ اسے جو خط و فصل شیعہ ہی ہو اور جو کہ شائع خود

یہ بالکل شاعر اور فاضل اجل ہیں اسوجہ سے یہ شرح خاص طور پر قابل مطالعہ ہو قیمت غیر  
حضرت جلال لکھنوی مرحوم کا دم لکھنے کے آخری دور میں غنیمت تھا ان کے شاعرانہ کمال  
میں زبان و مستغنی عن التعریب ہیں یہ انھیں کا لغت ہو جسے ارباب فن نے نہایت درجہ پسند کیا  
اور انھیں کی ضرورت پر نظر کر کے اب دوبارہ چھاپا ہے۔ اس لغت میں اردو کے عام محاورات کا مفہوم اور  
عمل استعمال سمجھانے کی خاص کو شش کی گئی ہو قیمت غیر

آفتاب داغ نواب داغ دہلوی مرحوم کا لاجواب دیوان مرث کے بعد اب بارہ زبور طبع سے آراستہ ہوا  
ابتداء میں حضرت داغ کے مختصر حالات زندگی دیے گئے ہیں قیمت عموماً

یہ کتابیں نایاب ہیں۔ ان کے مالکین کو ان کی تحفظ و برکت کی خاطر ان کی خرید و فروخت کی اجازت نہیں ہے۔ ان کی خرید و فروخت کی اجازت صرف ان کے مالکین کو ہے۔ ان کی خرید و فروخت کی اجازت صرف ان کے مالکین کو ہے۔ ان کی خرید و فروخت کی اجازت صرف ان کے مالکین کو ہے۔



مولانا شبلی کی لاجواب تالیف حسین اٹھوٹ نے آسمانِ مراثی کے آفتابِ وما  
 موازنہ میں میر میر انیس و مرزا دیر کے کمالا شاعری کا باہر گرواژ کر کے دکھایا ہے اگر  
 کی صاف شفاف و نشی سے اس کے وقت دن کا سا احوال رہتا ہے پھر بھی آفتابِ المتاب کی جگہ  
 اس کو کیا نسبت، ہینرٹس کے کلام کی خوبیوں اور ان باریک نکاتوں کے بیان کر نہیں جن کے علمِ نفا  
 پوچھتے مولانا شبلی نے اپنی سخنِ سنجی اور کمالاتِ ادبی کے خوب خوب جوہر دکھائے ہیں قیمت ۱۰  
 مولفہ مولانا شبلی حسین علم کلام کی ابتدا اور اسکے عہدِ بعد کی بوجھت مرقہ  
**علم الکلام** کی نہایت تفصیلی تاریخ اور علم کلام کے تمام شعبوں پر محققانہ بحث اور اس کی  
 شافخ پر تبصرہ پر قیمت ۱۰

یعنی مولانا شبلی کے اُن قابل دید مضامین کا مجموعہ جو مختلف علمی رسائل  
 مقبول عام و خاص ہو چکے ہیں قیمت ۱۰  
**مقالاتِ شبلی**  
 (از منشی امیر احمد علوی بی اے) جدید تعلیمیافتہ اصحابِ بین سے جو لوگ  
 یہ یقین رکھتے ہوں کہ اردو شاعری عجب اخلاق ہوا و فطری جذبات  
 کے بجائے غلاتِ قیاس تشبہات اور بیہودہ استعارات کا ایک مجموعہ خلافاتِ انھیں اس کے  
 سے معلوم ہو جائے گا کہ ہماری معنی زبان کا سرمایہ ادبِ انگریزی جیسی وسیع اور ترقی یافتہ  
 ذخیرہ ادبی کے مقابلہ میں کسی طرح پیدائش نہیں قیمت ۸

علی گڑھ کالج کے ایڈناؤ فرزندِ ادبِ تعلیم جدید کے پاکیزہ ترجمہ  
 آئریل خواجہ غلامِ تعلیم (مومنی) ایڈناؤ ایل بی اے  
**طالعہ کی زندگی کا مقصد**  
 کا یہ لکچر طلباء کے لیے خاص طور پر لائقِ مطالعہ ہے قیمت ۱۲  
 حضرت آتشِ مہر و مغفور کے باکمال شاگردِ نواب سید محمد خان رند کا ذکر  
 تذکرہ رند مولفہ منشی امیر احمد علوی بی اے قیمت ۱۲  
 مولانا شبلی کی فارسی غزلیات کا مختصر مجموعہ قیمت ۱۲

سینے کا پتہ بہ محمد حسن مالک انوار لطیف و کوثر شریف لکھنؤ



CALL No. { ۸۹۱۵۲۳۱  
 ۲۱۱۲ ACC. No. ۲۵۰۶۱  
 AUTHOR حاکم الملک صہبی  
 TITLE دیوان حاکم

۲۱۱۲ ۸۹۱۵۲۳۱ ۲۵۰۶۱

THE TIME

DATE	NO.	LATE	NO.



## MAULANA AZAD LIBRARY ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

### RULES:—

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

